THE CROUCHING BEAST

کا ترجمہ

مصنف
ویلنٹائن ولیمز

مترجم
تیرتھ رام فیروزپوری

پبلشر

لالہ نرائن دت سہگل

مالک سہگل ناول سٹورز

محلہ ٹھاپراں جالندھر شہر

قیمت فی جلد ہندوستانی و پاکستانی سکہ میں چار روپے

پرنٹر

بابو تلک راج ھوری مینیجر پرائٹر

چوپڑہ پرنٹنگ پریس۔ باغ کریم بخش جالندھر شہر

دھلی میں سٹاکسٹ :-

نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب

چوک فتحپوری۔ دہلی

بار اول

ایک ہزار

پہلی مرتبہ اُردُو میں ایک اس طرح کا ناول پیش کیا جاتا ہے۔ جس کے مضمون کا تعلق محض ایک کشت و خون کی واردات یا اس کے متعلقہ اسرار کے حل سے نہیں۔ کلب فٹ جو اس کہانی میں سیاہ کار کا پارٹ ادا کرتا ہے۔ اپنی طرز کا انوکھا کردار ہے۔ جو اپنی سفاکی بے رحمی اور فتنہ پروری کے باوجود یقینی طور پر حلقہ ناظرین میں ایک خاص ہر دلعزیزی حاصل کرے گا۔ تیزی۔ گرمی اور فطرت کی درشتی میں بہت کم اس کا ثانی افسانہ کی دُنیا میں آپ کی نظروں سے گذرا ہوگا۔ اس کے باوجود وہ کوئی فرضی کردار نہیں ہے جسے فقط لکھنے والے کے جوش تخیل کی پیداوار سمجھا جائے۔ عرصہ زندگی میں ایسے آدمی بارہا آپ کو ملیں گے اور اس پہلو سے آپ دیکھیں گے کہ لکھنے والے نے اس کی سیرت کے بیان میں کسی مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیا۔ جو کچھ وہ کرتا ہے اس کی مثالیں بارہا دیکھی جا سکتی ہیں۔ بشرطیکہ چشم بینا سے کام لیا جائے۔

۲۳۶ - اسلام آباد - جالندھر شہر

تیرتھ رام

باب - ۱

چٹھی رساں

مہربان قدرت کا ایسا ہی دستور ہے کہ وہ آئندہ واقعات کو بے بس انسان کی کمزور آنکھوں سے ہمیشہ چھپائے رکھتی ہے ۔ ورنہ ماہ جولائی کی اس نہ بھولنے والی شام کو جب بندہ ہوا کا پیدا کردہ اُس طوفان کی آمد کی خبر دیتا تھا مجھ کو کسی سے بھی اس کا خیال نہ آسکا کہ ایک اس سے بھی زیادہ شدید طوفان سرزمین یورپ پر آنے والا ہے جو صدیوں کی قائم شدہ بادشاہتوں کو اس طرح بہالے جائے گا جیسے باد و باراں کا طوفان خس و خاشاک کو۔ یا یہ کہ میری اپنی زندگی ایک اس طرح کے سیل حوادث سے گذرنے والی ہے جو اپنے ناقابل فنا اثرات تلوار کے گہرے زخموں کی طرح ہمیشہ کے لئے اس پر چھوڑ جائے گا۔ لیکن آدم زاد پہلے دن سے کوتاہ بین مشہور رہے اور میں اپنے آپ کو اس سے مستثنیٰ قرار نہیں دے سکتی۔

یہ ۱۹۱۴ء کی بات ہے میں ان دنوں جرمنی کے مشہور قلعہ شلاز کے قریب کماؤنڈنیٹن ہوس میں ڈاکٹر شان ہنٹل کے ہاں سیکرٹری کی حیثیت میں ملازم تھی یا زیادہ صحیح لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ میری خدمات زیادہ تر ڈاکٹر ہنٹل کی بیوی کے لکھے ہوئے مسودات ٹائپ کرنے کے لئے وقف تھیں۔ مسز ہنٹل کا نام لوسی وارلے کی حیثیت میں عالمگیر شہرہ حاصل کرچکا ہے اور اس کے ناول مشرق و مغرب کی ہر دو اقالیم میں مقبول سمجھے گئے ہیں۔ میرا کام اس گھر میں رہتے ہوئے زیادہ انہی کی تحریرات کا ٹائپ کرنا

پر صاف کرتا ہوتا تھا۔ ڈاکٹر ہنش کا صرف ایک لڑکا تھا۔ جو یلت میں قانون پڑھنے گیا ہوا تھا اور ایک لڑکی جس کا حال ذرا آگے چل کر آئے گا۔ وہ خود نیک دل خوش اخلاق آدمی تھے اور مجھ کو اپنے گھر میں بیٹیوں کی طرح رکھتے تھے۔ اور چونکہ لوسی دارلے کا سلوک بھی کچھ کم پسندیدہ نہ تھا اس لئے میری زندگی اس گھر میں بڑی آرام و اطمینان کے ساتھ بسر ہوتی تھی۔

جس دن کا میں ذکر کرنے لگی ہوں شام کا اندھیرا پیش از وقت ہی چھانا شروع ہو گیا تھا۔ میں نے افق مغرب پر غروب ہوتے ہوئے آفتاب کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا آگ اور روشنی کا دیو قہر عظیم کی حالت میں دشمنوں سے جنگ کر کے خون کی ندیاں بہانے میں مشغول ہے آسمان کا وہ حصہ نیز خونیں رنگت لئے ہوئے تھا حتےٰ کہ اس کی سرخی ایک حد تک ہمارے خانہ باغ میں اُگے ہوئے پیڑوں کی چوٹیوں پر بھی منعکس ہوتی تھی۔ باغ سے کچھ دور قلعہ فنلانز کی اونچی دیواریں نظر آتی تھیں۔

گہری خاموشی ہر طرف چھائی ہوئی تھی اور ہوا اس قدر بند تھی کہ پتہ تک ہلتا سنائی نہ دیتا تھا۔ ماہ جولائی کی شام ضرورت سے زیادہ گرم اور حابس تھی اس لئے میں نے کمرے کی سب کھڑکیاں کھول رکھی تھیں۔ چنانچہ جس وقت میں میز کے پاس بیٹھی ٹائپ کر رہی تھی تو باغ سے کھلے ہوئے پھولوں اور کلیوں کی خوشگوار مہک بند ہوا میں آمیز ہو کر دماغ کو معطر کرتی معلوم ہوتی تھی۔ ایک بار میں نے کھلی کھڑکی کی راہ سے باغ میں اُگے ہوئے پیڑوں کی طرف دیکھا تو ایسا معلوم ہوا گویا ہر برگ و شجر دم بند کئے کسی واقعہ عظیم کے پیش آنے کا منتظر ہے۔ رفتہ رفتہ اندھیرا پھیلنا شروع ہو گیا اور قلعہ کی بلند کھڑکیوں میں بھی زرد رنگ کی روشنی ٹمٹماتی دکھائی دینے لگی۔

میں نے اٹھ کر بجلی کا ٹیبل لمپ جلا لیا اور دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہوا چاہتی تھی کہ باغ کی روش پر کسی کے پیروں کی چاپ سنائی دی۔ میں نے اندازہ سے جانا ڈاکیہ دن بھر کی آخری ڈاک لے کر آیا ہے۔ جس جگہ ہم رہتے تھے وہاں قریباً ہر وقت سکونِ عظیم کی فضا قائم رہتی تھی۔ بہت کم کسی طرح کے غیر معمولی واقعات پیش آتے اور ملاقاتی لوگ اتنے کم تھے کہ محض پیروں کی چاپ سن کر اس بات کا اندازہ کرنا ممکن ہوتا تھا کہ آنے والا کون ہے۔

میرا خیال صحیح نکلا اور چٹھی رساں فرانز ڈاک کا خریطہ گلے میں ڈالے چٹھیوں اور اخباروں کا بڑا سا بنڈل ہاتھ میں لئے باغ کی راہ سے اس کمرہ میں داخل ہوا جہاں میں میز کے پاس بیٹھی تھی۔ اس میں شک نہیں جیسا میں نے پیشتر لکھا ہے ڈاکٹر ہنش اور ان کی بیوی نہایت ہی مجھ پر بدرجہ غایت مہربان تھے اور ان کے پاس رہتے ہوئے مجھ کو گھر کی سی سہولت حاصل تھی لیکن پھر بھی پردیس میں آدمی کو اپنوں کی یاد اکثر ستاتی ہے۔ بارہا تنہائی میں میرا جی چاہتا کہ انگلستان واپس چلی جاؤں لیکن چونکہ اس جگہ رہتے ہوئے تنخواہ معقول ملتی اور کام ضرورت سے زیادہ نہ کرنا پڑتا تھا اس لئے میں ایک اچھے ذریعہ معاش کو چھوڑ کر واپس انگلستان جانا پسند نہ کرتی تھی پھر بھی گھر سے آئے ہوئے خطوں کو پڑھ کر دل کو اکثر تسکین ہو جاتی۔ یہی وجہ تھی کہ چٹھی رساں فرانز کی آمد ہمیشہ میرے لئے اس لحاظ سے خوش آیند ہوتی تھی کہ شاید گھر سے کوئی خط لے کر آیا ہو۔

اس نے دروازہ میں کھڑے ہو کر سلام کیا اور میں جھٹ ٹوپی کا مسودہ تہ کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے اس انتظار میں کہ دیکھوں وہ کس کس کے خط لایا ہے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

وہیں دروازہ میں کھڑے ہو کر اس نے ایک گھومتی ہوئی نظر کمرہ کے اندر ڈالی پھر کہنے لگا۔

" فرالین[1] میں صدر دروازہ پر گیا تھا لیکن جب معلوم ہوا گھر میں آپ کے سوا کوئی دوسرا موجود نہیں تو سوچا باغ کی راہ سے سیدھا آپ کے پاس جا کر یہ چٹھیاں دے آؤں۔"

" یہ سچ ہے اس لئے کہ ڈاکٹر اور مسز ہنش بعض دوستوں کے ہاں کھانا کھانے گئے ہیں اور نوکرانیاں بھی ایک دن کی چھٹی لے کر کسی قریبی مقام پر میلا دیکھنے چلی گئی ہیں اس لئے میں ہی گھر میں اکیلی ہوں۔"

" بے شک یہی بات ہوئی" فرانز نے جواب دیا " میں نے صدر دروازہ کی گھنٹی بجائی تھی لیکن جب کسی نے آ کر دروازہ نہ کھولا تو اس کمرہ میں روشنی کی جھلک دیکھ کر اس طرف کو چلا آیا۔۔۔ اب گویا آپ اس گھر میں اکیلی ہیں!"

اتنا کہہ کر فرانز نے چٹھیاں چھانٹنی شروع کیں۔

میں قہقہہ مار کر ہنسی اور اس سے یوں کہا۔

" فرانز میں کہاں جا سکتی ہوں دیکھو تو سہی کتنا کام میرے کرنے کے لئے باقی پڑا ہے" اور یہ کہتے ہوئے میں نے میز پر رکھے ہوئے مسودات کے انبار کی طرف اشارہ کیا۔

فرانز چٹھیاں چھانٹتے چھانٹتے رک گیا اور ایک دوبارہ سر اٹھا کر میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

" فرالین اس غیر آباد مقام پر اکیلا رہتے ہوئے کئی طرح کے خطرات پیش آ سکتے ہیں۔ میں نے آج ہی اخبار میں پڑھا تھا کہ ملک کے اندر لوٹ مار اور قتل

---

[1] جرمنی میں "مس" کا مترادف لفظ ہے

کی وارداتیں بڑھتی جاتی ہیں۔ پھر آپ کے رہنے کا یہ مکان کمانڈنٹ ہوس
ایک بالکل علیحدہ مقام پر واقع ہے پیشتر جو صاحب اس گھر میں رہا کرتے تھے۔
ان کی بیوی کبھی ایک پل کو تنہا رہنا قبول نہ کرتی تھیں۔ آپ کو کم از کم کمرہ کی
کھڑکیاں ضرور بند رکھنی چاہئیں۔ کیونکہ ادھر باغ کی سمت میں دُور تک ویرانہ
ہے۔ اور اگر خدانخواستہ کوئی واقعہ پیش آئے تو آپ کے لئے بچاؤ کی کوئی صورت
بھی نظر نہیں آتی۔"

"کیا کہتے ہو فرانز!" میں نے اس کے جواب میں ہنستے ہوئے کہا۔ "کیا
نہیں دیکھتے کہ باغ کے اس پار سرکاری قلعہ کی عمارت واقع ہے اور وہاں ہر وقت
پہرہ دار موجود رہتے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے میں نے اس کے ہاتھ سے وہ چٹھیاں لے
لیں جو اس نے چھانٹ کر نکالی تھیں اور یہ جان کر دل کو بے حد خوشی ہوئی کہ ان
میں میری شادی شدہ بہن ڈلسی کی بھی ایک چٹھی تھی پھر ان خطوں کو احتیاط
سے میز پر رکھتے ہوئے میں نے چٹھی رساں کو مخاطب کر کے کہا۔

"فرانز تم جرمنی کے رہنے والے ہو اور میں نہیں جانتی اس ملک کا کیا
دستور ہے لیکن انگریز لڑکیاں اپنی حفاظت کرنا خوب جانتی ہیں اس لئے وہ
تنہائی سے ذرا نہیں ڈرتیں۔"

"آپ کا فرمانا درست ہے۔" فرانز نے اس کے جواب میں کہا۔ "اور اگر
وہ تمام خبریں جو اخباروں میں سفرجٹ[1] عورتوں کی پُرشور تحریک کے متعلق نکلا
کرتی ہیں صحیح ہوں۔ تو پھر بے شک یہی کہنا پڑے گا کہ آج کل کے زمانہ میں عورتوں
کے مقابلہ میں مردوں کو پناہ دینے کی زیادہ ضرورت ہے۔"

اس پر ہم دونوں قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔ سفرجٹ عورتوں کا مضمون ایسا تھا

---

[1] انگلستان کی حقوق طلب عورتیں جن کی تحریک اس زمانہ میں زوروں پر تھی۔

جس پر فرانز سے اکثر لطیفہ بازی ہوا کرتی تھی۔ بیشتر جرمنوں کی طرح اس کو بھی یقین نہ آتا تھا کہ انگلستان کی عورتیں طلب حقوق کے سلسلہ میں اتنی شورش پیدا کرسکتی ہیں کہ پولیس بھی ان کے مقابلہ میں بے بس ثابت ہوتی ہے۔

"آپ نے قلعہ کی عمارت کا ذکر کیا ہے۔" فرانز نے اُن کھڑکیوں کے اندر چمکتی ہوئی روشنی کی طرف دیکھ کر جو اندھیرے میں قلعہ کی سنگلاخ عمارت کو نمایاں کررہی تھی کہا۔ "بے شک اس میں جو قیدی بند رکھے جاتے ہیں آپ کو ان سے کسی طرح کا اندیشہ نہیں۔ اس کے علاوہ سب اچھے گھرانوں سے تعلق رکھنے والے افسر لوگ ہیں جنہیں کسی خطا کے بدلے اس قلعہ میں قید کردیا جاتا ہے۔ ایسے شریف آدمیوں کی طرف سے کسی خاتون کو خطرہ پیش نہیں آسکتا۔۔"

یہی خیال میرے اپنے دل میں بھی پیدا ہوگیا تھا اس لئے اب جو فرانز نے اس کو بصورت الفاظ بیان کیا تو مجھے اس کی تائید میں اپنے سر کو حرکت دینی پڑی۔ اس جگہ میں سلسلہ داستان کو آگے چلانے سے پہلے یہ بیان کردینا چاہتی ہوں کہ قلعہ شلاز کی عمارت ان دنوں اس طرح کے فوجی افسروں کو زیر حراست رکھنے کے کام آتی تھی جنہوں نے فوجی ضابطہ کے خلاف کوئی قابل اعتراض بات کی ہو۔ مثلاً ڈوئیل لڑنا جوا کھیلنا وغیرہ۔ بسا اوقات ان افسر قیدیوں کو قلعہ سے ان کے زبانی وعدہ کی بنا پر عارضی چھٹی بھی دے دی جاتی تھی تاکہ اگر کسی کو کسی سے ملنا یا ضرورت کی کوئی چیز خریدنا یا بال کٹوانا ہو تو وہ ان کاموں کو آسانی سے کرسکیں۔ چنانچہ قصبہ میں اس قسم کے رخصتی افسر عموماً بلا وردی کمر میں تلواریں لگائے پھرتے دکھائی دیتے تھے۔ درحقیقت اُن کی سزا زیادہ تر اس قسم کی ہوتی تھی کہ وقتی طور پر اُن کی ترقی بند کردی جائے یا انہیں آزادی سے محروم رکھا جائے مگر اس کے باوجود وہ لوگ

قلعہ کے پاسبانوں کی شراکت سے اُس عمارت کے اندر شراب پیتے اور جوا کھیلتے تھے۔ اس کے متعلق نیک دل ڈاکٹر وان ہنٹش نے بھی بعض اوقات کہا بھی تھا کہ اس قسم کی بدانتظامی وقتی حکومت کے لئے باعث نیک نامی نہیں ہو سکتی۔

ہماری کوٹھی کا باغ قلعہ کی دیوار تک پھیلا ہوا تھا اور قلعہ کا فاصلہ اتنا قریب تھا کہ بسا اوقات رات کو جب قیدی افسر شراب پی کر بدمست ہونے اور پُرشور نعرے لگاتے تو اُن کی آوازیں ہمارے مکان پر صاف سنائی دیتی ہیں۔ میں نے بیشتر بیان کیا ہے کہ جس گھر میں میرے آقا مسٹر وان ہنٹش کی سکونت تھی اس کا نام کمانڈنٹین ہوس مشہور تھا۔ وجہ یہ کہ درحقیقت یہ عمارت قلعہ کے کمانڈنٹ کے رہنے کے لئے ہی بنائی گئی تھی لیکن جب قلعہ کے موجودہ مہتمم میجر وان انگ میش نے اپنے عہدہ کا چارج لیا تو انہوں نے سرکار سے کہہ کر اندرون قلعہ میں ہی چند کمرے اپنی سکونت کے لئے حاصل کر لئے۔ وہ کنوارے تھے اور انہیں اپنے رہنے کو کسی غیر معمولی بڑی کوٹھی کی ضرورت بھی نہ تھی یہی وجہ تھی کہ یہ عمارت کچھ عرصہ خالی پڑی رہی۔ جس کے بعد ڈاکٹر وان ہنٹش مقامی عدالت کے جج کی حیثیت میں تبدیل ہو کر اس جگہ آئے اور انہوں نے یہ کوٹھی اپنے رہنے کے لئے طلب کی تو وہ اُن کے حوالہ کر دی گئی۔

اتنے میں چٹھی رساں فرانز کہنے لگا۔

" معاف کیجئے فرالین، میں نے جس خطرہ کا ذکر کیا وہ افسروں کی طرف سے پیش نہیں آ سکتا۔ اس لئے کہ وہ لاکھ قیدی ہوں آخر شریف زادے ہیں۔ میرے کہنے کا مطلب دراصل یہ تھا کہ ان دنوں جب فصل

کٹ چکتی ہے تو بہت سے غریب بھک منگے فقیر دیہات سے شہروں میں آنے لگتے ہیں اور سچ پوچھئے تو میں اُن بے چاروں کو تہم بھی نہیں کرتا بھوکا آدمی سبھی کچھ کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ اوہ فرالین میرا تو عقیدہ ہے جب تک عوام کو معقول تنخواہیں ملنی شروع نہ ہونگی۔ چوری لوٹ مار اور قتل کی وارداتوں کا خاتمہ غیر ممکن ہے آپ اپنے ملک انگلستان ہی کو دیکھیں۔ جو جرمنی کی طرح فوجی اثرات سے دبا ہوا نہیں ہے ۔ ۔ ۔ "

میں حیرت آمیز نظروں سے چٹھی رساں کے منہ کی طرف تکنے لگی۔ اس کے بعد۔

" فرانز کیا تم سوشلسٹ تو نہیں بنگئے؟ تمہاری باتوں سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ اگر کہیں جج صاحب سن پائیں تو ۔ ۔ ۔ "

اس کے سنتے ہی اُسکے برشتہ چہرہ پر پھیکے تبسم کے آثار پیدا ہوئے بظاہر اُس کو میرے اظہار دہشت پر تعجب ہونے لگا تھا۔ اس میں شک نہیں۔ میں جانتی تھی ہمارے ملک انگلستان میں سوشلسٹ ایک منظم جماعت کی صورت رکھتے ہیں اور ان کی بڑی بڑی ٹولیاں عموماً اتوار کے دن جھنڈے ہاتھوں میں لئے پارک میں جمع ہوتیں اور حکومت کے برخلاف تقریریں کیا کرتی ہیں لیکن ملک جرمنی کی کیفیت اس سے جدا تھی۔ خاص طور پر میرے محترم آقا ڈاکٹر وان ہنش تو سوشلسٹ عقائد سے اس طرح ڈرا کرتے تھے۔ جیسے وحشی حیوان آگ کو دیکھ کر۔ انتہا یہ ہے کہ اُن کے ہاں جو اخبارات بھی لئے جاتے کرلیوز نٹنگ کی طرح کے قدامت پسند ہوتے تھے۔ جن میں سوشلسٹوں یا سوشل ڈیموکریٹوں کو خوب جی بھر کر کوسا جاتا تھا۔ ان حالات میں کتنی عجیب بات تھی کہ یہ سرکاری ملازم حکومت جرمنی کا پروردہ سوشلسٹوں کا ہم خیال بنتے

لگا تھا . . . !

میرے اعتراض پر اس نے خشک لہجہ میں محض اتنا کہا۔

"معاف کیجئے فرالین۔ آپ چونکہ آزاد انگلستان کی رہنے والی ہیں۔ اس لئے ایسی باتیں جو کسی جرمن اہلکار کے روبرو نہیں کہی جا سکتیں۔ آپ سے کہنے کی جرأت ہوتی ہے۔"

مگر اس پر بھی چونکہ میں اس مضمون کو خطرناک سمجھتی تھی۔ اس لئے میں نے فوراً اس کو بدلنے کی کوشش کی اور کہا۔

"فرانز کوئی چیز پینے کیلئے دوں؟ موسم گرم ہے اور تم نہ جانے کب سے گھومتے پھرتے ہو . . ."

"میں اس عنایت کا شکریہ عرض کرتا ہوں" فرانز نے ادب آمیز لہجہ میں جواب دیا۔ "بے شک موسم غیر معمولی حابس اور گرم ہے اور میں تو خیال کرتا ہوں رات ہونے سے پہلے پہلے ضرور طوفان آئے گا . . ."

باب - ۲

اندیشے

جس وقت میں فرانز کے لئے دوسرے کمرہ سے ٹھنڈی الماری میں رکھی ہوئی بیر شراب کی بوتل لانے گئی تو کسی دور افتادہ مقام پر بادل اس طرح گرجا گویا توپوں کی باڑھ چلی ہو۔ میں نے ٹھنڈی بیر کا گلاس بھر کے فرانز کے ہاتھ میں دے دیا اور وہ اُسے ایک ہی سانس میں پی گیا پھر جب وہ خالی گلاس

ہاتھ سے رکھ کر رومال سے مونچھیں صاف کر رہا تھا تو میری میز پر رکھے ہوئے برقی ٹیبل لیمپ نے ایک بار اس طرح جھپکیاں لیں گویا گل ہوتے ہوتے بچا ہے۔

"میرے خدا کہیں بجلی تو فیل نہ ہو جائے گی"۔ میں نے یہ حالت دیکھ کر پریشانی کے لہجہ میں کہا۔ "اول تو میں رات کو سونے سے پیشتر یہ جتنا مضمون باقی ہے ٹائپ کر لینا چاہتی ہوں۔ اس کے علاوہ چونکہ گھر میں کوئی اور موجود نہیں اس لئے گھپ اندھیرے میں . . ."

"اوہ فرالین" فرانز اپنے شانہ سے لٹکائے ہوئے تھیلے کا بوجھ ہموار کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "پاور ہاؤس کا لوڈ ان دنوں غیر معمولی زیادہ ہے۔ گذشتہ موسم سرما میں جب ہز میجسٹی شاہ قیصر شلاز کا دورہ کرنے آئے تو مقامی کمیٹی کے پاس اتنا سرمایہ نہ تھا کہ پوری طرح دیپ مالا کر سکتے۔ میرا اپنا خیال تو یہ ہے جب تک قصبہ کی کمیٹی میں کچھ سوشلسٹ ممبر شامل نہ ہوں گے یہ سب کام یونہی ادھورے رہیں گے۔ تاہم میرا دل کہتا ہے کہ وہ وقت عنقریب آنے والا ہے جب ایک زبردست جد و جہد شروع ہوگی . . ."

"شاید تمہارا اشارہ جرمنی کی مختلف سیاسی جماعتوں کی باہمی جد و جہد کی طرف ہے۔" میں نے اس پر کہا "لیکن چونکہ میں مقامی معاملات سیاست سے بالکل بے بہرہ ہوں . . ."

"فرالین اس بڈھے چٹھی رساں کی بات یاد رکھئے" فرانز نے پرجوش لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ "اب کی مرتبہ وہ جد و جہد ہوگی جو صرف دائرہ سیاست ہی تک محدود نہ رہے گی۔ یہ کوئی اس طرح کی کشمکش نہیں۔ جیسی ملک کی سیاسی جماعتوں میں ہوا کرتی ہے بلکہ وہ جنگ ہے فوج اور عوام الناس کی۔ جس کا انجام

صرف ایک ہو سکتا ہے یا ملکی انقلاب . . . یا کوئی جنگ عظیم ۔"
باہر پھر ایک مرتبہ بادل گرجنے کی آواز سنائی دی ۔
انقلاب . . . !
انقلاب کا لفظ فرانز کے منہ سے سُن کر میں ہنسے بغیر نہ رہ سکی ۔
" یہ آج تم کس طرح کی بہکی باتیں کرنے لگے ہو ۔" میں نے اُس سے مخاطب ہو کر کہا " اگر یہ کہتے کہ انگلستان میں انقلاب ہونے والا ہے تو بات غلط ہوتی لیکن داخل امکان سمجھی جا سکتی تھی ۔ اس لئے کہ کوئی نہیں کہہ سکتا کب صوبہ السٹر میں خانہ جنگی شروع ہو جائے اور وہ کیا سے کیا صورت اختیار کر لے لیکن جرمنی میں . . . ! اس جگہ ایسی باتیں منہ سے نکالنا ہی بے کار ہے ۔ تم خوب جانتے ہو ہمارے شہنشاہ قیصر کس شان و شوکت کے مالک ہیں ملک خوشحال ہے شہر بارونق آباد اور اس قسم کے باغات سے آراستہ ہیں جن میں لوگ اپنے بیوی بچوں کو سیر کے لئے لے جا سکتے ہیں پھر شاندار تھیٹر اور میوزک ہال تفریح کیلئے موجود ۔ حالانکہ ان باتوں میں انگلستان کی عام پبلک جرمن رعایا سے بہت پیچھے ہے ۔ باقی رہا جنگ کا سوال تو بے شک سنسنی پھیلانے والے اخبار ہر دن ایسی باتیں لکھا کرتے ہیں مگر کسی کو ان پر یقین نہ کرنا چاہیئے ۔ انگریزی اخبار ڈیلی میل ایسے معاملات میں سب سے آگے قدم رکھتا اور نت نئے فتنے بیدار کرنے کی کوشش کیا کرتا ہے لیکن اس کے باوجود جرمنی اور انگلستان کے تعلقات آج بھی اتنے ہی خوشگوار ہیں ۔ جتنے کبھی زمانہ میں تھے . . . "

لیکن معلوم ہوتا ہے فرانز کا میری باتوں سے بالکل اطمینان نہ ہوا تھا ۔ اس نے کیپ اٹھا کر دوبارہ سر پہ رکھ لی اور تھیلے کو جنبش دیتے ہوئے

کہنے لگا۔

"فرالین یہ جو کچھ آپ کہتی ہیں بے شک صحیح ہوگا۔ لیکن ہمارے ملک میں ضرورت سے بہت زیادہ فوج جمع ہے۔ اور فوج کا کام ہے جنگ کرنا۔ باقی رہا آغازِ جنگ کا سوال۔ تو اس کے لئے بہانہ تلاش کر لینا کبھی مشکل نہیں ہوتا۔ میں نے آپ کی سرزمین انگلستان کا حال بعض دوستوں کی زبانی سُنا ہے۔ اُس ملک کی پارلیمنٹ صحیح معنوں میں رعایا کی قائم مقام ہے۔ وزارتیں بنانا اور توڑنا جس کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ حالانکہ میرے اس بدنصیب ملک جرمنی میں بھی ریش سٹاگ کے نام سے جو پارلیمنٹ موجود ہے۔ اُسے کچھ بھی اختیارات حاصل نہیں۔ میں تو سچ کہتا ہوں فرالین ہمارا ملک ایک فوجی ملک ہے جس میں عام شہری کی کوئی ہستی نہیں اور اگر کوئی بدنصیب موجود نظام کے برخلاف آواز بلند کرنا چاہے تو اُسے تیر و تفنگ کے زور سے فوراً ہر کے مقام پر بٹھا دیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں وہ چیز جسے شخصی آزادی کہتے ہیں نابود ہے۔ یوں کہنے کو [illegible] باتیں کہہ دیتے ہیں لیکن اگر ان کی خبر کسی طرح [illegible] اعلیٰ کو ہو جائے تو مجھے فوراً موقوف کر دیں گے۔ [illegible] خیال نہ آئے گا کہ اس غریب کے ننھے بچے بھوکے مر جائیں گے لیکن کیا کروں۔ دل کے پھپھولے پھوڑنے ہی پڑتے ہیں۔ خوب جانتا ہوں ملک کے اندر سطحی امن اور خوشحالی ہے لیکن فقط تلوار کے زور سے۔ اس بدنصیب ملک میں صرف تلوار ہی کی حکومت ہے خواہ وہ تلوار اپنوں کے گلے پر پھیری جائے یا بیگانوں کے۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ جب فوج کو اظہار جوش کا اور کوئی رستہ نظر نہ آیا تو ناگزیر جنگ شروع ہوگی ..."

میں پھر ایک مرتبہ قہقہہ مار کر ہنسی، فراتز کی بھولی باتیں سن سن کر سخت

حیرت ہو رہی تھی آخر کار میں نے بے اعتباری کے لہجہ میں کہا۔

"فرانز تم ہر بار جنگ کا ذکر کرتے ہو۔ ۔ ۔ آخر وہ جنگ کس کے ساتھ ہوگی؟"

چھتیس سالہ فرانز نے فوراً ہی اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ بظاہر وہ کسی گہری سوچ میں پڑا تھا۔ اس موقعہ پر ہوا کا پہلا تیز جھونکا باغ میں اگے ہوئے درختوں کی شاخوں کو سرنگوں کرتا گرد و غبار سمیٹا ہوا کمرہ میں داخل ہوا قلعہ کی اونچی دیواروں کی پشت پر ڈوبتا ہوا سورج تلوار کی مانند چمکتی دکھائی دینے لگی تھی اور اس کے ساتھ ہی دھارے کرنے کے ہر لحظہ تیز تر ہوتے جاتے تھے۔

اس نے ایک بار احتیاطاً پشت پر نظر ڈالی۔ پھر میرے قریب تر آکر دبی آواز سے کہنے لگا۔

"فرالین آپ کو میری باتوں کا یقین نہیں ہوتا۔ لیکن فوجی بارکوں میں عجیب و غریب واقعات پیش آ رہے ہیں۔ کارخانوں میں فوجی ضروریات کا سامان بڑی سرگرمی سے شب و روز تیار ہوتا ہے۔ فوج کے لئے گہرے رنگ کی نئی وردی تیار کی گئی ہے جیسی پیشتر کبھی استعمال نہ ہوئی تھیں۔ اب آپ ہی کہیے ان سب باتوں کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟"

اس کی پُر اعتماد اور حلیم کھوئی کھوئی آنکھیں اس کتّے کی طرح جو مالک کی طرف دیکھ رہا ہو میرے منہ کو تکنے لگی تھیں۔ مگر مجھ پہ اس طرح کا جوش اس پر طاری تھا کہ میں بے اختیار ایک قدم پیچھے ہٹ گئی اور اس نے میرے جواب کا انتظار نہ کرتے ہوئے خود ہی کہنا شروع کیا۔

"درحقیقت یہ وردی میدان جنگ میں استعمال کے لئے بنائی گئی ہے دوسرے لفظوں میں جرمن فوج اس ہونے والی جنگ کے لئے تیاریاں مکمل کر رہی ہے اگر ان سب باتوں کے معنی یہ نہیں کہ میرا ملک جنگ کرنا چاہتا ہے"

تو فرمائیے اس کے معنی اور کیا ہو سکتے ہیں ؟ "

لیکن فرانز کی ان باتوں نے میرے دل پر کوئی خاص اثر پیدا نہ کیا کیونکہ اُسی دن سہ پہر کو میں کافی کلاش کے قہوہ خانہ میں کئی فوجی افسروں کو دیکھ چکی تھی جن میں ایک خوش ادا ہونہار لفٹننٹ رڈی وان لینز - میرا بہت گہرا دوست بھی شامل تھا ہم لوگ دیر تک ہنستے باتیں کرتے اور رقص میں حصہ لیتے رہے تھے - لیکن کیا مجال کسی کے مُنہ سے اِشارۃً بھی جنگ کے بارہ میں کوئی لفظ سننے میں آیا ہو - اس سے بھی زیادہ قلعہ کے موجودہ کمان افسر میجر وان اتگ مِش نے ایک رقعہ اس مضمون کا تحریر کر کے بھیجا تھا کہ میں رات کے وقت ملنے کے لئے آؤں گا - لیکن میں چونکہ جانتی تھی ڈاکٹر وان ہنش اور اُن کی بیوی مکان پر نہ ہوں گے - اس لئے میں نے ایک رسمی جواب اس مضمون کا لکھ کر روانہ کر دیا تھا - کہ اس عزّت افزائی کو کسی دوسرے موقعہ کے لئے ملتوی رکھا جائے - ان سب باتوں کے پیشِ نظر میں نے چٹکی رساں فرانز سے کہا -

" تم جنگ کا ذکر کرتے ہو اور نہ جانے کہاں سے سُن آئے ہو کہ ملک کے اندر اس سلسلہ میں عظیم تیاریاں جاری ہیں - لیکن میں کہتی ہوں اگر جنگ شروع ہونے والی ہوتی تو کیا فوجی افسروں کو اس طرح کھلا پھرنے اور رقص سرود کی محفلوں میں حصّہ لینے کی اجازت دی جاتی ؟ . . . یا کیا میجر وان اتگ مش کو اس سے بہتر کوئی کام درپیش نہ ہوتا کہ وہ اپنا قیمتی وقت دوستانہ ملاقاتوں میں ضائع کرتا پھرے ؟ تم بار بار جنگ کا ذکر کرتے ہو لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جرمنی آخر کس سے جنگ کیا چاہتا ہے . . . ؟ "

فرانز نے شکوک پیرایہ میں ایک دوبارہ سر کو حرکت دی - اس کے بعد کہنے لگا -

" فرالین۔ مَیں اس بارے میں فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس لئے کہ میں سیاست داں نہیں ہوں۔ ممکن ہے یہ آگ بلقانی ریاستوں سے شروع ہو کر دوسرے ملکوں تک پھیل جائے۔ اخباروں میں اکثر لکھا جاتا ہے کہ آسٹریا کے آرچ ڈیوک اور اس کی بیوی کی قتل کی جو واردات سرویا میں ہوئی تھی۔ اس کے متعلق حکومت سرویا سے جواب طلب کر رہی ہے . . . "

" اور یہ ہونا بھی چاہیئے "، مَیں نے اس کی تائید کرتے کہا۔ " ڈاکٹر وان ہنش اکثر کہا کرتے ہیں کہ جو کچھ ہُوا حکومت سرویا کی تحریک پر ہی ہُوا تھا۔ جائے غور ہے ایک ناکردہ گناہ شہزادہ اور اس کی بیوی کو اکیلے دردی سے ہلاک کر دیا گیا . . . "

چٹھی رساں نے پھر ایک مرتبہ اپنے تھیلے کے بوجھ کو ہموار کیا۔ اس کے بعد رخصت کی تیاری کرتے ہوئے کہنے لگا۔

" بی بی میرا اپنا عقیدہ تو یہ ہے کہ جو کچھ ہونا ہو۔ ضرور ہو کر رہتا ہے اچھا اب مَیں شب بخیر عرض کرتا ہوں "۔ اس نے پیچھے کی طرف باغ میں نظر ڈالی۔ جہاں گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ہوا بند ہونے سے سارے درخت بظاہر بے جان و بے حرکت نظر آتے تھے۔ " ابھی کافی ڈاک تقسیم کے لئے باقی ہے اور نہیں کہہ سکتے یہ طوفان کس وقت شروع ہو جائے۔"

" شب بخیر فرانز "، مَیں نے جواب میں کہا اور میز پر رکھی ہوئی چٹھیوں کو دیکھنے کی تیاری کرنے لگی۔

چٹھی رساں فرانز دروازہ کے پاس جا کر پھر کھڑا ہو گیا اور التجائی لہجہ میں کہنے لگا۔

" فرالین یہ جو کچھ مَیں نے آپ سے کہا ہے۔ خدا کے لئے اس کا ذکر

کسی اور سے نہ کیجئے۔ ورنہ مجھ کو مبتلائے مصیبت ہونا پڑے گا۔"

"تم اس کا خیال ہی نہ کرو" میں نے اس کو جواب دیا۔ "میں نے ابھی سے ساری باتیں فراموش کر دی ہیں اور تم کو بھی یہی صلاح دیتی ہوں کہ ان کو بھول جاؤ۔"

مگر اس نے مشکوک انداز سے ایک دو بار سر ہلایا۔ اس کے بعد یہ کہکر رخصت ہوا۔ "خدا کرے آپ آرام کی نیند حاصل کر سکیں۔"

"یہی میری اپنی دعا ہے" میں نے جرمن زبان میں جواب دیا۔

ان لوگوں کی واقفیت کیلئے جو ملک جرمنی کی بولی سے آگاہ نہیں ہیں میں اتنا تحریر کر دینا چاہتی ہوں کہ جرمن زبان بھی چینی اور ہندوستانی زبانوں کی طرح پُر تکلف کلمات سے بھری ہوئی ہے اور روزمرہ کی زندگی میں ایسے کلمات کا استعمال عام ہے۔

بہرحال وہ اس کے بعد رخصت ہوگیا اور مجھے باغ کی روش پر اُس کے ہٹتے ہوئے قدموں کی آواز تھوڑی دیر سنائی دیتی رہی۔

عین اس موقعہ پر بجلی بہت تیز چمکی اور اس کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ باغ کا ہر برگ و شگوفہ ہوا میں بالکل بے جان اور بے حرکت نظر آتا تھا۔ میں نے میز کے پاس بیٹھ کر بہن ڈلسی کا خط کھولا اور اُسے پڑھنے کی تیاری کرنے لگی۔

اسی وقت بادل پھر بڑے زور سے گرجا۔ طوفان کی آمد اب ہر لحظہ قریب تر دکھائی دیتی تھی۔۔۔

باب - ۳

چٹھی

چٹھی رساں فرانز کی باتوں نے میرے اندر ایک عجیب طرح کی بے چینی پیدا کر دی تھی۔ میرا اشارہ اس کی ان باتوں کی طرف نہیں۔ جو اُس نے جنگ کے بارہ میں کہی تھیں۔ کیونکہ اگر فوجی بارکوں میں کسی طرح کی نقل و حرکت جاری ہوتی تو میں آسانی سے سمجھ سکتی تھی کہ محض ضابطہ کی کارروائی ہے ورنہ جنگ کی تیاریوں کا خیال بھولے سے بھی دل میں پیدا نہ ہو سکتا تھا۔

قلعہ شلاز کے اکثر فوجی افسروں سے جب کبھی ملنے کا اتفاق ہوتا۔ یہی کہا کرتے تھے کہ انہیں ہر وقت گوناں گوں تیاریوں پر مجبور کیا جاتا ہے گو انہیں بالکل معلوم نہ تھا کہ یہ تیاریاں کس سلسلہ میں ہیں۔ کیا کسی اعلےٰ فوجی افسر نے معائنہ کے لئے آنا ہے . . . یا مصنوعی جنگ کی تیاریاں کی جانی ہیں یا کچھ اور . . .

درحقیقت میرے خیالات اس وقت سب سے زیادہ ان آوارہ گرد جرائم پیشہ لوگوں کی طرف لگے ہوئے تھے جن کی طرف فرانز نے اشارہ کیا تھا کہ فصل کٹنے کے بعد فکر معاش میں شہری آبادی کا رُخ کیا کرتے ہیں۔ مَیں پیشتر بیان کر چکی ہوں کہ ہمارا مکان قصبہ کی حدود سے باہر ایک علیحدہ مقام پر واقع تھا۔ آس پاس قلعہ کی عمارت کے سوا کوئی دوسری آبادی نہ تھی اور ہم اخبارات میں آئے دن کشت وخون کی وارداتوں کا حال چھپا کرتا تھا۔

ایک بار جی میں آئی احتیاطاً کمرہ کی کھڑکیاں بند کر دوں۔ لیکن ہوا بند تھی۔ کھڑکیاں بند کرنے سے اور بھی زیادہ دم گھٹنے لگیگا۔ اس لئے میں نے اُن کو کھلا ہی رہنے دیا۔ البتہ از روئے احتیاط اس میز کا خانہ کھول کر جو کمرہ کے وسط میں رکھی تھی اور جس پر میرا ٹائپ رائیٹر رہتا تھا۔ میں نے یہ دیکھنا ضروری سمجھا کہ ڈاکٹر وان ہنش کا بڑا سا ریوالور جسے وہ احتیاطاً میز کے خانہ میں رکھا کرتے تھے اس جگہ موجود ہے یا نہیں؟ وہ بے شک وہیں رکھا تھا اور میں نے دیکھا۔ اس میں گولیاں بھی بھری ہوئی تھیں۔ اس بارہ میں مطمئن ہو کر میں دلجمعی کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گئی اور بہن کا خط پڑھنے کی تیاری شروع کی۔

آج مدت مدید کے بعد وہ خط مجھے چند پرانے کاغذات میں پڑا ہُوا ملا ہے۔ اس خس و خاشاک کی مانند جو طوفان عظیم یا دریا کی ہولناک طغیانی کے بعد کسی مقام پر پڑا ہُوا نظر آئے۔ میں نے اس کو ایک بار پھر پڑھا ہے۔ اس میں زیادہ تر اس تجویز کا حال درج تھا جو بہن ڈاسی اور اس کے شوہر جم نے اس بارہ میں سوچی تھی کہ میں موسم گرما کی تعطیلات جرمنی کے وشنت سے ہمراہ کی کوٹھی میں ان کے پاس رہ کر گزاروں۔ خط میں لکھا تھا۔ جولائی کے آخری ہفتہ میں برلن چلے آنا۔ ہم لوگ بھی امریکن دو منزلہ مکان پر ٹھہرے ہوئے ہوں گے۔ اور یکم اگست تک وہیں قیام کریں گے۔ چونکہ ڈاکٹر وان ہنش اور اُن کی نیک نہاد بیوی کا اپنا ارادہ ۲۴ جولائی کو کارلس باد کے تفریحی مقام پر چلے جانے کا تھا۔ اس لئے ڈلسی کی پیش کردہ تجویز ہر لحاظ سے موزوں نظر آتی تھی . . .

لیکن آہ ۔ وہ نہ بھولنے والی تاریخیں!

اس وقت بدلے ہوئے حالات میں بہن کا خط دوبارہ پڑھا تو بے اختیار جی میں خیال آیا۔ اس قادر مطلق کا یہ انتظام کتنا مکمل اور بے عیب ہے کہ آدمی

مستقبل کے حالات سے واقف نہیں۔ جب ڈلسی یہ خط لکھنے بیٹھی تو نہ اُس کو خیال آیا ہوگا اور نہ سمجھی کہ اُس وقت جب ماہ جولائی کی اُس طوفانی رات کو جب کہ قلعہ شلاز کی لپشت پر بجلی کی چمک ہر لحظہ تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ مَیں سلمٰے ڈاکٹر وان ہنش کے کمرہ میں بیٹھ کر اُس کا مضمون پڑھا ۔۔۔ میں کہتی ہوں نہ ڈلسی کو اور نہ مجھے خواب میں بھی اس کا خیال آ سکتا تھا کہ یہ چند دن کا عرصہ تاریخ عالم میں نمایاں سنگ میل کا درجہ حاصل کر سکے گا!

ڈلسی کو جم کے ہمراہ جو آخرکار میدان جنگ میں کام آیا اور کیمل پہاڑی کے دامن میں بے فکر پڑا سوتا ہے ۳۱ جولائی کو لندن سے جرمنی روانہ ہونا تھا۔ لیکن یہی وہ تاریخ تھی جب دو وسیع سلطنتوں کے درمیان وہ خفیہ پیغامات آتشی لکیر کی مانند پھرتے دیکھے گئے جن کے ذریعہ سے لاکھوں کی فوج کو اسلحہ بند کرنا منظور تھا۔ اسی طرح یکم اگست کی وہ تاریخ تھی جب مجھے برلن میں بہن سے جا کر ملنا تھا۔ لیکن یہی وہ دن تھا جب جرمنی نے روس کے بر خلاف اعلان جنگ کیا۔ اسی طرح اگست کی دوسری تاریخ کو ہمارے برلن سے دشت سیاہ کی کوٹھی کی طرف روانہ ہونے کی تاریخ تھی۔ حملہ آور فوج نے انسانی خون کے پہلے عزیز قطرے سرزمین فرانس پر گرائے۔ آج مَیں عرصہ دراز کے بعد اس خط میں یہ لکھا ہوا دیکھتی ہوں کہ جم نے چوتھی تاریخ سے مکان کرایہ پر لینے کا انتظام مکمل کر لیا ہے اور سوچتی ہوں کہ یہی ۴ اگست کی وہ نہ بھولنے والی تاریخ تھی جب حکومت برطانیہ کو حالات کے زیر اثر میدان جنگ میں اُترنے پر مجبور ہونا پڑا ۔ ۔ ۔ "

ڈلسی کو خط لکھنے میں کمال حاصل تھا۔ چھوٹی سے چھوٹی باتیں اِس دلچسپ طریقہ پر لکھتی کہ واقعات کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا۔ ڈلسی

سے مجھ کو ہمیشہ بہت گہری محبت رہی ہے۔ شاید اس لئے کہ ہمارا کوئی بھائی نہ تھا۔ اور ماں ہمارے بچپن ہی میں انتقال کر گئی تھی اس کے علاوہ ایک زنجیر اور بھی جو ہمیں ایک دوسرے سے وابستہ کرنے کا ذریعہ ثابت ہوئی یہ تھی کہ ہماری چھوٹی عمر میں ہی والد فوجی ملازمت کے سلسلہ میں سمندر پار ہندوستان چلے گئے تھے اور گھر پر ہم دو بہنیں ہی رہا کرتی تھیں۔

لیکن ایلس کی اس گہری محبت کے باوجود ڈلسی کی اور میری طبیعتوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ وہ طبعاً امن پسند اور آرام کی گھریلو زندگی بسر کرنے کی خواہشمند تھی۔ لیکن میرے مزاج میں جیسا کہ والد اکثر کہا کرتے تھے شروع سے ہی رومان اور مہمی واقعات میں حصہ لینے کا شوق غالب رہا تھا موجودہ ملازمت کے سلسلے میں شلاز آنے سے پہلے میں برلے کے مقام پر بہن اور بہنوئی کے پاس رہا کرتی تھی۔ انہی ایام میں میری وان ہنش نے جو ڈاکٹر وان ہنش کی اکلوتی بیٹی اور میرے ساتھ سکول میں پڑھا کرتی تھی لیکن جو میرے شلاز آنے سے پہلے ہی شادی کر کے امریکہ روانہ ہو گئی تھی۔ ایک دن ذکر چھیڑا کہ اس کی ماں کو ایک پرائیویٹ سیکرٹری کی خدمات درکار ہیں۔ میں پہلے ہی بیان کر چکی ہوں کہ مسز وان ہنش کا نام لوسی دارلے کی حیثیت میں بطور ناولسٹ عالمگیر شہرہ حاصل کر چکا تھا۔ میں ان دنوں بہن کے پاس رہتے ہوئے لندن کے حصہ شہر کے کسی دفتر میں ٹائپسٹ کا کام کیا کرتی تھی۔ جب میں نے میری کی تجویز کا ذکر بہن سے کیا تو ڈلسی نے میرا یورپ جانا ناپسند کرتے ہوئے اس کی مخالفت شروع کی۔ اس کی دلی آرزو تو یہ تھی کہ میں بل برینڈٹ سے شادی کر کے وہیں انگلستان میں آرام و اطمینان کی زندگی بسر کرتی رہوں نہ اس کو میری ملازمت پسند تھی نہ جرمنی کا سفر

لیکن ایمان کی بات یہ ہے کہ اپنے صدہا اوصاف کے باوجود بل مجھے ایک آنکھ نہ بھاتا تھا وہ ایک سہل پسند کاہل الوجود آدمی آرام سے زندگی بسر کرنے کا خواہشمند تھا اور اگر سچ مچ میری شادی اُس سے ہو گئی ہوتی تو نہ وہ واقعات عجیب جو مجھے آگے چل کر بیان کرنے ہیں پیش آتے نہ اس داستان کو حلقۂ تحریر میں لانے کی ہی ضرورت محسوس ہوتی . . .

لیکن ۲۲ سال کی عمر میں میری رومان پسندی زوروں پر تھی اور میں سب سے کم آرام و قناعت کی زندگی بسر کرنا پسند کرتی تھی۔ میں پیشتر لکھ چکی ہوں کہ میری طبیعت میں پُرجوش اور ہنگامہ خیز واقعات میں حصہ لینے کا شوق غالب رہا ہے اس لئے میں نے بل سے شادی کرنے سے فیصلہ کن طریقہ پر انکار کر دیا اور شام تر چلی آئی۔

میری پیاری بہن ڈلسی اپنے جسم کے۔ بچوں کے اور دوسرے معاملات کے بارہ میں نیز میرے انکار کے باوجود بل کے بارہ میں بھی بیسیوں باتیں خط میں لکھا کرتی تھی۔ چنانچہ اُس مہ بھونچے والی رات کو جب میں نے اس کی چھٹی کا مطالعہ شروع کیا تو اتنا گہرا انہماک مجھ پر طاری ہوا کہ بجلی کی چمک۔ بادل کی گرج اور باغ سے آنے والی پھولوں کی مہک ساری باتیں یکسر نظر انداز ہو گئیں۔ اس نے کاغذ کے کئی تختوں پر خط لکھا تھا اور اس کی عجیب باتوں کو پڑھتے ہوئے وہ اندیشے بھی میرے دل سے یکسر محو ہو گئے جو چٹھی رساں فرانز کی باتوں نے پیدا کئے تھے۔ یہاں پر میں اس کی تحریر کا تھوڑا سا حصہ بطور نمونہ پیش کرتی ہوں:-

الوا کی شام کو تم وقت ملتے کے لئے ہمارے مکان پر آیا اور آتے ہی سب سے پہلا سوال تمہاری نسبت پوچھا کہ آیو یا کا حال کیسا ہے؟ میری عزیز

چھوٹی بہن اگر میرا کہا مانو تو اس غریب کو مایوس نہ کرو۔ کم از کم اُسے مختلف اوقات میں خط تو ضرور لکھتی رہا کرو۔ پچھلے دنوں اس نے گونف کے کھیل میں ایک تمغہ بھی حاصل کیا تھا اور اس نے اس کا ذکر فاخرانہ پیرایہ میں اس چٹھی میں کیا۔ جو اس نے تمہارے نام روانہ کی تھی۔ مگر تم نے تو اس کے خطوں کا جواب دینے کی قسم کھا رکھی ہے اب وہ بے چارہ بار بار شکائیت کیا کرتا ہے۔ کہ شاید شلاز رہتے ہوئے تم نے کسی نوجوان جرمن فوجی افسر سے محبت کرنی شروع کر دی ہے سچ کہنا چھوٹی بہن کیا ایسا تو نہیں ہے؟ جم کو اس کا حال معلوم ہوا تو بولا۔ اگر سچ مچ آلیویا نے کسی جرمن افسر سے شادی کر لی تو میں نتیجہ کی پروا نہ کرتے ہوئے ضرور ایسے آدمی کو گولی مار کر مار ڈالوں گا۔ بہر حال لکھنا تو سہی۔ کیا جرمن افسروں سے تمہارا اکثر میل جول ہوتا ہے کیا وہ لوگ تمہاری نیلیں آنکھوں اور گھن کے سیاہ بالوں کو دیکھ کر فریفتہ نہیں ہو جاتے؟ چونکہ اُن کے ملک جرمنی میں عورتوں کے بال بھورے یا ہلکے سنہرے ہوتے ہیں۔ اس لئے تمہاری خوبصورتی ضرور اُن کے لئے دلچسپ اچنبھا ہوتی ہوگی۔ چند دن گذرے مرے کی دوکان پر میبل فورڈچ سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اس نے حلیبی میں تصویر کشی کا سٹوڈیو کھولا اور سر کے بال کٹوا دیئے ہیں۔ مجھے تو اس کی صورت بہت بھدی معلوم ہوئی۔ بالکل مردوں جیسی۔ اور کئی کئی لوگ اس کی طرف گھور گھور کر دیکھتے تھے۔ اس جگہ انگلستان میں آج کل سفرجیٹ عورتوں کا بہت زور ہے۔ شاید تم نے سنا ہو۔ انہوں نے ایک موقعہ پر ویسٹ منسٹر کی عمارتوں کو بارود سے اڑا دینے کی بھی کوشش کی تھی۔ جمعرات کے روز جم مجھے شہر میں لے گیا تھا۔ کیونکہ اس روز ہماری شادی کی سالگرہ تھی۔ ہم نے رٹز کو ڈنر پر [illegible] کھانا کھایا اور بعد میں کرشیرین تھیٹر میں ایک نیا

کھیل دیکھنے چلے گئے لیکن معلوم ہُوا کوئی پُرانا کھیل تھا جس کا صرف نام بدلا گیا ہے لیکن تھا دلچسپ اور اب اس کا عجیب نام رکھا گیا ہے۔ "کاغذ کا ایک پُرزہ" میں ایسے ناموں کو پسند نہیں کرتی۔ لیکن مجموعی طور پر کھیل پُرانا تھا میں نے سُنا ہے۔ آتی سردیوں میں فیشن کی ایک نئی تبدیلی ہوگی۔ جس میں عورتوں کو اپنے ٹخنے برہنہ رکھنے پڑیں گے۔ اوروں کی بات تو میں نہیں جانتی لیکن وہ عورت جو ہمارے ہمسایہ میں رہتی ہے یقیناً اپنی بدنمائی لوگوں کی نظروں میں لانا پسند نہ کرے گی۔ لیکن ہم تم اس بارہ میں فکرمند نہیں ہیں...

میں نے صرف نمونہ کے طور پر ڈلسی کے خط کا یہ تھوڑا سا حصہ پیش کیا ہے۔ ایسے ہی کئی ورق اور تھے جن میں دنیا جہان کی سبھی طرح کی خبریں درج تھیں اور میں شاید انہیں پڑھتی چلی جاتی۔ لیکن عین اس وقت...

باب - ۴

طوفان۔ پُراسرار آواز

دفعتاً بڑے زور کی بارش پُرشور آواز سے ہونی شروع ہوگئی۔ موسلا دھار مینہ برسنے لگا۔ باغ میں اُگے ہوئے پودوں کے پتوں نیز فرش زمین پر پانی گرنے سے ایک نئی طرح کی خوشگوار مہک کمرہ میں آنی شروع ہوگئی حالات کی اس اچانک تبدیلی نے مجھے ڈلسی کا خط نا تمام ہی چھوڑ دینے پر مجبور کیا اور میں یہ معلوم کرنے کو اپنی جگہ سے اٹھی کہ پانی کی بوچھاڑ سے کمرہ کا فرش

تو خراب نہ ہو رہا ہوگا۔

چونکہ میری نیک دل مالکن مسز وان ہنش کو جرمنی میں رہتے ہوئے کافی عرصہ ہو چکا تھا۔ اس لئے اس ملک کی عورتوں کی طرح وہ بھی اس کا خاص خیال رکھتی تھیں کہ کمرہ کا کوئی سامان کسی وجہ سے خراب نہ ہونے پائے۔ میں دوڑی دوڑی اس مقام کی طرف گئی جہاں کھڑکیاں واقع تھیں۔ اتنے میں ہی فرش کا بڑا حصہ بھیگ چکا تھا۔ میں نے کھڑکیاں بند کر دیں اور اس وقت ناگاہ میری نظر دیوار پر لگی ہوئی کلاک کی طرف گئی پورے دس بجے تھے۔ کھڑکیاں بند کرنے کے بعد میں وہ دروازہ بھی بند کیا چاہتی تھی۔ جس میں کھڑا ہو کر چٹھی رسان فرانز مجھ سے باتیں کر رہا تھا لیکن عین اس وقت بارش کی آواز سے تیز تر اور واضح باغ کی پختہ روش پر کسی کے پیروں کی چاپ سنائی دی! ابھی ڈاکٹر وان ہنش یا ان کی بیوی یا نوکرانیوں کے واپس آنے کا وقت نہ ہوا تھا۔ اس کے علاوہ میں اچھی طرح جانتی تھی کہ مالک اور مالکن سیدھے صدر دروازے پر آئیں گے اور وہیں ان کی کار آکر رکے گی۔ ان کے پاس صدر دروازہ کی کنجی تھی۔ پس ان کو کیا پڑی تھی کہ عمارت کا طواف کرکے باغ کا رستہ اختیار کرتے۔ رہ گئیں نوکرانیاں۔ تو ان کی آمد و رفت کا رستہ چونکہ علیحدہ تھا اس لئے ان کے بھی اس طرف آنے کی کوئی امید نہ تھی۔

اس کے باوجود آواز جو مجھ کو سنائی دی۔ اتنی واضح صاف اور بارش کی ملی جلی آوازوں سے بلند تر تھی کہ میں دروازہ کے پاس کھڑی ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہوئی "کون ہے ۔۔۔؟"

اس کے ساتھ ہی آواز آنی بند ہو گئی! ۔ اب صرف برستے پانی کی تیز

اور پُرشور آواز ہی کانوں میں آتی تھی - اس کے سوا اور کچھ نہیں! باغ میں ہر طرف گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا اور جس مقام پر میں کھڑی تھی اس دروازہ کی راہ سے برقی لمپ کی جو تیز روشنی باہر تک جاتی تھی اُس میں پانی کی بوندیں نہ ختم ہونے والی موتیوں کی لڑیوں کی مانند آسمان سے اُترتی دکھائی دیتی تھیں۔

دفعتاً بجلی بڑے زور سے چمکی اور ایک ثانیہ کے عرصہ قلیل کے لئے اس کی تیز روشنی نے باغ کا سارا منظر نمایاں کر دیا - جھاڑیاں اور پودے بارش کے زور سے شاخیں جھکائے کھڑے تھے اور سامنے قلعہ کے برج پر لگا ہوا سرکاری جھنڈا صاف دکھائی دیتا تھا۔ لیکن ان تمام چیزوں کے علاوہ بجلی کی اس تیز روشنی میں میں نے کچھ اور بھی دیکھا - یعنی کوئی مرد دروازہ سے تھوڑے فاصلہ پر جس جگہ پیڑوں کا جھنڈ تھا دبکا ہوا کھڑا نظر آیا۔

اس کی گردن نیچے کو جھکی ہوئی تھی - اس لئے میں فوراً ہی اس کی صورت نہ دیکھ سکی - لیکن وہ خواہ کوئی ہو - اس کی بے وقت آمد میرے دل میں صدہا اندیشے پیدا کرنے کا ذریعہ ثابت ہوئی - بجلی کی [illegible] مٹتے ہی باغ میں پھر اندھیرا چھا گیا تھا اور میں دروازہ بند کر کے اپنے مقام پر واپس جانے کی فکر کر رہی تھی کہ اتنے میں ایک زور کا کڑکا سنائی دیا - جو اتنا تیز اور کانوں کے پردوں کو اس طرح پھاڑنے والا تھا کہ میں دہشت زدہ ہو میں اپنے مقام پر کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

اس کے ساتھ ہی بتیاں بجھ گئیں - معلوم ہوتا تھا بجلی فیل ہو گئی کمرہ میں گہری تاریکی چھا گئی تھی - میں اسی طرح اندھیرے میں چلتی میز کی طرف جانے لگی تھی کہ پھر دبے پیروں کی چاپ پھر ایک بار سنائی دی - اس کے

ساتھ ہی کسی نے دروازہ کے پٹ کھول دیئے جس میں میں بحالت اضطراب میں چٹخنی لگانا بھول گئی تھی - اور اس وقت اندھیرے میں، میں نے کسی مرد کی سیاہ تر صورت دروازہ کی راہ سے کمرہ کے اندر داخل ہوتے دیکھی - مگر اس سے پہلے کہ میں اپنی جگہ سے ہلتی یا چیخ ہی مارتی. اس نے نہایت ہی شستہ انگریزی میں یہ الفاظ کہے -

"گھبرائیے نہیں . . . کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے!"

میں بیان کر چکی ہوں کہ آواز بہت شستہ اور مہذب تھی . اس کے علاوہ مجھے اپنے کسی ہم وطن کے منہ سے نکلے ہوئے انگریزی کے چند الفاظ سنے - چھ ماہ کا وہ طویل عرصہ گذر چکا تھا - جو میرے اس جگہ آئے ہوئے گذرا - میں مادری زبان میں کہے ہوئے ان چند الفاظ نے میرے اضطراب دل کو بڑی حد تک کم کر دیا - لیکن پھر بھی جب میں نے اس کے جواب میں اپنا سوال پوچھا تو میری آواز میں ہلکی سی لرزش تھی -

"کون ہو؟" میں نے اپنے مقام پر کھڑے ہو کر پوچھا؛ "اور کیا چاہتے ہو؟"

میرے دونوں ہاتھ میز کے سرے پر ٹیکے ہوئے تھے لیکن کمرہ میں گھپ اندھیرا چھایا ہوا ہونے کی وجہ سے میں آنے والے کی صورت دیکھنے سے قاصر تھی. میں نے ٹیبل لیمپ کے بٹن کو ایک دو بار حرکت دی. لیکن بجلی کہیں ہو تو کام دے - وہ تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری کرنٹ ہی خراب ہو گئی ہے اس طرف سے مایوس ہو کر میں نے میز پر اندھیرے میں دیا سلائی کی ڈبیہ تلاش کرنی شروع کی - مجھ کو اچھی طرح یاد تھا کہ تھوڑی دیر پہلے میں نے کہیں اس کو دیکھا تھا - کاش وہ مل جائے تو پھر میز کے خانہ میں لاکھ کی مہریں لگانے

کے لیے جو ایک موم بتی رکھی رہتی تھی اس سیاہ تاریکی میں اس کی پھیکی روشنی کچھ کام دیگی۔

ادھر جو کوئی بھی تھا۔ اس نے اندھیرے میں کھڑے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور میرے سوال کے جواب میں کہنے لگا۔

" آپ بہتر سمجھ سکتی ہیں کہ اس اندھیرے میں میرے لئے اپنا تعارف کرانا کتنا دشوار ہے۔ کیا روشنی کا کوئی انتظام ممکن نہیں۔ ۔ ۔ مگر آپ کیا مس ڈنبر ہیں؟ ۔ ۔ ۔ مس آئیوبا ڈنبر!"

باب ۔ ۵

اجنبی

اجنبی کے منہ سے اپنا صحیح پورا نام سنکر [illegible] سے اندیشے بڑی حد تک دب گئے تھے۔ بلکہ حالت اتنی مضحکہ انگیز معلوم ہونے لگی تھی کہ مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔

یقیناً یہ آدمی جان پہچان [illegible] ہوگا تبھی میرے نام سے واقف تھا۔

"سچ ہے مجھے آئیوبا ڈنبر ہی کہتے ہیں۔" میں نے اس کے جواب میں کہا "لیکن کیا کیا جائے اس [illegible] وقت [illegible] فیل ہو گیا ہے۔ تاہم میں یہ پوچھتی ہوں۔ یوں اندھیرے میں چھپ چھپ کر [illegible] وقت آنا۔ اور دوسرے کو سہمانا اس کا مطلب کیا تھا؟ ۔ ۔ ۔ اور ہاں میں یہ بھی سننا چاہتی ہوں کہ تمہاری تعریف کیا ہے؟"

"آپ کے دل کو میری وجہ سے جو پریشانی ہوئی اس کا مجھے بے حد رنج وافسوس ہے" اس کی آواز پشیمانی کے لہجہ میں کہتے سُنائی دی "مَیں ہرگز نہ چاہتا تھا آپ میری وجہ سے خوفزدہ ہوں۔ اس کے علاوہ میرا خیال تھا۔ آپ میری آمد کا مدعا سمجھ ہی گئی ہوں گی ..."

جو دہشت میرے دل کو ہوئی تھی اس کی وجہ سے اعصاب کشیدہ اور کمزور تھے اور مزاج میں جھڑ چڑا پن غالب تھا۔ اب جو اس نہ جانے ہوئے اجنبی کی زبانی یہ عجیب بات سُنی کہ مجھے پہلے سے اس کی آمد کا انتظار ہونا لازم تھا اور وہ بھی نصف شب کے عمل پر! جبکہ طوفان زوروں پر تھا ... تو اس کی دلیل بالکل میری سمجھ میں نہ آسکی۔ لہٰذا اس سے پھر میرے دل کو اضطراب ہونے لگا اور مَیں نے کسی قدر گرم ہو کر کہا۔

"مَیں ذرا نہیں سمجھی تمہارے لفظوں کا مطلب۔ آخر تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟ ایسا لگتا ہے کہ [illegible] کا بھی تو اطمینان نہیں ہو سکا کہ تم کوئی چور نہیں، اور نہ میری [illegible] سے اس جگہ آئے ہو۔"

[illegible] ایک لمبا گہرا [illegible] کی طرح کا سانس لے کر کہنے لگا۔

"اُف میرے خدا کس طرح بھاری غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں ... لیکن میڈم مَیں اندھیرے میں اپنا حال کیوں کر بیان کروں [illegible] کوئی موم بتی کی [illegible] موجود نہیں؟ فی الحال ہم اس اندھیرے میں کھڑے ان دو اندھوں کی طرح باتیں کر رہے ہیں جو ایک دوسرے کی صورت آشنا نہ ہوں۔ کاش مَیں آپ کی صورت دیکھنے کے قابل ہو سکتا۔"

"اس سے بھی زیادہ میری اپنی خواہش تمہاری صورت دیکھنے کی ہے"

میں نے اس کے جواب میں کہا۔ "ابھی تم کہہ رہے تھے مجھے تمہاری آمد کا انتظار ہونا چاہیئے تھا۔ کیا یہ صحیح ہے؟"

"اس کے دو ہی جواب ممکن ہیں" اس نے پُر اسرار طریقہ پر کہا۔ "ہاں بھی اور نہیں بھی"

"اگر تمہارے پاس کوئی دیا سلائی کی ڈبیہ ہے تو تم ہی نکال لو" میں نے اندھیرے میں اس کو آواز دی۔

اس کے منہ سے کراہنے کی آواز نکلی۔ پھر کہنے لگا۔

"افسوس میرے پاس دیا سلائی نہیں ہے۔"

"میرے ہاں موجود تھی لیکن میں کہیں رکھ کر بھول گئی ہوں" میں نے اس کو جواب دیا۔ "اب اندھیرے میں اس کو تلاش کرنا مشکل ہو رہا ہے۔"

"دیکھئے اگر سچ مچ دیا سلائی کی ڈبیہ کہیں آس پاس موجود ہے تو کیوں نہ ہم دونوں مل کر اس کو تلاش کریں؟"

میری آنکھیں رفتہ رفتہ اندھیرے میں دیکھنے کی اس قدر عادی ہو گئی تھیں کہ اب میں نے اس کو ناگاہ دروازہ سے چل کر اپنی طرف آتے دیکھ لیا۔ اس کے ساتھ ہی میرے بدترین اندیشے پھر سے تازہ ہو گئے اور میں نے زور سے آواز دی۔

"ٹھہرو!... جس جگہ کھڑے ہو وہیں ٹھہرے رہو۔ میں دیا سلائی تلاش کرتی ہوں۔ کیا اندھیرے میں ہمارا ایک دوسرے کے آگے پیچھے گھومنا مناسب سمجھا جا سکتا ہے؟"

اس کے منہ سے دبی ہوئی قہقہہ کی آواز نکلی۔ لیکن میرے لفظوں کا یہ اثر ہوا کہ وہ دوبارہ اپنے مقام پر کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں بجلی کی چمک پھر جو

پیدا ہوئی۔ میں نے دیکھا ایک خوش قد نوجوان برہنہ سر دروازہ سے چند قدم آگے کمرہ کے اندر کھڑا ہے۔ ہر چند میں نے اس کے چہرہ کی صرف خفیف سی جھلک دیکھی تھی لیکن اس کی گفتگو کے لہجہ کے ساتھ مل کر اس عارضی دیدنے میرے دل کو قدرے سکون دے دیا۔ اتنے میں وہ پھر بولا۔

"کیا کہیں آس پاس بھی دیا سلائی نہیں مل سکتی؟ دراصل میں۔۔۔"

اس کے آگے اس نے کیا کہا۔ میں اُسے بالکل نہ سُن سکی کیونکہ بادل اس وقت پھر بڑے زور سے گرجا اور اس کی پُر شور آواز کا اثر میرے سکون کو اور زیادہ برہم کرنے کا موجب بنا اس وقت میں نے تلخ لہجہ میں کہا۔

"یہاں کون ہے جس سے میں روشنی مانگنے جاؤں؟ گھر کے سب آدمی باہر گئے ہوئے ہیں اور میری سمجھ میں نہیں آتا وہ منحوس ڈبیہ کہیں رکھی گئی ہے۔"

میں نے یہ الفاظ کہنے کو تو کہہ دیئے لیکن فوراً اس خیال سے افسردہ بھی ہونے لگا کہ میں نے گھر میں اکیلا ہونے کے متعلق اظہارِ حقیقت کے ذریعہ سے اپنے لئے مزید خطرات پیدا کر لئے ہیں۔ اب جو اس شخص کو معلوم ہو گیا کہ میں گھر بھر میں اکیلی ہوں تو نہ جانے کیا کر بیٹھے۔ لیکن آدمی سے بسا اوقات جلدی میں ایسی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ میں انہی خیالات میں مستغرق تھی کہ وہ کہتا سنائی دیا۔

"تو کیا گھر میں آپ کے سوا اور کوئی نہیں ہے؟"

اب کی مرتبہ میں نے کوئی جواب نہ دیا اور پہلے کی نسبت زیادہ سرگرمی سے دیا سلائی کی اس منحوس ڈبیہ کو تلاش کرنے لگی جو خدا معلوم کدھر غائب ہو گئی تھی۔

اس اندھیرے میں میرا ہاتھ میز کے آدھے کھلے ہوئے خانے کے ساتھ جا

کر لیا اور رینج مان ہنش کا بھرا ہوا پستول نکال کر ٹائپ کرنے کے کاغذوں
کے نیچے چھپا کر رکھ لیا۔

عین اس وقت حسن اتفاق سے میرا پیر فرش زمین پر گری ہوئی ڈبیہ
پر جا پڑا۔ معلوم ہوتا ہے وہ میری بے خبری میں کمرہ کے فرش پر گر گئی تھی
میں نے جھٹ اس کو اٹھا کر ایک تیلی روشن کی اور اس سے چاندی کے
شمعدان میں لگی ہوئی موم بتی کے ٹکڑے کو جلایا۔ چونکہ یہ موم بتی صرف لاکھ
کی مہریں لگانے کے کام آتی تھی۔ اس لئے اس کے سرے پر بہت سی اس کی پگھل
پگھل کر گرتے ہوئے جمع ہو چکی تھی اس کی وجہ سے وہ شروع میں اچھی طرح
روشنی نہ دے سکی اور پھوڑ پھوڑانے کی آواز پیدا کرنے لگی۔ اس پر بھی میرے
لئے اس مدھم روشنی میں اجنبی کی صورت دیکھنا ممکن ہو گیا تھا اور یہی کہہ سکتی
ہوں کہ اب اُسے اچھی طرح دیکھنے کے بعد میرے اندیشے بڑی حد تک کم ہو گئے
وہ دبلے بدن کا ایک پستہ قد نوجوان تھا۔ قامت متوسط سے بھی کم اور
اس کی شکل و صورت سے میرے اس اندازہ کی تصدیق مزید ہوئی تھی جو
میں نے اس کی آواز کی بنا پر پیشتر اس بارہ میں قائم کیا تھا۔ کہ وہ کوئی شریف
زادہ ہے۔

اس نے گہرے ٹویڈ کا سوٹ پہن رکھا تھا جو اس وقت بھیگا ہوا
اور شکن آلود تھا لیکن اس پر بھی اس کی تراش ظاہر کرتی تھی۔ کہ لندن کے حصہ
ویسٹ اینڈ میں کسی کاریگر درزی کا سلا ہوا ہے۔ اس کے بعد جوں جوں شمع
کی موم پگھلی اور اس کی روشنی تیز تر ہونے لگی تو مجھے اس کے خط و خال اور بھی
اچھی طرح دیکھنے کا موقعہ ملا۔ اس نے اپنے سر کے بال پس پشت برش کئے ہوئے
اور اس کی مونچھیں احتیاط سے تراشی ہوئی بہت چھوٹی تھیں۔ بارش میں

بھیگنے کی وجہ سے اس کے کپڑوں سے پانی ٹپک رہا تھا اور غالباً اسی لئے
اس نے اپنے کوٹ کا کالر بھی اونچا اٹھا رکھا تھا۔ جب میں نے شمع کی روشنی
میں پہلی بار اس کی طرف دیکھا تو وہ جیب سے ایک رومال نکال کر جو غیر معمولی
میلا اور ناصاف تھا اپنی پیشانی پونچھ رہا تھا۔

ادھر جب میں اس کے خط و خال کو بغور دیکھ رہی تھی تو وہ بھی اپنے طور
پر میرا جائزہ لینے میں مشغول تھا۔ چنانچہ جب اس سے میری چار آنکھیں
ہوئیں تو میں نے دیکھا اس کی نگاہ کا انداز اس خرگوش کی سہمی ہوئی آنکھوں
سے ملتا جلتا تھا۔ جو اپنے بھٹ سے کچھ دور چلا آیا ہو اور ادھر ادھر دیکھا کرتا ہے کہ
دشمن آس پاس تو موجود نہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی میرے دیکھنے میں
آیا کہ اس کی نگاہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کبھی پاس والے کھانے کے
کمرہ کے نیم باز دروازہ کی طرف جاتی اور کبھی وہ پیچھے مڑ کر اس باغ کی سمت
میں دیکھنے لگتا، جہاں اُگے ہوئے پودے تیز بارش کے زور سے سرنگوں تھے
اس کی آنکھیں سرخی کی جھلک لئے ہوئے تھیں۔ اور مجھے ان کو دیکھ کر شک
پیدا ہونے لگا کہ شاید اس کا دماغ صحیح حالت میں نہیں۔ آخر کار اس نے
یہ کہتے ہوئے مہر سکوت توڑی۔

"کیا سچ مچ آپ کو میری آمد کا انتظار نہ تھا؟"

میں اس سوال کو سن کر پھر ایک بار حیران و ششدر رہ گئی پھر بھی
میں نے بصورت انکار سر ہلایا اور کہا۔

"مجھے اب تک یہ بھی تو معلوم نہیں ہوا کہ تمہارا نام کیا ہے اگر تم اپنا نام ظاہر
کرو تو شاید . . ."

مگر اس نے میرے الفاظ کو ان سنا کر دیا اور اس کے بعد یکایک گہری

سنجیدگی کے لہجہ میں کہنے لگا۔

"آج شاید اتوار ہے ... کیا یہ ٹھیک ہے؟"

"بے شک آج اتوار ہے" میں نے اس کے عجیب انداز گفتگو سے پھر ایک مرتبہ پریشانی محسوس کرتے ہوئے جواب دیا۔ آخر ان سوالات کا مطلب کیا تھا؟ وہ شراب پی کر بدمست بھی نظر نہ آتا تھا۔ لیکن جب میں اس کی بھوری آنکھوں کی طرف دیکھتی تو ان کی بڑھتی ہوئی سرخی جس کی صحیح وجہ خدا معلوم کیا تھی۔ میرے دل میں اس شک کو تقویت دیتی کہ اس کا دماغ نہ چل گیا ہو۔

"آج اتوار ہے ... اور جولائی کی ۱۹ تاریخ کیا یہ ٹھیک ہے؟" اس نے پھر اسی بار پوچھا۔

میں نے سر کے اشارہ سے ہاں کہنا کافی سمجھا جس کے بعد گہری خاموشی کمرہ کے اندر چھا گئی۔ تیز برستے پانی کی آوازوں کے سوا اب کوئی اور آواز کانوں میں نہ آتی تھی۔ اور وہ میز کے دوسرے جانب تھوڑے فاصلہ پر کھڑا پیشانی پر بل ڈالے گہری سوچ میں پڑا تھا۔

"کیا آپ کسی ایسے آدمی سے بھی واقف ہیں جس کے نام کے حرف ایچ۔ ڈی ہوں؟" اس نے آخر کار پوچھا۔

"ایچ۔ ڈی" میں نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "جہاں تک یاد ہے میں نے یہ نام پیشتر کبھی نہیں سنا۔ آخر وہ کون ہے؟"

لیکن سابق کی طرح اس نے میرے سوال کا سیدھا جواب دینے کی بجائے الٹا ایک اور سوال اپنی طرف سے پوچھا۔

"کیا گذشتہ چند دنوں کے عرصہ میں کوئی انگریز آپ سے ملنے آیا۔ یا ... کسی نے کوئی چٹھی آپ کو لکھی تھی ...؟"

"نہیں" میں نے جواب دیا۔ "چھ ماہ کے لمبے عرصہ میں تم پہلے انگریز ہو جس سے ملنے کا اتفاق ہؤا ہے ۔۔۔ کیوں تم انگریز ہو نا؟"

"کیا نہیں!" اس نے بظاہر اس طرح کے لہجہ میں جواب دیا گویا اس کے خیالات کی رَو کہیں دُور پہنچی ہوئی تھی۔ پھر جلدی سے "ہاں میں بیشک انگریز ہوں لیکن ۔۔۔ ذرا یاد کر کے جواب دیجئے آپ نے کسی انگریز نوجوان کو پچھلے دِنوں قصبہ کے بازاروں میں کبھی پھرتے نہیں دیکھا؟"

"جب میں سرے سے ہی نہیں جانتی کہ اس کی شکل و صورت کیا ہے تو میں کیونکر جواب دے سکتی ہوں؟" میں نے روکھے پن سے کہا۔

"سچ ہے آپ کو کیونکہ معلوم ہو سکتا تھا" وہ بظاہر اپنے دل سے باتیں کرتے ہوئے کہنے لگا "لیکن میں اتنا بتا سکتا ہوں کہ اس آدمی کی عمر تیس سال کے قریب ہے دیکھنے میں چست و چالاک سر کے بال کالے آنکھیں نیلگوں چمکیلی ۔۔۔" وہ اس طرح کسی مردِ نامعلوم کا حلیہ بیان کئے جاتا تھا حتیٰ کہ مجھے قطع کلام کرتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہونا پڑا۔

"نہیں میں نے اس شکل و صورت کا کوئی انگریز نہ اس مکان اور نہ شہر کے بازاروں میں کسی موقعہ پر دیکھا ہے۔ فی الحقیقت جہاں تک معلوم ہے قصبہ شلاز میں میں ہی ایک ہستی واحد ہوں۔ جو انگلستان کو اپنا زاد بوم قرار دے سکتی ہوں" اس کے لجاجت دیکھتے ہوئے کہ حالات رفتہ رفتہ زیادہ پُر اسرار ہوتے جا رہے ہیں اور اُن کی پیچیدگی میرے کمزور اعصاب پر مضر اثر پیدا کرنے لگی ہے۔ میں کہے بغیر نہ رہ سکی۔

"تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا کم از کم اس کا ہی جواب دو کہ تم میرے پاس کس غرض سے آئے ہو اور اس کا کیا کہ تمہیں میرا نام کیونکر معلوم ہؤا ہے؟

باب - ۶

عذرات

میرے اس سیدھے اور صاف سوال کو سن کر اس کا رویہ یکایک تبدیل ہو گیا گردن اُٹھا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میڈم سچ پوچھتی ہو تو مجھ سے کہا گیا تھا۔ میں اس جگہ آ کر آپ سے ملوں"

"لیکن سوال یہ ہے کس نے ایسا کہا تھا؟"

"آپ کے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں نے جو لندن رہتے ہیں"

میرے شکوک اور زیادہ بڑھنے شروع ہوگئے... میرے عزیز اور رشتہ دار جو لندن رہتے ہیں!... آخر اس کا اشارہ کس کی طرف تھا؟ والد کا صرف ایک بھائی اور ہے جو دُور افتادہ کیلفورنیا میں پھلوں کی کاشت کرتا ہے اور والد کی بہن خالہ سبل ایک دائم المریض عورت ہے جو کبھی قصبہ باتھ سے ہل کر کہیں نہیں جاتی۔ اس صورت میں وہ کون تھا۔ جس نے اس کو میرا پتہ دیا اور وہ مجھے ڈھونڈتا ہُوا اس جگہ آیا...؟

"تم کہتے ہو میرے رشتہ داروں نے تم کو میرے پاس بھیجا ہے" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ "اچھا یہ بتاؤ تم میرے کس رشتہ دار کا ذکر کرتے ہو؟"

اُس نے ایک پل کے لئے تامل کیا۔ پھر گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہنے لگا۔

"آپ کے والد نے ہی ایسا کہا تھا... کیا آپ کرنیل ڈنبر کی عزیزہ دختر نہیں ہیں؟"

اس بیان کو سن کر اجنبی کی طرف سے میری بدگمانیاں حد انتہا تک بڑھ گئیں تاہم جہاں تک ممکن تھا اپنے آپ پر قابو پا کر میں نے رسمی لہجہ میں کہا

"کیا سچ مچ والد تم سے ملے تھے ... کس جگہ؟"

"تھوڑے دن ہوئے لندن میں"

"لندن میں کہاں؟"

"مجھے کچھ کچھ یاد پڑتا ہے ہماری ملاقات کسی کلب میں ہوئی تھی۔ ایک دوست نے جو ہم دونوں سے واقف تھا ہمارا ایک دوسرے سے تعارف کرایا۔ ٹھیک یاد نہیں آتا۔ کونسی کلب تھی۔ سینڈبیر ... یا رینگ ... یا کوئی اور۔ بہرحال جب ان کو معلوم ہوا کہ میں جرسی جا رہا ہوں تو کہنے لگے دیکھئے اگر آپ کو قصبہ شلاز کے آس پاس جانے کا اتفاق ہوا میری بیٹی آلیویا سے ضرور ملنا۔ وہ قلعہ کے قریب کمان ڈونٹن ہوس میں رہتی اور مسٹر وان ہنش ... یعنی مشہور و معروف لیڈی ناولسٹ لوسی وارلے کے پاس سیکرٹری کی حیثیت میں نوکر ہے ... مس ڈنبر مجھے آپ کے والد سے مل کر بے حد خوشی ہوئی تھی۔ بڑے خوش اخلاق آدمی ہیں ..."

"ضرور ہوئی ہوگی۔ وہ بے حد ملنسار ہیں" میں نے بظاہر جواب دیا لیکن ایمان کی بات یہ ہے کہ اس کے بڑھتے ہوئے جھوٹ سن سن کر میرا دل بڑے زور سے دھڑکنے لگا تھا۔ اب میں اپنی تنہائی سے بے حد خوف کھانے لگی تھی۔ خدا معلوم یہ آدمی کون تھا، کس مقصد کیلئے آیا تھا؟ اور کیوں اس قسم کی دروغ بیانیاں کر رہا تھا؟ درپردہ میرے کان مکان کے اندر کسی خفیف سی آہٹ یا آواز کی طرف لگے ہوئے تھے اور میں رہ رہ کر خدا سے دعا کرتی تھی کہ وان ہنش میاں بیوی یا نوکرانیوں میں سے ہی کوئی واپس آ

جائیے۔ تاکہ میرے دل کو سہارا ہو۔ لیکن دیوار پر لگی ہوئی گھڑی اس خیال کی تردید کرتی تھی۔ ابھی دس بھی پورے نہ بجے تھے اور ان لوگوں کے گیارہ سے پہلے آنے کی قطعاً اُمید نہ تھی!

خاموشی کا وقفہ لمبا اور ناخوشگوار ہونے لگا تھا۔ کسی طرح اس کو باتوں میں لگائے رکھنے کے خیال سے میں نے کہا۔

"تم نے اب تک اپنا نام بھی تو نہیں بتایا؟"

وہ پھر ایک مرتبہ تلخ قہقہہ مار کر ہنسنے لگا پھر بولا

"بے شک میں نے اب تک اپنا تعارف نہیں کرایا۔ دراصل میرا نام ہے ایبٹ۔۔۔ میجر ایبٹ اور مس آلیوا میں سچ عرض کرتا ہوں۔ میرے اس طرح ناوقت آنے سے آپ کو جو دہشت اور اضطراب ہوا ہے جس قدر دل سے اس کے لئے افسوس کرتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں۔ جب بارش آئی تو میں باغ کے ایک درخت کے نیچے کھڑا ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد جب بجلی بڑے زور سے چمکی اور بادل گرجا تو مجھ کو خیال آیا اس طرح کے طوفان برق میں درختوں کے نیچے کھڑا ہونا اکثر خطرناک ہوتا ہے اس وقت میں نے آپ کو دروازہ کے پاس کھڑے دیکھا اور دُور ہی سے پہچانا کہ شاید آپ مس ٹرنبر ہیں۔ اس لئے میں سارا حال عرض کرنے اس جگہ چلا آیا۔ حسن اتفاق سے عین اسی وقت بجلیاں بجھ گئیں۔ شاید آپ پوچھیں گی میں باغ میں کیوں آیا؟ کیوں نہ سیدھا صدر دروازہ پر گیا۔ تو اس کے متعلق میں عرض کیا چاہتا ہوں کہ ایک بہت ضروری لیکن نجی کام ایسا تھا جس کے سلسلہ میں میں علیحدگی میں ہی آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ پس دروازہ کی گھنٹی بجانے سے پہلے میں نے یہی سوچا کہ اگر آپ مکان کے عقب میں مل جائیں تو زیادہ

بہتر ہوگا ... "

آدمی ایک بار جھوٹ بولے تو اُسے اس کی تائید میں صدہا جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ وہ اس طریقہ پر دروغ بافیاں کئے جاتا تھا اور میری دہشت ہر لحظہ ترقی پر تھی۔ گھر میں ہر طرف گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ بارش کا زور اب ہلکا پڑ چکا اور بجلی کی کڑک بالکل بند ہو گئی تھی۔ معلوم ہوتا تھا۔ طوفان جس تیزی سے آیا اسی تیزی سے کہیں آگے نکل گیا تھا۔ اس پر بھی تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بجلی کی چمک سے جو روشنی پیدا ہوتی۔ تو میں اس کی مدد سے باغ میں اُگے ہوئے پودوں کے بھیگے پتوں کو دیکھنے کے قابل ہو جاتی تھی۔

آخر انتہائی کوشش کر کے میں نے اپنی آواز سے دہشت کا عنصر خارج کرتے ہوئے کہا۔

" اچھا خیر یہ سب کچھ تو ہوا لیکن اب جو تم مجھ سے مل چکے ہو تو میں پوچھتی ہوں وہ کون سا ضروری کام تھا۔ جس کے لئے تم نے اتنی زحمت گوارا کی اور طوفان باد و باراں میں بھیگتے میرے پاس آ گئے ؟ "

وہ کھسیانا ہو کر ہنسنے لگا۔ پھر بولا

" بات یہ ہے کہ میں فی الحال ایک بڑی مشکل میں پھنسا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے جس آدمی این۔ ڈی کا ذکر آپ سے کیا ہے اُس نے مجھ سے یہیں قصبہ شلاز میں ملنے کا وعدہ کیا تھا جس کے بعد ہم دو تو اکٹھے لندن جانا چاہتے تھے کل اس کو ضرور یہاں پہنچ جانا چاہئے تھا۔ مگر آپ کہتی ہیں وہ نہیں آیا۔ چونکہ اس قصبہ میں میں کسی اور سے واقفیت نہیں رکھتا اور صرف آپ ہی کا نام مجھ کو معلوم تھا۔ اس لئے میں نے اُسے آپ ہی کا پتہ دے دیا۔ بلکہ یہ بھی اس نے کہا کہ بالفرض میں کسی مصروفیت کی وجہ سے مس ڈینبر کے مکان

پر نہ جا سکوں تو میں چونکہ ان کے والد سے اس بات کا وعدہ کر چکا ہوں کہ ضرور اُن کی بیٹی سے مل کر آؤں گا۔ اس لئے آپ ہی میرے عوض اُن کی خیریت پوچھ آنا بس یہی اصل حقیقت ہے۔ ویسے میں اُمید کرتا ہوں۔ آپ جان ہی گئی ہوں گی کہ یہ خیال کس لئے میرے دل میں پیدا ہوا تھا۔ کہ آپ کو میری آمد کا انتظار ہوگا۔۔۔ کیا آپ سمجھ گئیں؟"

"ہاں اچھی طرح" میں نے رسمی لہجے میں جواب دیا۔

اجنبی نے اس وقت تک لاتعداد جھوٹ بولے اور ذرا شرمساری محسوس نہ کی تھی۔ اب یہ کہہ کر اُس نے واشگاف لفظوں میں ان یادوں میں ایک اور کا اضافہ کیا۔

"میں جب آج شام کی گاڑی سے اس جگہ آ رہا تھا تو راستے میں کسی موقعہ پر میری آنکھ لگ گئی۔ بس اتنے ہی میں کوئی شخص میری پاکٹ بک جس میں میں نے کرایہ آنا کے لئے روپیہ رکھا تھا میرا بیگ اور دو کوٹ تھے کہ میری سیٹ تک سے اٹھا کر راستے ہی میں اُتر گیا۔ اب میں بالکل بے زر اور بے بس ہوں۔ اگر میرا دوست یہیں یعنی اس جگہ مل جاتا تو میری ساری مشکلیں آسان ہو جاتیں۔ کیونکہ صبح ہوتے ہی میں بڑی آسانی سے بذریعہ تار روپیہ منگا سکتا تھا۔ لیکن اب میرے لئے نہ پا سکے رفیق اور جا سکے لندن والا حساب ہے۔ میں نے آخری فیصلہ یہ کیا ہے کہ جو ٹرین آدھی شب کے قریب روانہ ہوتی ہے ضرور اس پر سوار ہو کر لندن چلا جاؤں۔ لیکن زادِ راہ کے لئے پیسہ پاس نہیں اور قصبہ شلاز میں میں آپ کے سوا کسی اور سے واقف بھی نہیں۔ اس لئے مجبوراً درخواست کرتا ہوں۔ کہ ایک سو مارک یا اس سے ملتی جلتی کوئی رقم بطور قرض دست گرداں مجھ کو دے دیجئے۔ اس سے میں اپنا ٹکٹ خرید لوں گا۔ اور اگر آپ میرے لئے ایک ہیٹ کا بھی انتظام کر دیں۔۔۔"

اس سارے عرصہ میں میں وہیں میز کے پاس چپ چاپ کھڑی دل ہی دل میں اس کی بکواس پر غور کرتی رہی تھی اور وہ نہ ختم ہونے والی روانی کے ساتھ جھوٹ کے بعد جھوٹ بولتا چلا جاتا تھا۔ اپنی بے بسی اور تنہائی کو دیکھتے اور یہ جانتے ہوئے کہ اس آدمی کی نیت ضرور فاسد ہے میں آخرکار کاغذات کے نیچے دبے ہوئے ریوالور پر ہاتھ ڈالے بغیر نہ رہ سکی۔ اور جب وہ اپنی تقریر ختم کر چکا تو میں نے پوچھا۔ "کیا سب کہہ چکے؟"

"میرے خیال میں ۔ ۔ ۔ یہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے کافی ہوگا۔" اس نے رکتے ہوئے جواب دیا۔ "خدانخواستہ آپ کو میرے بیان کی صداقت پر شک تو نہ ہوگا؟"

باب - ۷

اور میرا جواب

اب میں نہ رہ سکی اس وقت تک میں نے انتہائی ضبط و تحمل سے کام لیا تھا۔ لیکن اب غصہ کے جوش میں بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا۔

"یہ جو کچھ تم نے کہا۔ سر بسر جھوٹ اور غلط ہے۔ میں اس کا ایک حرف بھی قابلِ یقین نہیں سمجھتی!"

"آخر کیوں؟" اس نے گھبراتے ہوئے لہجہ میں پوچھا۔

"اول اس لئے کہ والد میرے اس جگہ شملہ آنے سے تین ماہ پہلے ہی انتقال کر گئے تھے ۔ ۔ ۔!"

وہ میرے الفاظ سن کر بوکھلا سا گیا۔ حالتِ اضطراب میں اس نے اپنا استخوانی ہاتھ بالوں میں پھیرا۔ اس کے بعد سخت پریشانی کے لہجہ میں کہنے لگا۔

"اُف میرے خدا! کیا سوچا تھا کیا ہو گیا ...!"

"اور اب سنو" میں نے پُر استقلال لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "اگر سلامتی چاہتے ہو تو جدھر سے آئے تھے اُسی طرف کو چلے جاؤ۔ اسی میں تمہاری بہتری ہے"

یہ کہتے ہوئے میں نے اپنے بائیں ہاتھ سے جو خالی تھا اس کی پُشت پر کھلے دروازہ کی طرف اشارہ کیا۔

اس کی حالت یاس کی اس انتہا تک پہنچ چکی تھی۔ جس میں انسان بھی کچھ کر گذرنے کو تیار ہو جاتا ہے کہنے لگا۔

"لیکن میں روپیہ پاس نہ ہونے سے کہاں جا سکتا ہوں؟ اس کے علاوہ میرے پاس اوڑھنے کو ہیٹ بھی موجود نہیں!"

"میجر ایبٹ" میں نے پہلے لفظ پر طنز آمیز زور دیتے ہوئے کہا۔ "میں ایک بات شروع میں ہی صاف کر دینا چاہتی ہوں یعنی مجھ سے تم ان حیلہ سازیوں کے ذریعہ سے ایک پیسہ بھی وصول نہ کر سکو گے اور میں تمہاری سلامتی کے لئے یہی مشورہ دیتی ہوں کہ ڈاکٹر داں ہنش کی واپسی سے پہلے چپ چاپ چلے جاؤ۔ وہ اس ملک میں جج کا عہدہ رکھتے ہیں اور میں تم کو یقین دلانا چاہتی ہوں کہ وہ ایک ایسے آدمی سے جو چوروں کی طرح چھپ کر ان کے مکان پر آتا اور صدہا جھوٹ بول کر روپیہ وصول کرنے کی تمنا رکھتا تھا ہرگز نرمی کا سلوک نہ کریں گے۔"

شمع کی پھیکی روشنی میں میں نے دیکھا۔ اس کے سُنتے ہوئے چہرہ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ پیشانی پر سیکڑوں بل پڑ گئے۔ پھر اضطراب کی حالت میں

اس نے ایک دو بار کبھی دایاں اور کبھی بایاں پیر اونچا اُٹھایا۔ پھر سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

" مس ڈینبر ایسا اندھیر نہ کیجئے۔ میں اس وقت ایک بھاری مشکل میں پھنسا ہوں۔ آپ کو ایک ہموطن بھائی کی امداد سے دریغ نہ ہونا چاہیئے۔ آپ میری نسبت جو رائے قائم کرنا چاہیں کر سکتی ہیں۔ میں جھوٹا سہی۔ دروغ گو سہی۔ آوارہ گرد سہی لیکن اس وقت مجھے ایک سو مارک کی اشد ضرورت ہے اور میں اس بات کا یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ایک مرد شریف کی حیثیت میں میں آپ کا یہ روپیہ واپس بھجوا دونگا۔ نیز اس کے علاوہ آپ کا احسان تازلیست یاد رکھونگا"

" سنو تم جھوٹے ہی نہیں دھوکے باز بھی ہو۔" میں نے تلخ لہجہ میں جواب دیا۔" بہرحال میرا آخری فیصلہ یہ ہے کہ ایک سو مارک تو الگ رہے میں ایک پیسہ بھی تمہیں نہ بطور قرضہ اور نہ بطور امداد دینے کو تیار ہوں . . . کیا تم مجھ کو ایسا ہی نادان سمجھتے ہو کہ میں تمہاری باتوں میں آکر روپے سے تمہاری مدد کو تیار ہو جاؤں گی؟"

" لیکن روپیہ کے بغیر میں کہیں جا بھی تو نہیں سکتا . . . عقل حیران ہے کہ کیا کروں . . . !"

" خیر اپنی راہ لو۔ میں ان حیلہ سازیوں سے متاثر ہو کر روپیہ دینے سے رہی۔" میں نے سرد لہجہ میں جواب دیا۔

اس نے اپنے شانہ کے اوپر سے پیچھے کی طرف کھلے دروازہ کی سمت میں اس طرح دیکھا گویا باغ میں کسی کے پیروں کی چاپ سنتا ہے۔ اس سے مجھے خیال آیا کہ شاید اس کا کوئی مددگار [illegible] باغ میں چھپا کھڑا ہوگا اور یہ اس کا انتظار کر رہا ہے۔ میں نے بے اختیاری کے عالم میں پستول جو کاغذات سے ڈھکا ہوا

رکھا تھا باہر نکال لیا۔ لیکن اس پر بھی احتیاطاً اُسے اپنے ٹائپ رائیٹر کی آڑ میں چھپائے رکھا تاکہ ایسا نہ ہو وہ پستول دیکھ کر کوئی خطرناک قدم اُٹھانے پر مجبور ہو جائے۔ جب پھر اس نے میری طرف دیکھا تو اس کے چہرہ پر عزم مصمم کے آثار پیدا ہوتے دکھنے لگا۔

"مس ڈنبر آپ ہر لحظہ میری مشکلات کو بڑھائے چلی جاتی ہیں۔ لیکن خواہ کچھ ہو میں روپیہ لئے بغیر نہ جاؤنگا۔ ۔ ۔ اور نہ کہیں جا سکتا ہوں!"

اتنا کہہ کر وہ دو قدم میری طرف آگے بڑھا۔

اس وقت میں نے آخری چارہ کار کے طور پر پستول اُٹھا کر اس کی نالی اس کی طرف پھیر دی اور اس طرح کی آواز میں جو اپنے اندر لرزش کا ہلکا سا اثر لئے ہوئے تھی کہا۔

"خبردار میرے پاس آنے کی جرأت نہ کرنا! اس پستول میں گولیاں بھری ہیں اگر ایک قدم بھی آگے بڑھاؤ گے تو میں فائر کر دوں گی۔"

وہ ٹھٹکا۔ پیچھے ہٹ گیا اور دونوں ہاتھ بے اختیار اس طرح آگے نکال لئے گویا وار کو روکنا چاہتا تھا۔ لیکن جب میں نے دیکھا اس کے چہرہ پر دہشت کے نہیں بلکہ غصہ اور جوش کے آثار نمایاں تھے۔ تند لہجہ میں کہنے لگا۔

"خدا کے لئے مس یہ پستول ہاتھ سے رکھ دو۔ کیا تمہیں کسی نے اس کی تعلیم نہیں دی کہ بھرا ہوا پستول بچوں کے ہاتھ میں اکثر خطرناک ثابت ہوتا ہے؟"

میں نے غصہ کی حالت میں ایک پیر فرش زمین پر مارا۔ خطرہ کی موجودگی میں میرے سب عزم و ارادے نابود ہو گئے۔ حالت یہ تھی کہ اس طرح کی تھی گویا رونے کو جی چاہتا تھا اس پر بھی میں نے کہا

"تو جاؤ خدا کے لئے میرے حال پر رحم کرو میں بار بار کہتی ہوں میں

روپے کی قسم سے ایک چھوٹا سکہ بھی تمہیں دینے کو تیار نہیں۔"

لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ وہیں میرے پستول کی نالی کے عین بالمقابل کھڑا تھا۔ انتہائی کوشش کے باوجود میں اپنے ہاتھ کی کپکپی پر غالب نہ آسکی۔ پستول میرے دستِ لرزاں میں بری طرح ہل رہا تھا۔ اور وہ اپنے نیلے رنگ ہونٹوں پر پھیکا تبسم لئے اپنے مقام پر کھڑا چپ چاپ میری حماقت دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

"میرے خدا" اس نے آخر کار ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ "تمہاری عقلمندی میں کلام نہیں کاش اس وقت۔۔۔"

مگر میں اس کے فقرہ کے آخری الفاظ نہ سن سکی۔ اس لئے کہ عین اس موقعہ پر قلعہ سے توپ چلنے کی پرشور آواز سنائی دی۔ جو بھیگی ہوئی رات میں اتنی تیز تھی گویا کانوں کے پردے پھاڑ ڈالے گی۔

حصہ اول ختم ہوا

حصّہ دوم

ستم کش

بڑا کٹھن سفر ہے یہ ۔ بڑے کٹھن ہیں راستے
مگر یہ مشکلیں ہیں کیا ۔ تیرے عزم کے سامنے
یہ زندگی ہے قوم کی
تو قوم پہ لٹائے جا!

(فلم سمادھی)

باب - ۱

توپ کی آواز

توپ کی گھن گرج آور سن کر میں نہ صرف بڑے زور سے چونکی بلکہ صدہا
خیالات دل میں پیدا ہونے شروع ہو گئے

عام حالات میں قلعہ شلانز کی چھت پر رکھی ہوئی یہ توپ دن کے وقت صرف
ایک بار یعنی قریباً دوپہر کو داغی جاتی تھی۔ اور مجھ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ پیتل کی بنی
ہوئی وہ طرز قدیم کی ایک چھوٹی سی توپ ہے۔ جسے چوبی استادہ پر رکھ کر اُس
کا دہانہ خدا معلوم کس زمانہ سے قصبہ شلانز کی عمارتوں کی طرف پھرا ہوا دیکھا جاتا
ہے۔ ہر روز بارہ بجے سے چند منٹ پہلے بڈھا توپچی سنر بکیٹ جس کی بائیں ٹانگ
سینٹ پیر ایا کی لڑائی میں کسی توپ کے گولے کی نذر ہو چکی تھی۔ فلیتہ ہاتھ
میں لئے قلعہ کی فصیل کے اوپر سے لنگڑاتا ہوا گذرتا اور اُس مقام کے پاس جا کر
کھڑا ہو جاتا۔ جہاں وہ توپ رکھی ہوئی تھی۔ اور پھر وہ بڑے غور سے اُس گھڑی کو
دیکھنے لگتا جو قلعہ کے برج میں اس طریقہ پر لگی تھی کہ اُس کے چار رُخ چاروں طرف
سے صاف دکھائی دیتے تھے۔

اِس کے بعد جس وقت گھڑی بارہ بجانا شروع کرتی۔ تو اُس کی پہلی آواز
کے ساتھ ہی وہ توپ چلا دیتا اور اُس کی پُرشور آواز ہوا میں گذر کر ہماری اپنی
عمارت کو جو قلعہ کے بالکل قریب واقع تھی زور زور سے ہلاتی فضا میں دُور تک
پھیل جاتی تھی قصبہ کی بیشتر گھڑیوں کا وقت توپ کی آواز کے مطابق نہ تھا۔
جس کی ایک وجہ یہ بھی سمجھنی جا سکتی ہے کہ قلعہ کے برج میں لگی ہوئی گھڑی

خصوصیت سے صحیح وقت دینے کے لئے مشہور نہ تھی - فی الحقیقت میرے آقا ڈاکٹر وان ہیلسنگ بارہا یہ مذاقیہ فقرہ چست کرتے سُنے جاتے تھے کہ بڈھا ہنری بیک قلعہ شلاز کی گھڑیاں کو دیکھ کر توپ چلاتا اور قلعہ کی گھڑی کا وقت دوپہر کی توپ چلنے کی آواز سے درست کیا جاتا ہے - لیکن گو مجھے اس جگہ آئے چھ ماہ کے قریب عرصہ گذر چکا تھا تاہم اس طرح کا موقعہ کبھی پیش نہ آیا تھا کہ یہ توپ دوپہر کے سوا کبھی اور وقت بھی چلائی گئی ہو۔

میں نے اوپر لکھا ہے کہ کلائڈ نیٹن ہوس چونکہ قلعہ شلاز سے بالکل قریب واقع تھا - اس لئے جب کبھی توپ چلتی تو سب سے زیادہ زور سے اس کی دیواریں ہلتی اور کھڑکیاں پُر شور حرکت کرتی معلوم ہوتی تھی - آج بھی اس توپ کی آواز نے بارش سے بھیگی ہوا کا سہارا پا کر ہمارے مکان کی دیواروں کو اور بھی زیادہ زور سے جنبش دی - اس کے ساتھ ہی میرا عجیب ملاقاتی گھبرا کے چند قدم ایک طرف کو ہٹا - عالم حیرت میں مجھے وقتی طور پر پستول کی موجودگی بھی فراموش ہو گئی اور میرا ہاتھ جس میں میں نے اُس کو پکڑ کر پستول کا رُخ پُر اسرار نوجوان کی طرف کر رکھا تھا بے اختیار میز کی سطح پر آ رہا -

"میرے خدا - یہ کیا!" میں نے پریشانی کے لہجہ میں دبی آواز سے کہا - "یہ تو قلعہ کی توپ کی آواز تھی - جسے وہ لوگ دن کے وقت چلایا کرتے ہیں - آج اس وقت چلانے کا کیا مطلب؟"

نوجوان نے اس کا کچھ جواب نہ دیا بلکہ دوڑ کر اُس دروازہ کے قریب جا پہنچا جو باغ کی سمت میں کھلتا تھا - اور اُسے بند کر کے بانات کے بھاری پردے جو اس جگہ لگے ہوئے تھے دروازہ کے آگے تان دیئے لیکن اتنے میں ہی عجیب طرح کا ہنگامہ خیز شور قلعہ کی سمت سے سنائی دینے لگا تھا - کئی

شخصوں کے نعرے بلند کرنے اور تین بار سیٹی بجنے کی آوازیں کانوں میں آئیں پھر
ڈھول بجانے کی آواز دوسری پرشور آوازوں سے مل جل کر کانوں میں آنے لگی۔ ابھی
یہ آوازیں سنائی دے رہی تھیں کہ ان سے بلند و بالا ایک دفعہ پھر توپ چلنے
کی پرشور آواز پیدا ہوئی جس کے بعد قلعہ کے کسی اندرونی مقام سے ایک بھاری گھنٹہ
جس کی تیز سمع خراش آواز میرے اعصاب کو اور بھی زیادہ شکستہ و ریخت
کرنے والی تھی سنائی دینے لگا۔

میں اپنے مقام پر کھڑی ایک ہاتھ سے دل کی دھڑکن روکنے کی کوشش کر رہی
ہوئی حالات کی اس عجیب رفتار کو جس کی کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہ آتی تھی دیکھ رہی
تھی۔ اتنے میں شور کی آوازیں ہر لحظہ ترقی پذیر تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا۔ توپ کے
ناگہاں دوبارہ چلنے سے قصبہ کے سب لوگ بیدار ہو کر حالت اضطراب میں ادھر
ادھر دوڑنے لگے ہیں۔

اتنے میں وہی توپ تیسری بار پھر چلی۔ مرطوب ہوا کے دوش پر اس کی ہر
آواز پہلے سے زیادہ تیز معلوم ہوتی تھی۔ اس وقت جب مکان کی دیواریں زور
زور سے ہل رہی تھیں میں نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"یہ تیسری آواز تھی جو خلاف معمول پیدا ہوئی ... آخر ہوا کیا ہے؟ اور اس
کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟"

"اس کا مطلب میں عرض کرتا ہوں کہ اچھی [illegible] یہ وقت غیر معمولی
طور پر ساکن و صامت [illegible] کوئی قیدی قلعہ سے بھاگ [illegible] ہے ..."

"قیدی!" میں نے بے اختیاری کے لہجہ میں کہا۔ اور اس کے بعد جب ان
الفاظ میں اصل حقیقت روشن ہو گئی تو میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ تم ... ؟"

اُس نے اپنے سر کو ایک دو بار صورت اثبات حرکت دی۔ جس پر مَیں نے متعجبانہ کہا۔

"لیکن تم کیا انگریز . . . انگلستان کے رہنے والے نہیں ہو؟"

"مَیں بے شک انگریز ہوں۔" اُس نے جواب دیا۔ "لیکن یہ بھی امرواقعہ ہے کہ مجھے اِس منحوس قلعہ کی سنگلاخ دیواروں میں بلا سماعت مقدمہ بند ہوئے تیرہ[۱۳] دن کے قریب عرصہ گذر چکا تھا . . ."

بات اب کچھ کچھ میری سمجھ میں آنے لگی تھی۔ اِتنا مجھ کو بے شک معلوم تھا کہ قلعہ کی چار دیواری میں فوجی افسروں کو قید کر کے رکھا جاتا ہے۔ لیکن اس کا بھُولے سے بھی خیال نہ آسکتا تھا کہ ایسے قیدیوں میں کوئی انگریز بھی شامل ہوگا۔ یا کسی انگریز کا اس قلعہ میں قید کیا جانا ممکن ہے۔ فی الحقیقت میں قلعہ کے بہت سے جرمن قیدیوں سے خوب اچھی طرح واقف تھی۔ ایک اُن میں کوئی نوجوان فوجی سوار تھا۔ جس نے اپنی بیوی کی بے حرمتی کا بدلہ لینے کی غرض سے اپنے ایک افسرِ اعلےٰ کو ڈوئیل کا مقابلہ کرتے ہوئے جان سے مار ڈالا تھا۔ اسی طرح رُبن میسٹر ون کراشوز نام کا ایک اور شرابی افسر قلعہ میں بند تھا۔ جس نے نشہ میں بدمست ہو کر اپنے فوجی نوکر کو قتل کر دیا تھا . . .

یہ اور ایسے ہی کئی اور جرمن قیدی افسروں کے حالات مجھ کو معلوم تھے۔ لیکن اس کا بھولے سے خیال نہ آسکتا تھا کہ یہ نوجوان . . . میری مادرِ وطن کا سپوت۔ سرزمین انگلستان کا رہنے والا۔ کسی نہ معلوم خطا کی وجہ سے قلعہ کے اندر بند ہوگا۔ اور اب پہلی مرتبہ سارا حال منکشف ہونے پر وہ سب غصّہ جوش اور ناراضگی جو اس نوجوان کی باتوں سے رفتہ رفتہ میرے دل کو ہوئی تھی آنِ واحد میں مٹ گئی۔ مجھے اُس کے حال پر ترس آنے لگا اور ایسا معلوم ہوا کوئی چیز

میرے گلے میں آکر اٹکنے لگی تھی۔ میں پیشتر بارہا اندرون قلعہ کے حالات دیکھ چکی تھی وہ اُس کا کشادہ صحن اونچی اونچی دیواروں سے گھرا ہوا۔ دروازہ پر مضبوط آہنی سلاخیں لگی ہوئی آمد و رفت کے رستے پُر پیچ اور بعید از فہم جن میں ہر قدم پہ مسلح سپاہی بندوقیں اور سنگینیں ہاتھوں میں لئے پہرہ دیتے نظر آیا کرتے تھے۔

اور اب رفتہ رفتہ یہ بھی مجھ کو یاد آیا کہ جب شمع کی روشنی میں پہلی مرتبہ میں نے اپنے پُر اسرار ملاقاتی کی صورت دیکھی تو اُس کا دم پھولا ہوا اور میلے رومال کی مدد سے اپنی پیشانی اور آنکھوں سے پانی کے قطرات پونچھ رہا تھا۔ یقیناً وہ اُس وقت کسی نہ کسی طریقہ پہ قلعہ سے چھپٹ کر اُس کے بھاری دروازوں اور اونچی فصیلوں کو پیچھے چھوڑ کر پہرہ داروں سے جان بچاتا امداد کی اُمید دل میں لئے میرے پاس آیا تھا۔ قلعہ کی سنگلاخ عمارت اب بھی مُنہ کھولے اُس کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ لوگ اس کو گرفتار کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش عمل میں لا رہے تھے اور یہاں وہ اصل حقیقت ظاہر کرنے کی بجائے جھوٹی سچی کہانیاں بیان کر کے جو مجھ کو اُس کی طرف سے اور زیادہ بدگمان بنانے والی تھیں اصل حقیقت کو چھپاتے ہوئے میری امداد حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ حالانکہ اس طریقہ پر وقت کے وہ قیمتی لمحے جو اُس کے بچاؤ میں مددگار بن سکتے تھے بے کار ضائع ہو گئے۔ اُس کی عام حالت دیکھ کر میں دل میں سوچے بغیر نہ رہ سکی کہ وہ کوئی غیر معمولی بے خوف اور پرسکون و بردبار طبیعت رکھنے والا آدمی ہے۔

اتنے میں وہ پھر بولا۔ "میں ایک برطانی افسر ہوں اور ایک کارِ خاص کے سلسلہ میں اس جگہ آیا تھا۔ نہ میں اس کام کی نوعیت آپ سے بیان کر سکتا ہوں نہ مجھ کو پورے حالات ظاہر کرنے کی اجازت ہے۔ آپ ایک فوجی افسر کی بیٹی ہیں اور میری مشکلات کو بخوبی سمجھ سکتی ہیں۔ میری سلامتی اس میں ہے کہ اُن لوگوں سے تعاقب

میں آنے سے پہلے کسی طرف کو نکل جاؤں۔ میں نے آپ کے روبرو جو بہت سے جھوٹ بولے تھے اُن کے لئے معافی مانگتا ہوں۔ لیکن کیا عرض کروں۔ جس شعبہ میں مجھ کو کام کرنا پڑتا ہے۔ اُس میں ہر کارکن کو پہلی ہدایت یہ دی جاتی ہے کہ اپنا رازِ دل کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ میرے ساتھیوں نے اُس وقت جب میں قلعہ کے اندر بند تھا کسی نہ کسی طریقہ پر ایک تحریر میرے ہاتھوں تک پہنچائی جس میں لکھا تھا آپ کا نام مس آلیویا ڈینبر ہے۔ آپ اس مکان میں رہتی ہیں۔ امید ہے کہ نیگل ڈروس جس کا مخفف نام میں نے ابھی لیا تھا اور جو میرے ساتھی کارکنوں میں سے ایک ہے پہلے سے آپ کو مطلع کر دے گا تاکہ میں جس وقت آپ سے ملوں تو کسی طرح کی اُلجھن پیدا نہ ہو۔ لیکن سوئے اتفاق سے نہ وہ آپ سے ملا نہ آپ کو میری آمد کا حال معلوم ہو سکا۔۔۔"

"یہ سچ ہے۔" میں نے بڑھتی ہوئی حیرت کے لہجہ میں کہا۔ "میرے پاس اس نام کا کوئی آدمی نہ آیا تھا۔"

"تو پھر یقیناً وہ مارا گیا ہوگا۔" میرے ملاقاتی نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔ کیونکہ میں خوب جانتا ہوں۔ نیگل ہمیشہ اپنے وعدہ کا پابند رہا ہے۔ اور کبھی اس کو توڑنا منظور نہیں کرتا۔۔۔ پھر اب کہیئے کیا آپ کسی طریقہ پر میری مدد کر سکتی ہیں؟"

"ہاں کر سکتی ہوں۔" میں نے حالات جدیدہ کے زیر اثر فوراً جواب دیا۔

"کتنا روپیہ آپ کے پاس ہے؟"

میں اس کے کہنے سے پہلے ہی اپنا دستی بیگ جو ٹائپ رائٹر کے پاس رکھا تھا اُٹھا کر اس کے نوٹ گننے لگی تھی۔

"تین سو مارک سے کچھ اوپر ہیں۔"

انگریزی سکوں کے حساب سے یہ رقم پندرہ پونڈ کے قریب بنتی تھی۔ لیکن میرے

لئے یہ بھی دولت سے کم نہ تھی۔

"پھر کیا یہ سب آپ مجھ کو دے سکتی ہیں؟"

میں نے جھوٹ بولا "ہاں دے سکتی ہوں" حالانکہ میری اپنی ضروریات اس کی اجازت نہ دیتی تھیں کہ میں اپنا سب روپیہ اس کے حوالہ کر دوں۔

اس نے نوٹ میرے ہاتھ سے لے کر جلدی سے اپنی جیب میں ٹھونس لئے پھر کہنے لگا۔

"ٹھیک ہے بہت خوب خاتون محترمہ آپ کا یہ احسان عمر بھر نہ بھولوں گا۔ آپ کا روپیہ یا تو میں خود یا میرے آدمی یقینی طور پر آپ کو واپس پہنچا دیں گے۔ اگر اس کے ملنے میں دیر ہو جائے تو پھر آپ خط لکھ کر طلب کر سکتی ہیں۔ اس صورت میں لفافہ پر صرف اتنا پتہ لکھنا کافی ہوگا۔ ایم۔ آئی ۵ معرفت ڈسٹرکٹ۔ خط کے اندر آپ سارے حالات لکھ دیں۔ روپیہ فوراً آپ کو مل جائے گا۔"

اتنا کہنے کے بعد وہ پھر اطمینان طریقہ پر ہاتھ ملتے ہوئے کہنے لگا۔

"بس اب ضرورت صرف دو چیزوں کی باقی رہی ہے۔ ایک پستول اور ایک اوورکوٹ خواہ وہ کسی طرح کا ہو۔۔۔"

باب - ۲

امداد

میں پیشتر بیان کر چکی ہوں کہ میرے آقا ڈاکٹر ڈان ہنش کی دو اولادیں تھیں ایک بیٹی جس کی سفارش سے میں ان کے ہاں ملازمت کرنے آئی اور جو ابھی شادی

کر کے امریکہ گئی ہوئی تھی۔ دوسرا ایک لڑکا جو بون کی یونیورسٹی میں قانون کی تعلیم حاصل کرتا تھا۔ اجنبی کے کہنے پر مجھکو یاد آگیا کہ لڑکے کی ایک پرانی ہیٹ اور ایک باران کوٹ کہیں دیوار کے ساتھ ٹنگا ہوا موجود ہے۔ میں نے اس کا ذکر اجنبی سے کیا اور کہا۔

"ڈاکٹر طوان ہنش کا بیٹا آئندہ تعطیلات سے پہلے مکان پر واپس نہ آئے گا۔ اور تبھی اس کو معلوم ہوگا کہ اس کی ہیٹ اور باران کوٹ ندارد ہے اگر کہو تو یہ دونوں چیزیں دوسرے کمرے سے لا دوں۔"

" ذرا ٹھہریئے " اس نے مجھے روکتے ہوئے کہا۔ پھر دیوار پر لگی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھ کر۔ " اب ساڑھے دس بجے ہیں۔ گھر کے باقی آدمی کب تک واپس آجائیں گے؟"

" گیارہ سے پہلے کسی کے آنے کی امید نہیں۔ نوکرانیوں کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ ٹھیک گیارہ بجے مکان پر پہنچ جائیں۔ لیکن وہ ایک دور مقام پر میلہ دیکھنے گئی ہیں۔ اور انہیں واپس آنے میں یقیناً دیر ہو جائے گی۔ ڈاکٹر صاحب کی نسبت میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اگر دعوت کے بعد تاش کھیلنے بیٹھ گئے تو ساڑھے گیارہ یا پونے بارہ سے پہلے واپس نہ آئیں گے۔ میں تمہیں جلدی میں رخصت کرنا تو نہیں چاہتی۔" میں نے رکتے ہوئے کہا۔" لیکن حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ آپ اپنی سلامتی کی فکر کریں ؟"

" وقت جو ضائع ہونا تھا ہو چکا " اس نے بے پروائی کے لہجہ میں جواب دیا۔" اب جلدی کرنے سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے؟ اس کے علاوہ اس طرح کی حالتوں میں جب دشمن پیچھے لگا ہو تو سلامتی اسی میں ہوتی ہے کہ آدمی کسی محفوظ مقام پر اس وقت تک چھپا رہے۔ جتنے کہ پیچھا کرنے والے ہر طرف سے مایوس ہو کر کوئی دوسری راہ اختیار کریں۔ ابھی مجھ کو آدھ گھنٹے کی فرصت حاصل ہے۔"

"مگر اس کا خیال کرلو کہ وہ لوگ تمہیں باغ میں تلاش کرتے اس جگہ نہ آجائیں" میں نے احتیاطاً کہا۔ "میرا اپنا خیال یہ ہے کہ منزل اُن میں سے چند ایک اس طرف کا رُخ کریں گے۔"

"شاید ایسا ہو۔" اُس نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن امید نہیں وہ فوراً اِدھر آئیں۔ اس لئے کہ میں ان جرمنوں کی کُند ذہنی سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اس کے علاوہ میں نے اس طرف آنے سے پہلے اُن کے لئے ایک غلط سراغ مہیا کر دیا تھا۔ اگر وہ اس کی راہ پر چلنے لگے تو سیدھا قصبہ کا رُخ کریں گے۔ اور اس طرف آنے کا خیال ہی نہ آئے گا۔ بہرحال میری سلامتی اس میں ہے کہ وہ کچھ عرصہ اِدھر کا رخ نہ کریں۔"

"لیکن آپ آئے کدھر سے تھے؟" میں نے پرشوق لہجہ میں پوچھا۔ "کیا ہمارے باغ کے اندر ہو کر؟"

اس نے جواب میں ہلکا تبسم کیا جس کے معنی یہ تھے کہ میرا اندازہ صحیح ہے۔

"لیکن ہمارے باغ اور قلعہ کے درمیان ایک اونچی دیوار حائل ہے۔" میں نے پریشان نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "جس کے سرے پر کانچ کے ٹکڑے اور لوہے کی کیلیں لگا دی گئی ہیں تاکہ کوئی اُسے پھاند نہ سکے۔ اس دیوار میں بیشک ایک دروازہ بنا ہے لیکن وہ ہر وقت مقفل رہتا ہے!"

میں اس موقعہ پر بیان کر دینا چاہتی ہوں۔ کہ اس دیوار میں بنا ہوا دروازہ قلعہ شلاز کے کمان افسر کی سہولت کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ تاکہ اس گھر میں رہتے ہوئے اس کو سیدھے رستہ سے قلعہ تک جانے آنے میں آسانی ہو۔ اور دور کا چکر کاٹ کر نہ جانا پڑے۔ پیشتر جتنے کمان افسر آ کر رہے سب اسی گھر میں سکونت رکھتے تھے۔ لیکن میں پیشتر بیان کر چکی ہوں کہ موجودہ کمانڈنٹ وان انگ میٹل

چونکہ کنوارے اور اکیلے تھے اس لئے انہوں نے کوٹھی میں رہنے کی ضرورت نہ سمجھتے ہوئے قلعہ کے اندر ہی اپنے لئے چند کمرے خالی کرا لئے تھے۔ اور جب سے میرے آقا ڈاکٹر وان ہمنش اس جگہ آکر رہنے لگے۔ دروازہ ہمیشہ بند اور مُقفل رہتا تھا۔ اور اس کی کنجی قلعہ کے اردلی روم میں رکھوا دی گئی تھی۔

اتنے میں میرا ملاقاتی کہنے لگا۔ "دُنیا میں کونسا قفل ایسا ہے۔ جسے توڑا نہیں جا سکتا۔ آپ کے احسان کو دیکھتے ہوئے جی تو یہی چاہتا ہے کہ سب حال مفصل بیان کر دوں لیکن احتیاط مانع ہے اور آپ کی اپنی بہتری اور سلامتی کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں نہیں چاہتا آپ کو ضرورت سے زیادہ محرمِ راز بنانے کی کوشش کروں میں آپ سے مدد اور اس ملاقات کے واقعہ کو بالکل فراموش کر دیں۔ اس میں شک نہیں آپ بڑی حوصلہ مند عورت ہیں لیکن یہ جان بازوں کا کھیل ہے اس میں وہی لوگ حصّہ لے سکتے ہیں۔ جو اپنی زندگی ہتھیلی پہ لئے پھرتے ہوں۔ اگر خدانخواستہ کسی کے دل میں یہ شک پیدا ہو گیا کہ آپ نے مجھ کو فرار میں مدد دی تھی تو ۔۔ پھر خدا۔ آپ کے لئے بڑی مشکل کا سامنا ہو گا۔"

"واہ یہ کیا کہتے ہیں آپ!" میں نے اپنی لاعلمی کی وجہ سے اصل حقیقت نہ جانتے ہوئے بے پروائی کے لہجہ میں جواب دیا۔ "وہ لوگ میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟ کیا میں سرزمینِ انگلستان کی دختر نہیں ہوں؟ کون ہے جو میری آزادی پہ ہاتھ ڈالے۔ میں اس معاملہ میں ذرا نہیں ڈرتی۔"

مجھے اس کی کھوری آنکھوں میں فکر و تشویش کے آثار نظر آنے لگے۔ سوچتے ہوئے بولا۔

"خدا کے لئے اتنے لمبے چوڑے دعوے نہ کیجئے۔ آپ ڈر سٹاین سے واقف نہیں ہیں وہ جو دُنیا کے کسی کام میں ہاتھ ڈالنے سے دریغ نہیں کرتا۔"

"ڈرسٹلر! یعنی کون؟" میں نے حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"جرمن زبان میں ڈرسٹلر لنگڑے آدمی کو کہتے ہیں آخر یہ لنگڑا کون ہے؟"
میں نے دیکھا ایک عجیب تبدیلی میرے ملاقاتی کے چہرہ کے آثار میں پیدا ہوئی۔ اس کے خط و خال میں سختی کا اثر پیدا ہو گیا اور ایک نئی طرح کی روشنی شعلہ آتشیں کی مانند اس کی آنکھوں میں چمکتی دکھائی دی۔

آخر کار اس نے غایت درجہ متین اور سنجیدہ لہجہ میں جو اس کے سابقہ انداز گفتگو سے بالکل ہی جدا تھا کہا۔ "خدا نہ کرے کبھی آپ کا اس موذی سے واسطہ پڑے۔ لیکن میں احتیاطاً اتنی بات ضرور آپ سے کہتا ہوں کہ اگر ایک چھوٹے قد کا وحشی منش جرمن جس کا ایک پیر ناقص ہے اور لکڑی کے سہارے چلتا ہے مجھ کو ڈھونڈتا ہوا آپ کے پاس آئے تو اس کی طرف سے اس طرح محتاط رہیئے جیسے شیر غراں سے یعنی اس کا پورا خیال رکھیئے کہ اس کے دل میں شک کا شائبہ تک پیدا نہ ہو ورنہ ۔ ۔ ۔ !"

وہ کہتا کہتا چپ ہو گیا۔ باہر اب ہر طرف خاموشی تھی۔ قلعہ کی سمت سے جو آوازیں پیشتر سنائی دیتی تھیں اب وہ بھی آتی بند ہو گئیں [illegible] کی تیاری میں اپنے کوٹ کے بٹن بند کرنے شروع کیے۔ پھر بولا۔

"اب آپ مجھ کو اجازت دیں لیکن جانے سے پہلے میں [illegible] ہوں کہ آپ اس معاملہ کی لپیٹ میں آنے سے بچے رہنے کی کوشش کیجئے۔ بہترین ترکیب میرے خیال میں یہ ہوگی کہ اس موم بتی کو اب بجھا دیا جائے آپ مجھے ہیٹ اور کوٹ لا دیں اور یہ بھی بتا دیں کہ صدر دروازہ کس طرف واقع ہے۔ اس کے بعد چپکے سے اپنے کمرہ خواب میں جا کر بستر پر لیٹ جائیں اور صبح ہونے تک زنہار حرکت نہ کریں!"

" اور آپ ... ؟ "

اس نے اپنے شانوں کو بے پروائی کی حرکت دی پھر بولا۔ "مجھ کو جو کام درپیش ہیں اُن کو کرنا ہی پڑے گا۔" یہ کہہ کر اُس نے اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے نکالا اور کہا۔ "عزیز لڑکی میں ہزار بار آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کاش میں آغاز ہی میں آپ پر بھروسہ کرتا اور اصل حقیقت بیان کر دیتا۔ لیکن ایک دفعہ ایک عورت نے مجھ سے بڑی غداری کی تھی۔ تب سے مجھ کو خاص طور پر محتاط رہنا پڑتا ہے۔"

اس کا سُکڑا ہُوا استخوانی ہاتھ میرے ہاتھ سے لگا تو میں نے دیکھا کہ گو میرا اپنا ہاتھ سرد تھا لیکن اس کے ہاتھ میں گرمی تھی اور توانائی۔

" خدا آپ کو خیر و عافیت سے منزل تک پہنچنے میں مدد دے " میں نے دعائیہ لہجہ میں کہا " مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں نے شروع میں آپ سے بہت روکھا سلوک کیا۔ لیکن اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ میں اصل حقیقت سے آگاہ نہ تھی۔ مگر اس سے پہلے کہ آپ رخصت ہوں میں اتنا ضرور کہوں گی کہ ایسا بہادر آدمی جیسے آپ ہیں بہت کم میرے دیکھنے میں آیا ہوگا۔"

اُس نے اپنے سر کو انکاری حرکت دی پھر ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

" میری تعریف نہ کیجئے میں بہادر نہیں لیکن بے خوف اور دلیر بے شک ہوں میری حالت اُس جواری سے ملتی جلتی ہے۔ جس نے اپنا سرمایہ آخری پینی تک داؤں پر لگا دیا ہو۔ جس وقت ان لوگوں نے مجھ کو گرفتار کر کے اس منحوس قید خانہ میں بند کر دیا تو میں اپنی عزت پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ لیکن خدا کی قسم!" اس نے ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے مصمم ارادہ ظاہر کر کے کہا۔ " اب میں ضرور اُسے حاصل کر کے رہونگا۔!"

" کیا کہا عزت!" میرے منہ سے بے اختیار نکلا لیکن بات کچھ سمجھ میں نہ

آ سکی۔ اُسے خاموش دیکھ کر میں نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "میجر ایبٹ جب سے آپ کے حالات زندگی سُنے ہیں مجھے آپ سے گہری ہمدردی ہو گئی ہے۔ افسوس میں اس موقعہ پر اپنے ایک حوصلہ ور ہموطن کی کچھ بھی خدمت نہ کر سکی۔ کیا کوئی اور طریقہ ایسا نہیں جس پر عمل کرتے ہوئے میں آپ کے لئے کچھ امداد دے سکوں؟"

مگر اُس نے انکاری سر ہلاتے ہوئے محض اتنا کہا

"یہ جتنا بھی آپ نے کیا ہے کچھ کم نہیں۔ اس سے زیادہ کے لئے میں آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتا۔"

"آخر آپ یہاں سے چل کر ایسے کہاں جائیں گے؟"

وہ تھوڑی دیر چپ چاپ میرے منہ کو تکتا رہا۔ پھر پُر استقلال لہجہ میں کہنے لگا۔

"میں سیدھا برلن جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"برلن!" میرے منہ سے نکلا "میں خود بھی اگلے ہفتہ وہیں جا رہی ہوں..."

وہ کسی گہری سوچ میں پڑ گیا اور اس کی پیشانی شکن آلود نظر آنے لگی۔

"آپ برلن جائیں گی۔" آخرکار اس نے نرم آواز سے کہا اور اس کے بعد زیادہ زوردار لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہنے لگا "میرا کہا مانیے اور اس دلدل میں پاؤں نہ رکھیئے۔ ایک ایسی نیک سیرت نازک بدن خاتون کے لئے جیسی آپ ہیں یہ بڑی خطرناک زندگی ہوگی۔"

"کیا کہہ رہے ہیں آپ!" میں نے فاخرانہ گردن اٹھاتے ہوئے جواب دیا۔ "میں اپنی حفاظت کرنا خوب جانتی ہوں اور بچپن سے اپنی بے خوفی کیلئے مشہور ہوں۔

اس کے علاوہ میں جرمن زبان بڑی روانی سے بول سکتی ہوں۔ اس لئے اگر سچ مچ کوئی کام میرے لائق ہو۔۔۔"

اس نے ہاتھ کے اشارہ سے مجھے روکا پھر کہا "آپ بیشک برلن جانا چاہتی ہیں لیکن میں آپ کو اپنی طرف سے کوئی تکلیف دینا پسند نہیں کرتا۔ میری قسمت میں ایسا ہی لکھا ہے کہ تنہا ان کاموں کو کروں، اور میں اس نوشتہ تقدیر کو پورا کر رہا ہوں۔" پھر میز کے بالکل قریب آکر اس نے کہا "اب اگر اجازت ہو آپ کی اس شمع کو گل کر دوں۔۔۔؟"

الفاظ اس کے منہ میں ہی تھے کہ دروازہ کے اندر لگی ہوئی بجلی کی گھنٹی پُرشور آواز سے بجی۔۔۔!

باب - ۳

رخصت

یا تو وہ میز پر آگے کو جھکا ہوا کھڑا تھا یا جھٹ سے دروازہ کی سمت کو سیدھا کھڑا ہو گیا اور استفہامیہ نظروں سے میری طرف دیکھنے لگا۔ اس لمبی ملاقات کے دوران میں پہلی مرتبہ میں نے اس کے چہرہ پر فکرِ عظیم کے آثار دیکھے۔

"میرے خیال میں یہ صدر دروازہ کے باہر لگی ہوئی گھنٹی کی آواز تھی۔۔۔ کیا ٹھیک ہے؟" اس نے پوچھا۔

میں نے جواب دیا "ہاں اسی گھنٹی کی آواز تھی کوئی شخص دروازہ کھلوانا چاہتا ہے۔"

"کون ہوگا" اس نے سہمی ہوئی آواز سے پوچھا۔

میں خود اس بارہ میں لاعلم تھی۔ اس لئے میں نے صورتاً انکار سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹر وان ہنش یا اُن کی بیگم تو نہ ہوں گے۔ کیونکہ دروازہ کی کنجی اُن کے پاس ہے اور نوکروں کا صدر دروازہ سے کیا کام؟ وہ اگر آئے ہوتے تو اپنا علیحدہ دروازہ کھول کر اس کی راہ سے اندر چلے آتے۔"

"بُرا ہُوا! ... سخت بُرا ہُوا!" اس نے پریشانی کے لہجہ میں کہا۔ "اب مجھے اسی باغ کے رستہ رخصت ہونا پڑیگا۔ غالباً اس کی روشیں کسی مقام پر شاہراہ سے جا کر مل جاتی ہیں ... کیا یہ ٹھیک ہے؟"

"ہاں اگر آپ باغ سے ہو کر دائیں طرف کو جائیں تو آگے سڑک آجائے گی۔"

"اچھا تو میں اب چلتا ہوں دروازہ بند کر لو اور اوپر اپنی خوابگاہ میں جا کر کوئی گرم کپڑا اوڑھ لو پھر نیچے جا کر دیکھنا دروازہ پر کون آیا ہے۔ میں اس دوران میں موقعہ کا انتظار کروں گا۔ اور کسی نہ کسی طریقہ سے سڑک پر نکل جاؤں گا۔"

اتنے میں گھنٹی کی آواز پھر سنائی دی اس پر وہ بولا۔

"ذرا ان کو بجا لینے دو۔ اس سے آنے والے کے دل میں کم از کم یہ سوال ضرور پیدا ہوگا کہ آپ پڑی سو تی تھیں۔" وہ دبے پاؤں چلتا دروازہ کے پاس گیا اور اس کے بعد دفعتاً کھڑا ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا اس کے سارے اعضا میں نئی طرح کی سختی پیدا ہو گئی ہے۔ اُس نے میری طرف مُنہ کر کے ایک ہاتھ اونچا اٹھایا اور اس قسم کا اشارہ کیا گویا کہنا چاہتا تھا کہ سننا یہ کیا آواز تھی!

میں نے جب کان لگا کر سُنا تو باغ میں کئی پیروں کی ملی جلی چاپ سنائی دی۔

اُس نے فوراً واپس آکر میز پر رکھی ہوئی موم بتی کو پھونک مار کر بجھا دیا۔

اِتنے میں دروازہ کی گھنٹی تیسری بار بجی - اور باغ کی پُر اسرار مبہم آوازیں پھر سے سنائی دینے لگیں - گو میں نے اندازہ سے جانا وہ کسی قدر فاصلہ سے آتی تھیں -

یکایک اس گھُپ اندھیرے میں جو شمع کے گُل ہونے سے دوبارہ پیدا ہُوا تھا اس نے کہنا شروع کیا -

" کیا آپ ضرور برلن جانے کا ارادہ رکھتی ہیں ؟ "

" ہاں میں شکرِ وار جاؤں گی . . کیوں ؟ "

" میں نہیں جانتا مستقبل کی کتاب میں میری نسبت فرشتوں نے کیا لکھ رکھا ہے خدا جانے میں بچکر زندہ نکل جاؤں - نہیں کامیاب ہو سکوں یا نہ - لیکن بالفرض مجھ پر کوئی آفت آگئی تو کیا آپ میری ایک شرمناک حرکت کی تلافی کیلئے کوشش کرنا قبول کریں گی ؟ "

" مفصل بیان کیجئے - میں اب ہر ممکن طریقہ پر آپ کی مدد کے لئے آمادہ ہوں "

ہمارے ہاتھ اندھیرے میں ایک دوسرے سے ملے - اس کے بعد وہ کہنے لگا -

" اچھا سنیئے برلن کی اس گلی میں جس کا نام ہینن زولرن ایلی مشہور ہے ۳۰۵ نمبر کے مکان پر نامک کی ایک گویا عورت فلوریا وان بلگرمتی سکونت کرتی ہے اس کے کمرہ نشست میں ایک جانب گراموفون کے ریکارڈ رکھنے کی ایک الماری پڑی ہے اور اُن ریکارڈوں کی پشت پر ایک سر بمہر لفافہ رکھا ہے - آپ کی واقفیت کیلئے میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ نیلے رنگ کا لفافہ ہے اور الماری کے نچلے حصّہ میں پُرانے گراموفون ریکارڈوں کی پشت پر رکھا ہے - آپ کو اس کے بارہ میں کوئی غلط فہمی نہیں ہو سکتی - اب اس کا جواب دیجئے کیا آپ اس عورت فلوریا کی بےخبری نیز اس طرح کے حالات میں کہ گھر میں اور کوئی شخص حقیقت سے واقف نہ ہو سکے - اس

لفافہ کو نکال کر ایک ایسے مقام پر پہنچا سکتی ہیں جس کا پتہ میں عنقریب آپ کو دُوں گا ؟"

ہر چند کام کی نوعیت پُر اسرار عجیب اور پریشان کُن تھی۔ لیکن میں نے دلیری سے کام لیتے ہوئے جواب دیا۔

"میں تا حد امکان کوشش کروں گی لیکن اس کا یقین کیسے ہو کہ وہ لفافہ اب تک ضرور وہیں رکھا ہوگا ؟"

" اس کی وجہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ فلیربا کو گراموفون کی آواز سے سخت نفرت ہے اس لئے وہ محض کمرہ کی زیبائش کا کام دیتا ہے۔ ورنہ اُسے کبھی استعمال نہیں کیا جاتا۔"

پھر تھوڑے وقفہ کے بعد تقریر جاری رکھتے ہوئے اُس نے کہا۔" بالفرض آپ کو وہ لفافہ اس جگہ رکھا ہُوا نہ ملے تو پھر سمجھ لیجئے کہ میں آپ سے پہلے وہاں جا کر اس کو نکال لایا ہوں۔ فلیربا کے عادات کے متعلق میں دو چار باتیں احتیاطاً آپ کو بتاتا ہوں۔ وہ صبح کو دیر کر کے اُٹھتی ہے۔ اس لئے اگر آپ بہت سویرے اس کے مکان پر جائیں تو کام زیادہ سہل ہو جائے گا۔ اس کی نوکرانی ... ہیڈوگ اس کا نام ہے۔ آپ سے پوچھے گی۔ آپ کس لئے بیگم صاحب سے ملنا چاہتی ہیں ؟ اس وقت یہ حیلہ سازی کر لیجئے گا۔ کہ میں کوئی چیز بیچنے کو لائی ہوں۔ مثلاً کوئی فراک یا فر... یا ایسی ہی کوئی اور چیز۔ وہ آپ کو انتظار کرنے کے لئے سیلون کمرہ میں بٹھا دے گی۔ اس وقت آپ تنہائی میں موقعہ سے فائدہ اُٹھا سکتی ہیں۔"

پھر وہی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ خدا معلوم دروازہ پر کون کھڑا بار بار بٹن دبا تا تھا ...

لیکن میں نے اس آواز کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے ملاقاتی سے پُوچھا

"فرض کیجئے میں اس لفافہ کو نکالنے اور اپنے قبضہ میں لینے میں کامیاب
ہوگئی تو پھر مجھے اس کے متعلق کیا کرنا چاہیئے ؟"

"ایک شخص . . . جوزف بیل اس کا نام ہے وہ لفافہ اُس کے پاس لے
جانا فریڈرک سٹراس نام کے بڑے بازار سے ایک طرف کو ایک تنگ بازار گیا ہے
جسے تو ہن سٹراس کہتے ہیں ۔ اس کے ۹۷ نمبر کے مکان میں یہ آدمی تھیئٹر ایجنٹ کا
کام کرتا ہے ۔ آپ آسانی سے اس کا پتہ پالیں گی ۔ لیکن اس کا خیال رکھیئے کہ وہ لفافہ
اپنے ہاتھ سے اس کے حوالے کرنا ۔ ڈاک میں نہ بھیجنا ۔ نہ یہ کام کسی اور کی معرفت
کرنا وہ خود ہی سمجھ جائے گا کیسا لفافہ ہے اور اُسے اس کے متعلق کیا کرنا چاہیئے
آدمی بیحد معروف ہے لیکن اگر آپ میرا نام لے دیں گی ۔ تو فوراً سمجھ جائے گا اور
بلا تاخیر آپ سے ملنے کو آمادہ ہوگا ۔"

"بس تو اطمینان رکھیئے میں برلن جاتے ہی سب سے پہلے آپ کا یہ کام کرونگی"
اس نے انداز شکرگذاری سے میرا ہاتھ دبایا پھر کہنے لگا ۔

"مجھ کو یقین کامل ہے کہ آپ ہمت نہ ہاریں گی ۔ افسوس آپ کو معلوم نہیں اس
نیلے لفافہ کی صحیح اہمیت کیا ہے یا میرے نزدیک وہ کیا قدر و قیمت رکھتا ہے اُسے
وہاں چھوڑا تو سچ پوچھیے میں نے اپنے ملک و قوم سے بڑی غداری کی لیکن خدا چاہے
تو میں ضرور اس غلطی کی تلافی کر کے رہوں گا ۔ بہرحال یہ دو پتے جو میں نے آپ کو
بتائے ہیں وہ تو آپ کو یاد رہیں گے ؟ "

"ہاں میں نے ان کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا ہے" میں نے جواب دیا ۔
اور پھر اس کے اطمینان کے لئے دونو پتے دوہرا کر سنا دیئے ۔

"خوب بس اتنا اور خیال رکھیئے کہ بیل سے مل کر یہ کہہ دینا میجر ایبٹ میرے
شناساؤں میں سے ایک ہے ۔ پھر سب کام ٹھیک ہو جائے گا ۔"

" میں ضرور ایسا کہہ دوں گی۔"

" اچھا تو اب میں چلتا ہوں ذرا آکر میرے نکل جانے کے بعد دروازہ بند کر لیجئے۔"

وہ اس دروازہ کی سمت میں چلنے لگا تھا۔ جدھر باغ واقع ہے۔ لیکن میں نے دو قدم آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔

" اس طرف سے نہ جائیے۔ کیا آپ نہیں دیکھ سکتے خطرہ کتنا عظیم ہے"

صدر دروازہ کی گھنٹی مسلسل دوبارہ بڑے زور کے ساتھ بجی۔۔۔

" لیکن میں باغ کے سوا اور کس راہ سے رخصت ہو سکتا ہوں؟" اس نے مجبوری کے لہجہ میں جواب دیا۔ "میرے لئے یہی ایک راہ فرار باقی ہے اور میں زیادہ عرصہ آپ کے پاس ٹھہر بھی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ اگر کسی نے مجھ کو یہاں دیکھ لیا تو پھر آپ کے لئے بڑی مشکلات کا سامنا ہوگا۔ اس کے علاوہ اب باغ میں ہر طرف سناٹا ہے غالباً وہ لوگ اپنی سعی بے سود کے بعد واپس چلے گئے ہوں گے۔"

اس کا ہاتھ بند دروازہ کی چٹخنی کے ساتھ لگا تھا۔ اس نے بڑی آہستگی سے بے آواز اُسے کھولا۔ اس کے ساتھ ہی بارش سے بھیگے ہوئے پتوں اور مرطوب زمین کی تیز بُو کمرہ میں داخل ہوئی۔ اس کے بعد وہ آناً فاناً رخصت ہو گیا۔ رات اندھیری تھی آسمان پر چاند تارے بالکل نظر نہ آتے تھے۔ جھکے ہوئے بادلوں کی وجہ سے تاریکی اور بھی زیادہ کثیف تھی۔ اس اندھیرے میں وہ اس طرح غائب ہو گیا۔ جیسے بے تھاہ پانی میں گرائی ہوئی کوئی چیز۔

اس کے چلے جانے پر مجھ کو افسوس کے ساتھ یاد آیا کہ جلدی میں اُسے اوورکوٹ اور ہیٹ بھی لاکر نہ دے سکی۔

پھر میں نے دروازہ کو بے آواز بند کر کے چٹخنی لگا دی اور اندھیرے میں مشکل

سے راستہ ٹٹول کر جلتی سیڑھیوں پر ہوتی اوپر کی منزل پر اپنی خوابگاہ میں جا پہنچی
اس جگہ موم بتی جلا کر میں نے اپنے بالوں کے پن نکال کر سنگار میز پر ڈال دیئے۔
جو بلوز اور سکرٹ پہن رکھی تھی وہ بھی اتار دی اور شب خوابی کا ایک کھلا
لبادہ کمونو جسے کہتے ہیں پہن لیا۔ تاکہ دیکھنے والے کو یہی معلوم ہو کہ سوتے سے
اٹھ کر آئی ہے۔

پھر جلتی ہوئی شمع ہاتھ میں لئے میں سیڑھیوں سے اتر کر صدر دروازہ کی
سمت میں روانہ ہوئی . . .

باب - ۴

اندھیرے میں دو فیر

"کون ہے دروازہ پر! . . . کون گھنٹی بجاتا ہے؟" میں نے دروازہ کھولنے
سے پہلے احتیاطاً پوچھا۔

ایک بھاری آواز جس کا جرمن لہجہ گلو گرفتگی کی جھلک لیے ہوئے تھا۔ کہتے سنائی
دی۔

"ڈیک سپیرت فرالین۔ کیا آپ ہیں! خدا کے لئے دروازہ جلد کھول لیئے . . .
میں ہوں میجر والٹ اتنگ میش!"

عام حالات میں میجر کی آواز بڑی پُر مذاق اور لطف انگیز ہوتی تھی۔
لیکن اس وقت اس کی گلو گرفتگی دہشت اور اضطراب کی مظہر تھی وہ اتنی بدلی
ہوئی آواز تھی کہ میں بمشکل اس کو پہچان سکی۔

"لیکن میجر صاحب آپ اس وقت کس کام کے لئے آئے ہیں؟" میں نے دروازہ کھولے بغیر پوچھا۔ "میں پڑی سوتی تھی کہ گھنٹی بجنے کی آواز نے مجھ کو جگا دیا۔ اب میں صرف شب خوابی پہن کر آئی ہوں کپڑے پہننے کی بھی فرصت نہیں ملی"

اس دوران میں وہ دروازہ کے باہر کھڑا ایک ہاتھ کی انگلیوں سے اس کو رہ رہ کر بجاتا رہا تھا۔ اس کی عام حالت سخت بے صبری ظاہر کرتی تھی ...

"فرالین دیر نہ کیجئے اور دروازہ جلد کھول دیجئے۔ ایک ایسا ہی ضروری کام تھا جس کے لئے آپ کو تکلیف دینی پڑی ہے۔"

اس کے بعد میں دروازہ کھولنے پر مجبور ہو گئی۔ وان اتگ میش تیز چلتا ڈیوڑھی میں داخل ہوا۔ اس کا پھولا ہوا گول چہرہ اس وقت پریشانی کے آثار لئے تھا اور آنکھوں میں غصہ اور جوش کی جھلک پائی جاتی تھی۔ اس نے گہرے رنگ کا فوجی اوورکوٹ گلے میں پہنے بغیر شانہ پر ڈال رکھا تھا اور ایک ہاتھ میں برقی ٹارچ تھی۔

اس کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر میں دہشت کھائے بغیر نہ رہ سکی۔ فلدہ شلاز کے کمان افسر کو آج میں نے پہلی مرتبہ اس رنگ میں دیکھا تھا۔ پیشتر وہ اپنے خلوص اور صاف دلی۔ بے نفسی اور آہستہ روی کی وجہ سے بے حد ہر دلعزیز تھا اور محبت سے ہر موقعہ پر تکلف کرتا نہ تھکتا تھا۔ لیکن اب اس کی اگلی حالت بالکل ہی بدلی ہوئی تھی۔ چہرہ ستا ہوا۔ آنکھیں پر وحشت اور الفاظ جوش و اضطراب کی جھلک لئے تھے۔ بارہا مجھ کو خیال آتا کیا یہ وہی میجر وان اتگ میش ہے جس کو میں اچھی طرح جانتی تھی یا کوئی دوسرا ہی آدمی اس کا بہروپ بھر کر آیا ہے؟

ڈیوڑھی میں قدم رکھتے ہی اس نے پیچھے کی طرف منہ کر کے اندھیرے میں چھپے ہوئے کسی آدمی کو جو کہیں باہر موجود تھا آواز دی۔

"دیکھو جی۔ آدمی ساتھ لیکر اس دروازہ کی نگرانی کرو۔ جو باغ کی طرف کھلتا ہے اور اس کا خیال رکھنا کوئی اس راہ سے گذرنے نہ پائے!"

"بہت اچھا سرکار۔ کسی فوجی سپاہی کی ناہموار آواز اندھیرے سے کہتے سنائی دی۔ اس کے بعد وان انگ میش نے دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ میں اس بدنصیب کے لئے جسے رخصت ہوئے صرف چند منٹ گذرے تھے بے حد فکر مند تھی۔ اگر سچ مچ ان لوگوں نے باغ کے اس دروازہ کی نگرانی شروع کردی جو سڑک کی طرف کھلتا تھا۔ تو وہ غریب کس طرف کو جائے گا؟ کیونکہ قلعہ کی سمت میں دیوار اتنی اونچی تھی کہ اُسے پھاندنا سخت مشکل تھا افسوس! افسوس! اب اس کے بچ نکلنے کے امکانات بے حد خفیف نظر آنے لگے تھے۔

اتنے میں میجر نے جرمن زبان استعمال کرتے ہوئے جس کو میں اچھی روانی سے بول سکتی تھی کہنا شروع کیا۔

"فرالین۔ ہمارا ایک قیدی قلعہ سے بھاگ نکلا ہے خیال تھا وہ آپ کے خانہ باغ میں ہوکر اس طرف آیا ہوگا۔ اب آپ کہہ رہی ہیں کہ اپنے کمرہ خواب میں پڑی سوتی تھیں لیکن میں پوچھتا ہوں کسی طرح کی مشکوک آواز یا آہٹ آپ کو نچلی منزل پر تو سنائی نہیں دی تھی؟"

"آپ آواز کے لئے پوچھتے ہیں۔ بے شک توپ چلنے کی آواز میں نے سنی۔ اور اس سے دہشت زدہ بھی ہوئی تھی۔" لیکن یہ الفاظ کہتے ہوئے میں دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کیا میرے چہرہ کے آثار میرے الفاظ کی تصدیق بھی کرتے ہیں؟ ... کیا میں سچ مچ خوف زدہ نظر آتی ہوں یا نہیں؟

اس نے ٹارچ کی روشنی ڈیوڑھی کے چاروں طرف ڈالی۔ دروازہ کے ایک جانب بجلی کا بٹن لگا تھا۔ اس نے روشنی کرنے کے خیال سے اس کو دبایا لیکن وہاں

تو سارے گھر کی بجلیاں فیل ہو چکی تھیں۔ بٹن دبانے کے باوجود لیمپ روشن نہ ہوا۔

"خدا ان بجلی والوں کو غرق کرے"۔ اس نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا "آج رات ہی ان کا انتظام بھی درہم برہم ہونا تھا۔" پھر میری طرف مڑ کر اس نے کہا — "آپ نے میرے فون کے پیغام پر کہا تھا کہ جج صاحب باہر گئے ہیں کیا وہ اب تک واپس نہیں آئے؟"

"جی نہیں" میں نے پُر استقلال لہجہ میں جواب دیا۔

"اچھا خیر۔ آپ کو تکلیف بے شک ہو گی۔ لیکن میں ایک نظر مکان کے مختلف حصّوں کو دیکھ جانا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں بہتر ہو گا کہ ہم اُس دفتر سے آغاز کریں جس کی کھڑکیاں باغ کی طرف کھلتی ہیں۔"

چونکہ وہ اس گھر کی تقسیم سے پوری طرح واقف تھا۔ اس لئے بلا تامل میرے آگے آگے چلنے لگا۔ اور کھانا کھانے کے کمرہ سے گذر کر اُسی ٹارچ کی روشنی میں جسے وہ ساتھ لیتا آیا تھا مختلف حصّوں کو دیکھتا اُس کمرہ تک جا پہنچا۔ جہاں وہ سارے واقعات پیش آئے تھے جنہیں میں قبل ازیں بیان کر چکی ہوں۔ ہر چند میں چپ چاپ اُس کے پیچھے چلی جاتی تھی۔ لیکن صدہا اندیشے میرے دل کو پریشان کر رہے تھے ... اندیشے اس بارہ میں کہ اگر اُس نوجوان کی کوئی چیز بھولے سے کمرہ میں رہ گئی ہو تو پھر جواب دہی مشکل ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ یہ تشویش بھی دامنگیر تھی کہ اگر میجر نے اس بارہ میں سوالات پوچھنے شروع کئے کہ سونے سے پہلے کا میرا وقت کس طریقہ پر بسر ہوا تھا تو میں کیا جواب دے سکوں گی ...؟

لیکن اِدھر ہم نے اُس کمرہ میں قدم رکھا جسے میجر نے دفتر کے نام سے موسوم کیا تھا اُدھر باغ میں گولی چلنے کی آواز سنائی دی۔ منہ میں کچھ کچھ بڑبڑاتا وان اٹک میش کمرہ سے دوڑ کر گذرا اور جا کر دروازہ کھول دیا۔ جس کی راہ سے

میرا ملاقاتی اس جگہ آیا اور باغ کی سمت میں رخصت ہوا تھا۔ اس موقعہ پر ایک اور پُرشور آواز دوبارہ گولی چلنے کی کانوں میں آئی۔ پھر اس کے بعد کئی شخصوں کے بے جوڑ الفاظ کہنے کی ملی جلی آوازیں سنائی دیں۔ لہجہ سے وہ جرمن الفاظ کی آوازیں معلوم ہوتی تھیں۔ پھر باغ کی روش پر کئی شخصوں کے گزرنے کی آہٹ بھی کانوں میں آئی۔۔۔

ہیر وان انگ میش ٹارچ بدستور ہاتھ میں لئے دروازہ کی راہ سے باہر نکلا اور باغ میں غائب ہو گیا اور میں وہیں اندھیرے میں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

لیکن اُس وقت جب میں سہمی ہوئی دروازہ سے پیٹھ لگائے کھڑی تھی اور میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا تو بے اختیار یہ سوال پیدا ہوا کہ یہ گولیاں کیسی تھیں۔۔۔ کس نے چلائیں۔۔۔ اور ان کا مطلب کیا سمجھا جا سکتا ہے۔۔۔؟

باب - ۵

واپسی

آپ جو اس داستان کو تفریحاً پڑھتے ہوئے ان واقعات پُر اسرار کے بیان سے دلچسپی حاصل کر رہے ہیں۔ غالباً اس جنگ عظیم کو نہ بھولے ہوں گے۔ جو بعد ازاں پہلی عالمگیر جنگ کے نام سے موسوم ہوئی یا بالفرض آپ کو اس کے واقعات اخباروں میں دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہو تو کم از کم آپ کی شنید ضرور اس بارہ میں مدد دے گی کہ وہ کس طرح کی ہولناک جنگ تھی۔ جس کی نظیر اس سے پہلے تاریخ عالم کی جنگوں میں کہیں نہیں ملتی۔ اس محاربہ عظیم کے واقعات کو یاد کرتے ہوئے دانتدکے

وقت کسی خانہ باغ میں ایک دو گولیاں چلنے کا واقعہ ایسا معلوم نہیں ہوتا - جسے کوئی خاص اہمیت دی جا سکے - لیکن جن حالات میں اس وقت تک ہماری زندگی بدرجہ غایت پرامن اور سکون انگیز کیفیات میں بسر ہوئی تھی - اس میں ان دو گولیوں کا چلنا بھی ایک نہایت عجیب اور غیر معمولی واقعہ نظر آتا تھا -

میں اوپر بیان کر چکی ہوں کہ ۱۹۱۴ء کی وہ جنگ اپنی نظیر آپ تھی - ان حالات میں مجھ ایسی امن پسند عورت کے لیے کسی ہونے والی جنگ کا خیال ہی کتنا غیر ممکن اور بھیانک تھا . . . بالکل ویسا ہی جیسے مثال کے طور پر کوئی کہنے لگے - ملک انگلستان کی سرے کی پہاڑیوں میں کوئی آتش فشاں پھوٹ نکلا ہے - ماہ جولائی کی اس طوفانی رات سے پہلے ملک جرمنی میں رہتے ہوئے میری زندگی بڑی ہموار حالات پر بسر ہوتی رہی تھی - قلعہ شلاز کے بانکے رسیلے افسروں سے ملنا - اُن کی وہ خوشنما چمکیلی وردیاں - اُن کی دلچسپ فوجی قواعد اور بینڈ بجنے کی لطف انگیز آوازیں . . . یہ اور صدہا ایسی ہی اور باتیں ایک اس طرح کی خوشگوار سطح نظروں میں پیش کرتی تھیں - جس کی پشت پر چھپے ہوئے ہیبتناک ہنگامہ خیز حالات کا کسی کو بھولے سے بھی خیال نہ آسکتا تھا -

دو گولیاں چلنے کے بعد باغ میں سناٹا چھا گیا - لیکن میں نے سُنا درختوں کے نیچے کچھ لوگ . . . خدا جانے وان انگ میش کے کارکن یا کوئی اور آپس میں دبی آواز سے باتیں کر رہے تھے - اور میں وہیں اندھیرے میں بے بس کھڑی یہ سوچنے پر مجبور رہی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے -

کسی دُور افتادہ مقام پر موٹر کار کی کھٹ کھٹ کی آواز کانوں میں آئی - جو رفتہ رفتہ کار کے کسی جگہ پہنچ کر رُکنے کے ساتھ ہی بند ہو گئی - لیکن جب اسکے بعد میں نے مکان کی ڈیوڑھی میں کسی کو غصہ میں بھر کر پُرجوش الفاظ کہتے سُنا

اور اس کے بعد دروازے بڑے زور سے کھولے اور بند کئے جانے لگے تو میں سمجھ گئی غالباً ڈاکٹر صاحب اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ واپس آ گئے۔ میں اس سے پہلے بیان کر چکی ہوں کہ ڈاکٹر وان ہنش عام حالات میں بڑے روشن خیال۔ صاحب اخلاق۔ صلح پسند آدمی تھے۔ لیکن اب جو وہ ایک دستی لالٹین ہاتھ میں لئے اپنی بیوی کے ساتھ دفتر کے کمرہ میں داخل ہوئے تو میں یہ دیکھے بغیر نہ رہ سکی کہ اُن کا پُرسکون چہرہ اس وقت فرط غضب سے تمتمایا ہُوا تھا۔ اور وہ کافی اونچی آواز سے مسز وان ہنش سے کسی سوال پر بحث کرتے چلے آ رہے تھے۔

"غضب خدا کا!" اُن کی آواز کہتے سنائی دی۔ "میرے اپنے باغ میں گولیاں چلیں اور مجھے معلوم تک نہ ہو کہ معاملہ کیا ہے؟ خیر دن نکلنے دو میں ضرور اس وان اٹنگ میش سے کچھ کھلی کھلی باتیں کر کے اس کو بتاؤں گا کہ میرے خیالات اُس کی نسبت کیا ہیں۔ اندھیر ہے! اندھیر! آخر وہ کیوں اپنے سپاہیوں کو میرے مکان کے آس پاس لئے پھرتا تھا؟ اور کیوں اُن خر دماغوں نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی؟" مجھے دروازہ کے پاس کھڑے دیکھ کر انہوں نے وہ دستی لالٹین جسے وہ غالباً ڈیوڑھی سے جلا کر ساتھ لیتے آئے تھے میز پر رکھ دی اور بولے۔

"آلیفیا عزیز لڑکی۔ کیا تم ہو؟ آخر یہ معاملہ کیا تھا؟ کیا شلاز کے رہنے والے سب کے سب دیوانے ہو گئے تھے؟"

"صاحب۔ میں نے سُنا تھا ایک قیدی بھاگ نکلا ہے" میں نے دبی آواز سے کہا۔ "میجر وان اٹنگ میش اس کو تلاش کرتے یہاں آئے تھے اب وہ اس کمرے ہو کر باغ میں گئے ہیں۔"

"وا اچھی بدانتظامی ہے!" میرے آقا نے پُرجوش آواز سے کہا۔ "قیدیا

بھاگنے کا تو محض ایک بہانہ ہے ورنہ میں خوب جانتا ہوں یہ افسر لوگ جن کو قلعہ میں زیر حراست رکھا جاتا ہے گاہ بگاہ اپنی کسی داشتہ سے ملنے باہر نکل جاتے ہیں لیکن اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ میرے باغ میں آ کر گولیاں چلائی جائیں ... ؟"

اس موقعہ پر مسز وان ہنش کسی قدر آگے بڑھ کر نرم آواز سے کہنے لگیں۔ (سختی اُن کی آواز کے بالکل ہی غیر مطابق تھی حتیٰ کہ وہ کسی سے ناراض ہونا جانتی ہی نہ تھیں) شوہر کو مخاطب کرتے ہوئے بولیں

" فریڈی میں ایک بات کہتی ہوں خدا کے لئے بُرا نہ ماننا۔ میں نہیں چاہتی اس طرح کی باتیں آلیویا کی موجودگی میں کہی جائیں۔"

" اوہ مگر آلیفیا اب بچہ نہیں ہے"۔ ڈاکٹر صاحب نے غصہ میں بھر کر جواب دیا۔ "میرے خیال میں شلاز کے رہنے والے ہر ایک آدمی کی طرح اُس کو بھی یقیناً معلوم ہوگا کہ یہ قیدی لوگ خفیہ طور پر آوارہ عورتوں سے ملنے باہر جاتے ہیں لیکن غلطی سراسر اس بیوقوف وان الگ میش کی ہے جس نے ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا کر میری غیر حاضری میں اتنا اودھم مچایا۔ ضرور میں اس کی شکایت جرنیل صاحب سے کرواؤں گا ! ..."

اور وہ پُرجوش اشارے کرتا کھلے دروازہ کی راہ سے باغ میں نکل گیا

ڈاکٹر صاحب کے چلے جانے پر مسز وان ہنش نے مایوسانہ سر کو حرکت دی اور کہنے لگیں۔

" قصور اُن کا بھی نہیں۔ جس وقت ہم لوگ مکان کے دروازہ پر آ کر اُترے تو سپاہیوں میں سے ایک نے اُن کو سنگین دکھائی۔ حیرت ہے ان لوگوں کو اتنا بھی نہیں سوجھتا کہ جج صاحب کون ہیں۔ میرے خیال میں کوئی نیا رنگروٹ

ہوگا جس نے ان کو نہ پہچانا۔ لیکن عزیز لڑکی سب سے زیادہ رنج میرے دل کو تیرے لئے ہے۔ کیا خبر تھی کہ گھر میں اکیلا رہتے ہوئے تمہارا اس طرح کے حالات سے سابقہ پڑے گا۔"

"بانو۔ میں آپ کے اس جگہ نہ ہونے سے بہت ڈر گئی۔ اور نہیں جانتی تھی کہ کیا کروں۔"

"لیکن ہوا کیا تھا۔ ذرا مفصل بیان کرو۔"

میری نیک دل قابل احترام مالکن۔ مجھے اُن کے روبرو جھوٹ بولتے سخت قلق ہوتا تھا۔ ایسی فرشتہ سیرت اور نیک اطوار خاتون۔۔۔ مادرانہ شفقت سے بھرپور تھی۔ اس کے بیلائے غلط فہمی کرنا میں کسی حال میں منظور نہ کرتی۔ اگر میری حق گوئی سے معاملہ کی الجھن اور زیادہ بڑھنے کا اندیشہ نہ ہوتا۔ میرا اپنا ہمیشہ اعتقاد رہا ہے کہ خاتون موصوف نے لوسی دارلے کے اصلی نام سے امریکن دیہاتی زندگی کے جو بہت سے ناول لکھے ہیں وہ زیادہ تر اسی لئے مقبول ہوئے ہیں کہ اُن کے ممتاز۔ مرفع اور منور خیالات کی جھلک تحریر کے ہر حصہ میں پائی جاتی ہے۔ ان کی زندگی ہمیشہ ایثار و صداقت کی زندگی رہی ہے۔ اور اسی کا گہرا اثر ان کے لکھے ہوئے ہر ایک ناول میں پایا جاتا ہے۔

میں ہمیشہ سنتی آئی ہوں کہ عورت ہی مرد کو بناتی سنوارتی یا بگاڑتی ہے۔ میرے لئے لوسی دارلے کی زندہ مثال اس خیال کی تصدیق کا بہترین ذریعہ ہے۔ بالفرض ڈاکٹر وان ہنش کی شادی کسی جرمن عورت سے ہوئی ہوتی تو وہ عفو و تحمل وہ روشن خیالی اور بے لفسی جو آب اُن کا جوہر تھی یقیناً اُن میں پیدا نہ ہوتی۔ لوسی وان ہنش کسی موقعہ پر بھی شوہر پر حرف گیری نہ کرتیں۔ نہ کسی معاملہ میں اپنے نقطۂ خیال پر اڑ جانے کو آمادہ ہوتیں۔ یہ اُن کی طبیعت سے ہی بعید تھا کہ وہ ایسا کریں۔

صرف اپنی خوش اخلاقی اور شستہ کلامی کی مثال سے انہوں نے شوہر کو اس طرح سیدھی راہ پر ڈالا۔ کہ سوائے اس قسم کے خاص حالات کے جنھیں اب ان کو خلاف معمول گرم ہوتے دیکھا تھا۔ وہ ہمیشہ مصلحت اندیشی۔ صبر اور آہستہ روی کے بر عمل پیرا ہوا کرتے تھے۔

بدنصیب لوسی! جب سے اُس کا اکلوتا بیٹا کرٹ جو آغاز جنگ کے بعد فوج میں بھرتی ہو کر میدان میں چلا گیا تھا معرکۂ سوم میں شہید ہوا لوسی وارلے کی زندگی کا دَور بھی عملی طور پر ختم ہو گیا۔ اُس دن کے بعد اُس نے قلم ہاتھ سے رکھ دیا اور ایک حرف تک نہ لکھا۔ لیکن وہ اپنی زندگی میں امریکہ کو اعلان جنگ کرتے دیکھ گئی اُس کی دلی آرزو یہ تھی کہ اُس کی مادری سرزمین آزادی کے حق میں سینہ سپر ہو کر آگے بڑھے اور جب آخر کار امریکہ نے اتحادیوں کی طرف سے شریک جنگ ہونے کا اعلان کر دیا تو گو اُس کے دل کو مسرت ہوئی۔ لیکن جیسا میں بیان کر چکی ہوں بیٹے کی موت کے لیے وہ دل شکستہ ہو چکی تھی وہ جنگ کا انجام دیکھنے کو زندہ نہ رہی۔

لوسی وارلے کی وہ تصویر اب بھی میری نظروں میں پھرتی ہے۔ جب وہ اُس نہ بھولنے والی رات کو جو میرے لئے عملی طور پر شدید مشغلات کی سکونت کی آخری رات ثابت ہوئی تھی کمرہ میں میرے پاس کھڑی تھی۔ اُس کے لیے دلغ[illegible] بالوں کی صورت میں بندھے ہوئے۔ اس کا خوشنما گداز بدن اور گلے میں سیاہ مخملی گون وہ بھی پیرس کی سلی ہوئی۔ کیونکہ ایک جرمن شوہر کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے بھی وہ اپنی اس طرح کی ضرورتیں علاوہ جرمنی سے باہر ہی سے پورا کیا کرتی تھی اور اُس کے وہ نہ بھولنے والے الفاظ جو گاہ بگاہ خوش دلی سے میرے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کہا کرتی تھی۔ "عزیز لڑکی میں تو اب سچ مچ کسی جرمن بیگم کی طرح پھولتی جاتی ہوں" مجھے اب بھی یاد آتے ہیں۔ میں اُس کا اونچا قد۔ فراخ سینہ اور کھلی پیشانی، تصور کی آنکھوں سے دیکھتی ہوں۔ اور یہ کہتے ہوئے ایک سرد آہ

بھر کر رہ جاتی ہوں۔

اے فلک نا انصاف۔ کیا تھا اور کیا ہو گیا!

باب - ۶

میرا جھوٹ

میں جو ذرا سی دیر پہلے ایک بد نصیب نوجوان کی دروغ گوئی کو نفرت اور حقارت کی نظروں سے دیکھتی تھی اب خود حالات کر کے زیر اثر جھوٹ بولنے پر مجبور ہو گئی اور آپ ہی کہیئے میں اس کے سوا اور کیا کر سکتی تھی؟ اجنبی کا راز ایسا نہ تھا کہ میں اُسے اوروں پر ظاہر کرنے کی جرأت کرتی۔ اس لیئے یہی عذر پیش کیا کہ میں بیٹھی ٹائپ کر رہی تھی کہ رفتہ رفتہ اونگھ آنے لگی ٹائپ کرنا دشوار ہو گیا۔ اس لیے میں جا کر بستر پر لیٹ گئی۔ اور بے خبر پڑی سوتی تھی کہ قلعہ سے توپ چلنے کی آواز سن کر چونک پڑی۔ پھر اس خیال سے کہ ممکن ہے میجر وان انگ مینش کسی موقعہ پر دوران گفتگو میں یہ بات ظاہر کر دے کہ اس کو بڑی دیر تک دروازہ کے باہر کھڑے رہ کر گھنٹی بجانے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔ میں نے احتیاطاً یہ بھی کہہ دیا کہ دروازہ پر گھنٹی بجنے کی آواز تو بے شک میں نے سنی تھی۔ لیکن مارے دہشت کے کپڑوں میں منہ چھپا رکھا تھا۔ اتنی ہمت نہ ہوئی کہ نیچے اُتر کر دیکھوں باہر کون ہے۔

کہتے ہیں جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ لیکن اگر کسی خاص ترکیب سے اور معاملہ کے ہر ایک پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے جھوٹ بولا جائے۔ تو بسا اوقات وہ سچ کی قائمقامی کر سکتا ہے۔ میں نے جو فرضی داستان بیان کی وہ اتنی مسلسل

اور مربوط تھی کہ خود میرے دل کو محسوس ہونے لگا۔ اس میں کوئی خامی نہ رہی ہوگی اس وقت پہلی مرتبہ میں نے ایک گھومتی ہوئی نظر دفتر کے کمرہ میں یہ معلوم کرنے کے لئے ڈالی کہ پُر اسرار ملاقاتی کوئی ایسا نشان تو نہیں چھوڑ گیا جس کے متعلق جواب دہی مشکل ہو۔۔۔ لیکن نہیں! ایسی کوئی چیز موجود نہ تھی جو شک انگیز ہوتی گو اس کے باوجود میں یہ جاننے کو سخت بیتاب تھی کہ باغ کی راہ سے باہر نکلنے کے بعد اس کا انجام کیا ہوا؟ جب تک یہ معلوم نہ ہو میرے دل کو چین نہ آ سکتا تھا۔ دو گولیاں چلنے کی آواز جو پے در پے سنائی دی تھی میرے جی کو بُری طرح ہراساں کر رہی تھی۔

سارا حال سننے کے بعد نیک سیرت مسز وان ہنش بولیں۔

"اب میں اچھی طرح سمجھ گئی کہ فریڈرز کا گھبرانا یا جوش میں آنا بے سبب نہ تھا۔ میں ان جرمنوں کے عادات کو جانتے ہوئے کہہ سکتی ہوں کہ اس واقعہ پر ضرور شور و شر پیدا ہوگا۔ وان اٹنگ میش کا گھبرا جانا قدرتی سمجھا جا سکتا ہے اور کسی ناتجربہ کار سپاہی کا حالت جوش میں یہ دیکھنے کے قابل نہ ہونا کہ وہ کسی سے کیا کہتا یا سلوک کرتا ہے۔ میں اس کو بھی قابل درگذر تصوّر کر سکتی ہوں، پھر ذرا سوچ کر" لیکن تم کہہ رہی تھیں جس وقت باغ میں گولیاں چلنے کی آواز سنائی دی تو میجر یہیں مکان کے اندر موجود تھا؟"

"جی ہاں اور یہ بالکل درست ہے" میں نے جواب دیا۔ "میجر وان اٹنگ میش اسی کمرہ میں کھڑے مجھ سے باتیں کر رہے تھے۔"

مسز وان ہنش چند قدم چل کر اس دروازہ کے پاس گئیں جو باغ کی طرف کھلتا تھا اور اندھیرے میں نظر ڈال کر کسی قدر افتادہ مقام پر درختوں کے نیچے لالٹین کی متحرک روشنی دکھائی دیتی تھی۔ اور اجنبی شخصوں کے باتیں کرنے کی آواز

بھی رہ رہ کر کانوں میں تنے لگتی تھی۔

"خدا معلوم فرٹز باغ میں کیا کرنے لگ گیا۔" انہوں نے آخرکار کہا۔ "ایسا نہ ہو کہ کوئی مفرور قیدی کے جا کر لگی ہو۔ کیا میجر انگ میش نے یہ نہ بتایا تھا کہ وہ قیدی تھا کون؟"

"جی نہیں"

"اگر وہ کراش وز تھا تو مجھے اس کے لئے ذرا بھی افسوس نہیں۔" مسز وان ہنش بولیں "لیکن قلعہ کے کمانڈر کی حیثیت میں ایک ایسے آدمی کا فرار جس پر ایک ناکردہ گناہ نوکر کے قتل کا الزام عائد تھا۔ وان انگ میش کے لئے بے شک مشکلات پیدا کر دے گا۔ بلکہ مجھ کو یہاں تک اندیشہ ہے کہ شاید اس طرح کے حالات میں اس کی موقوفی کا حکم صادر نہ ہو جائے۔ خدا نہ کرے ایسا ہو لیکن اگر سچ مچ ایسا ہوا۔ تو پھر میری یہ دعا ہوگی کہ اس کا جانشین کوئی مرد کنبہ دار نہ ہو۔ کیونکہ وہ اس مکان میں آکر رہنے کے لئے اصرار کرے گا اور مجھے کچھ ایسا اُنس اس سے ہُوا ہے کہ میں کسی حال میں اس کو چھوڑ کر جانا پسند نہیں کرتی۔"

"مگر بانو" میں نے فکرمند لہجہ میں پوچھا۔ "اگر کوئی قیدی بھاگ نکلا ہے تو میجر وان انگ میش پر کیوں اتنی مصیبت آئے گی؟ اس کا فرض اتنا ہی تھا کہ اس کو دوبارہ گرفتار کرنے کے لئے تا حدِ امکان کوشش کرتا اور وہ بے شک اس نے کی۔"

"عزیز لڑکی تم اس ملک کے دستور سے واقف نہیں ہو۔" مسز وان ہنش نے پھر ایک دفعہ باہر اندھیرے میں نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "دراصل یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جتنے قیدی اس قلعہ میں بند ہیں اکثر حالتوں میں جرمن فوج کے افسر ہیں اور کوئی جرمن افسر خواہ قیدی ہی کیوں نہ ہو ایک خاص شان وجاہت

رکھتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں آئینی نہیں فوجی حکومت قائم ہے ... "

مسز وان ہنش کی زبانی یہ الفاظ سن کر مجھے چٹھی رساں فرانز کی باتیں یاد آ گئیں جس نے کچھ اسی طرح کے الفاظ کہے تھے۔ یعنی ہمارا ملک فوجی ہے اور اس میں عام شہری کسی گنتی شمار میں نہیں آتے۔ رفتہ رفتہ اس سلسلہ میں فرانز کی باقی باتیں بھی یاد آنے لگیں یعنی وہ فکر و تشویش جو اس نے جنگ کی تیاریوں کے بارہ میں ظاہر کی تھی اور اس کے بعد میرے خیالات کی رو اپنے پُراسرار ملاقاتی اور اس کام کی طرف گئی جو اس نے میرے ذمہ ڈالا تھا خدا معلوم اس نیلے رنگ کے لفافہ میں کونسی چیز بند تھی کہ وہ اس کی بازیابی کے لئے اِتنا بے چین تھا ... ؟

اتنے میں مسز وان ہنش دروازہ سے ہٹ کر پھر میز کے پاس آ گئی تھی۔ چنانچہ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی۔

" چونکہ اس ملک میں فوجی حکومت قائم ہے اس لئے فوج کے افسر سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والے سمجھے گئے ہیں اور حکومت جہاں تک اس کے بس میں ہو کسی ایسے آدمی پر جو فوج سے تعلق رکھتا ہو خاص حالتوں کے سوا سختی کرنا پسند نہیں کرتی۔ یہی وجہ تھی کہ حکومت نے ایک ایسے وحشی منش حیوان کو جیسا یہ شخص والن کراش وڈ ہے۔ قتل کے الزام میں حوالہ پولیس کرنے کی بجائے ایک فوجی عدالت میں پیش کرنا کافی سمجھا۔ جہاں سے اس کے لئے برائے نام نظر بندی تجویز کر دی گئی۔"

یہ کہتے ہوئے بیگم صاحب کمرہ میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگی تھیں۔ ان کی ہمیشہ سے یہ عادت ہے کہ جب کسی ناول کا مضمون لکھوانا ہو تو اسی طرح ٹہلتے ہوئے بولتی چلی جاتی ہیں۔ اس کے بعد سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہنے لگیں۔

" آج رات کے واقعات ہی کو دیکھو اگر وہ احمق سنتری سچ مچ ڈاکٹر وان ہنش

پرسنگین کا وار کر بیٹھتا - جیسا کرنے کی اس نے کوشش کی تھی - تو کیا ہمیں کہیں سے انصاف حاصل کرنے کی توقع ہو سکتی تھی ؟ . . . بالکل نہیں - اس لئے کہ وان ہنش لاکھ جج کی حیثیت رکھتا ہو - فوج کے ایک ادنےٰ سپاہی کے مقابلہ میں اُسے کوئی اہمیت حاصل نہیں اس کے برعکس میرا خیال تو یہ کہتا ہے کہ اس قسم کے حالات میں حکومت میجر وان اینگ مینش کی خوش انتظامی کی تعریف کرتی اور سپاہی کو بھی کہیں ترقی پر بھیج دیا جاتا - یہ ہے وہ طریقہ جس پہ جرمن لوگ کام کرتے ہیں - اُن کے نزدیک فوج کے افسر اور کارکن اس طرح کے دیوتا ہیں جن سے کبھی کوئی خطا سرزد نہیں ہو سکتی - تمہیں اس ملک میں رہتے چونکہ تھوڑا عرصہ گذرا ہے - اس لئے تم ان باتوں کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتی ہو لیکن میں رفتہ رفتہ ان کی عادی ہو چکی ہوں - گو اس کے باوجود میں ایسے معاملات میں عام پبلک کی ہمخیال نہیں اور اس کا حال ڈاکٹر وان ہنش کو بھی اچھی طرح معلوم ہے - اس سے بارہا ہمارے درمیان اختلاف رائے پیدا ہوتا ہے اور یہی ایک مضمون ہے جس پر ۲۸ سال کے لمبے عرصہ میں جو ہماری شادی کو گذرا ہے ہم میں کسی موقعہ پر اختلاف رائے کی نوبت آئی ہوگی - فرٹز کے خیالات برے نہیں - وہ نیک دل منصف مزاج اور خدا ترس آدمی ہے لیکن آخر سرکار کا افسر اور سرکاری مشین کا ایک پرزہ ہے - اس لئے اُسے ایک مقررہ قاعدہ کے مطابق ہی سب کام کرنا پڑتا ہے . . . "

باب ۔ ۷

خیالات کی تبدیلی

دروازہ کے باہر باغ کی روش پر کسی کے پیروں کی چاپ سنائی دی اور ڈاکٹر وان ہنش کرہ میں داخل ہوئے مگر میں نے دیکھا اس عرصہ قلیل میں کہ انہیں باغ میں پھرنے گذرا تھا ایک عظیم تغیر ان کے چہرہ کے آثار اور عام انداز میں پیدا ہو چکا تھا اُن کی یہ حالت دیکھ کر میں اپنے سینہ میں سردی کی سی لہر محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی۔ انتہا یہ کہ بیگم صاحب نے بھی اندازاً معلوم کر لیا ضرور کوئی خرابی پیش آئی ہے۔

"تم نے بہت دیر لگا دی" بیگم صاحب شوہر کو مخاطب کر کے کہنے لگیں۔ "لیکن میں پوچھتی ہوں گولی کسی کے لگی تو نہیں؟ . . . کوئی زخمی تو نہ ہوا تھا؟"

ڈاکٹر وان ہنش نے جواب دینے سے پہلے دروازہ کے پاس جا کر پہلے اس کو بند کیا پھر اس کے آگے بھاری پردے لٹکا دیئے۔ یہ کر کے وہ میز کے پاس گئے اور ڈاک کی اُن چٹھیوں کو جو چٹھی رساں فرانز کچھ عرصہ پہلے مجھے دے گیا تھا۔ اُلٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے بولے۔

"نہیں کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔"

"لیکن اس صورت میں دوبار توپ چلانا۔ الارم کی گھنٹی بجانا اور بندوق کے فایر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" بیگم صاحب نے پوچھا۔

ڈاکٹر صاحب بدستور چٹھیاں ہاتھ میں لئے انہیں سرسری نظر سے دیکھتے جا رہے تھے۔ اسی حالت میں بولے۔

"یونہی کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی۔"

"کتنی عجیب بات ہے آپ غلط فہمی کہتے ہیں" مسز وان ہنش نے اعتراض کیا "ہاں اگر میجر صاحب آلیویا سے کہہ رہے تھے کہ قلعہ سے ایک قیدی بھاگ نکلا ہے۔"

ڈاکٹر صاحب اس کے بعد جب بولے تو ان کے لہجہ میں خلاف معمول کڑواہٹ پائی جاتی تھی، کہنے لگے۔

"بات دراصل یوں ہے جس وقت یہ واقعہ پیش آیا۔ میجر وان انگ میش قلعہ کے اندر موجود نہ تھے وہ کسی کام سے شہر گئے تھے۔" پھر یہ دیکھ کر کہ بیگم صاحب کوئی نیا اعتراض وارد کیا چاہتی ہیں۔ ڈاکٹر وان ہنش نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا "لوسی پیاری، میرے خیال میں اس سوال پر زیادہ بحث کرنے کا موقعہ نہیں۔ بات آئی گئی سمجھنی چاہیئے۔ اگر اس معاملہ کو طول دینے کی کوشش کی گئی تو خواہ مخواہ بے چارے انگ میش کی ذات پر حرف آئے گا۔"

"لیکن میں کہتی ہوں تھوڑی دیر پہلے آپ کس منہ سے کہہ رہے تھے کہ جو بد سلوکی ایک سپاہی نے آپ کے ساتھ روا رکھی اس کی شکایت جرنیل صاحب سے کی جائے گی؟"

ڈاکٹر صاحب نے بے صبری کا اشارہ کیا پھر تلخ لہجہ میں بولے۔

"اضطراب میں آدمی کے منہ سے ایسی کئی باتیں نکل جاتی ہیں جو غور کرنے پر ناقابل عمل ثابت ہوتی ہیں۔ دراصل میجر وان انگ میش نے سپاہی کی حماقت کے متعلق مجھ سے معافی مانگ لی ہے اور میں اسے ہر طرح کافی سمجھتا ہوں اور اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ نہ تم لوسی ... اور نہ تم آلیفیا" انہوں نے باری باری ہم دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اس معاملہ کا ذکر کسی سے کرنا میں ہرگز نہیں چاہتا کہ غریب انگ میش کو مشکلات کا سامنا ہو نیز اس لئے بھی کہ اگر خدانخواستہ

حکومت نے اسے کہیں اور تبدیل کر دیا تو ہمیں اس آرام دِہ مکان کی سکونت بھی ترک کر دینی پڑے گی۔"

مسز وان ہنش قہقہہ مار کر ہنسنے لگیں مگر ان کی ہنسی کی آواز تلخ تھی۔ پھر بولیں۔

" آپ تو جج ہیں اور دلیلیں پیش کرنا خوب جانتے ہیں۔ پھر کیا آپ کی رائے میں وہ دلیل جو ابھی آپ نے پیش کی معقول ہے؟ مجھ سے پوچھئے تو جو کچھ ہُوا یہ سب غائبت پُراسرار تھا۔ لیکن اگر کمان ڈینٹن ہوس میں ہماری سکونت کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ہم چپ رہیں تو میں اور لیو یا اس کے متعلق قسم کھانے کو تیار ہیں" یہ کہتے ہوئے بیگم صاحب کی پیشانی پر شکن پڑ گئے اور وہ بولیں "تاہم میں پوچھتی ہوں اگر واقعہ اتنا ہی سرسری تھا تو پھر اس قدر ہنگامہ آرائی کی کیا حاجت تھی؟ جہاں تک میں سنتی ہوں اتنا شور و شر پیدا کیا گیا کہ مُردے بھی اپنی قبر میں پہلو بدلنے پر مجبور ہو گئے ہوں گے اور صبح کو دیکھ لینا سارے قصبہ نشلانہ میں ہر شخص کی زبان پر اس واقعہ کا ذکر ہو گا۔"

جج صاحب نے ذرا سا کھانس کر دوسری طرف کو مُنہ پھیر لیا صریحاً وہ اس ذکر کو لمبا کرنا پسند نہ کرتے تھے محض اتنا کہا۔

" اس سے پہلے بھی شلانہ میں یہ جاننے کے لئے کہ قلعہ نشین فوج ہر وقت تیار رہتی ہے یا نہیں۔ اس طرح کے خطرہ کے الارم دیئے جا چکے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ پہلے یہ عمل بارکوں میں ہوتا تھا اب کی مرتبہ قلعہ کی چار دیواری میں ہُوا ہے۔ ایک احتیاطی تدبیر تھی۔ جس کے متعلق پبلک کو سارے حالات سے آگاہ کرنا ضروری نہیں۔ اس کے علاوہ" انھوں نے گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے کہا " آدھی رات ہونے کو آئی ہے آپ چل کر آرام کرنا چاہیئے۔"

مسز وان ہنش کی عادت تھی اس طرح کے موقعوں پہ وہ مجھے ہمراہ لیکر بالاخانہ پہ چلی جاتیں اور یہ فرض ڈاکٹر صاحب کے ذمہ چھوڑ دیتیں کہ وہ دروازوں کی دیکھ بھال کریں۔ لیکن آج رات وہ اُسی جگہ ٹھہری رہیں۔ اور کسی فوری خیال کے زیر اثر مجھ کو مادرانہ شفقت کے ساتھ اپنے آغوش میں لے لیا۔ میں بھی اِس طرح اُن کے ساتھ لگ گئی جیسے بچّہ اپنی ماں سے چمٹ جاتا ہے۔ اس لئے کہ میں اُس رات بہت پریشان خاطر فکرمند اور اپنے آپ کو تنہا محسوس کرتی تھی۔

ڈاکٹر وان ہنش نے حسب معمول عنایت آمیز لہجہ میں شب بخیر کہا لیکن جب میں اس جگہ سے رخصت ہونے لگی تو انہوں نے کچھ اس طرح کی تیز کڑی اور راز جو نظروں سے میری طرف دیکھا کہ میں پھر ایک بار پریشانی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی۔

دہشت کی تیز لہر اس طرح میرے سینہ میں پیدا ہوئی جیسے کسی نے تیز دھار کا چاقو لیکر مجھ پہ وار کیا ہو۔

باب - ۸

بازار

وہ رات میں نے بڑے قلق و اضطراب میں بسر کی۔ رہ رہ کر خیالات کی رَو اُن دو گولیوں کی آواز کی طرف جاتی جو ہمارے باغ میں چلائی گئی تھیں۔ ڈاکٹر وان ہنش کے رویّہ کو دیکھتے ہوئے میں یہ بات اچھی طرح سمجھ گئی تھی کہ وہ اس بارہ میں حکام کے ہمخیال بن چکے ہیں۔ اور معاملہ کو جہاں تک ممکن ہو دبا دینا چاہتے ہیں

یہی وجہ اُن کے رویّہ کی عظیم تبدیلی کی سمجھی جا سکتی تھی۔ کہاں تو وہ جوش و خروش جو اُنہوں نے مکان پر واپس آنے کے بعد ظاہر کیا تھا اور کہاں یہ حالت کہ وہ گُم سُم بنے ہوئے نظر آتے تھے۔ یقیناً اُس وقت جب وہ باغ میں گئے کوئی ایسی بات اُن سے کہہ دی گئی تھی جس سے ان کو اس عظیم تبدیلی رائے پر مجبور ہونا پڑا۔

لیکن ڈاکٹر صاحب کے رویّہ سے قطع نظر میرے لئے غور طلب سوال یہ تھا۔ کیا وہ بدنصیب نوجوان جس سے میں نے شروع میں بے حد روکھا سلوک کیا لیکن جس کے ساتھ اصل حقیقت جاننے کے بعد مجھے نہایت درجہ ہمدردی ہو گئی تھی دوبارہ پکڑا گیا یا بچکر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا؟ اُس وقت نہ جانے کیوں یہ خیال ہی میرے دل میں پیدا نہ ہُوا کہ ممکن ہے وہ گولی کھا کر زخمی ہُوا یا مارا گیا ہو۔ شائد اس کی وجہ یہ تھی کہ امن و آشتی کے اُس زمانہ میں فرشتہ اجل کی درانتی انسانی جانوں کی فصل پر اس بے دردی اور تیزی سے نہ چلتی تھی جیسے عنقریب چلنے والی تھی۔

بہرحال میری دلی آرزو یہ تھی کہ وہ صحیح سلامت نکل جانے میں کامیاب ہو گیا ہو۔ اس کے ساتھ یہ بھی خیال آتا کہ اگر وہ سچ مچ جان بچانے میں کامیاب ہو گیا تو ضرور مجھ سے پہلے برلن پہنچکر وہ نیلا لفافہ جو کسی عورت کے مکان پر الماری کے اندر بند تھا خود ہی نکال لائے گا۔ جس صورت میں وہ میرے نام ایک اطلاعی خط لکھ دیگا تاکہ مجھے اس خطرناک مہم میں حصّہ لینے پر مجبور نہ ہونا پڑے۔ دوسری بات یہ کہ گو ڈاکٹر وان ہنش اس سارے معاملہ کو دبا دینے کے حق میں تھے لیکن میں اس بات کا مصمم ارادہ کر چکی تھی کہ اصل حقیقت جانے بغیر نہ رہوں گی۔ میرا خیال تھا قلعہ نشین فوج کے جو بہت سے افسر میرے شناسا اور ملنے والے تھے اُن میں سے کوئی نہ کوئی ضرور سب حال بیان کر دے گا۔ بہرصورت میرا ارادہ یہ

تھا کہ کل دن نکلنے کے بعد میں اس راز کو حل کرنے کی کوشش شروع کر دوں گی۔

ان تفکرات میں بڑی دیر تک بستر پر لیٹے کروٹیں بدلتی رہی اور اس کے بعد نہ جانے کب آنکھ لگ گئی لیکن میری نیند اتنی راحت بخش اور پُر سکون نہ ہوئی جتنی عموماً ہوا کرتی تھی۔ خواب میں کیا دیکھتی ہوں ایک لمبی نہ ختم ہونے والی تنگ غلام گردش ہے۔ جس کے دونوں طرف اونچی اونچی دیواریں بنی ہوئی ہیں میں اس میں بے تحاشا دوڑی جاتی ہوں اور ایک دیو ہیکل لنگڑا آدمی ایک ہاتھ میں نیلے رنگ کا لفافہ لئے اس کو سر سے اونچا اٹھائے زور زور سے ہلاتا اور میرے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے۔ میں اس سے بچنے کی بہت کوشش کرتی ہوں۔ لیکن پاؤں من من کے بھاری ہو جاتے ہیں۔ قدم آگے نہیں اٹھتا اور اتنے میں وہ مجھ سے بالکل قریب آ پہنچا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کے پھولے ہوئے سانس اور پتھر کے بنے ہوئے فرش پر اس کی دستی لکڑی کی نہ ختم ہونے والی ٹپ ٹپ کی آواز سننے لگتی ہوں۔ اس وقت دفعتاً میرے منہ سے ایک دبی ہوئی چیخ نکلی اور اس کے ساتھ ہی آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو آرام سے اپنے بستر پر لیٹی پڑی تھی۔ شیشہ کی کھڑکیوں سے سنہری دھوپ کمرہ میں داخل ہو کر اسے روشن اور تابناک بناتی تھی لیکن میرا دل بڑے زور سے دھک دھک کر رہا تھا۔ اتنے میں خادمہ فرانز سکا کے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنائی دی جو کہہ رہی تھی۔ "فرالین ناشتہ ٹھنڈا ہوا جاتا ہے۔"

میں اٹھ کر بیٹھ گئی جلد جلد کپڑے پہنے پھر غسل کی حاجتوں سے فارغ ہو کر ناشتہ کیا اور بعد ازاں کل رات کے بچے ہوئے ٹائپ کے کام کو مکمل کرنے کی فکر کرنے لگی بیگم صاحب ان دنوں جو نیا ناول لکھوا رہی تھیں اس کا کچھ مسودہ اسی دن سہ پہر کی ڈاک سے نیویارک روانہ کرنے کا ارادہ تھا پس میں لنچ کھانے کے

وقت تک اس کام میں مشغول رہی۔ مسز وان ہنش کی عادت تھی۔ تحریر و تصنیف کا کام دن کے ابتدائی حصہ میں ہی کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ عام دستور یہ تھا کہ ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد ڈاکٹر صاحب عدالت چلے جاتے اور میں دفتر کی میز کے پاس بیٹھ کر مسز وان ہنش کا بولا ہوا مضمون ٹائپ کرنے میں مشغول رہتی اس طرح ایک بج جاتا آخر اس وقت جج صاحب دوپہر کا کھانا کھانے مکان پر تشریف لاتے۔

مسز وان ہنش کے ناول لکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ کمرہ کے اندر ٹہلتے ہوئے مضمون بڑی روانی سے بولتی چلی جاتیں اور میں اُسے براہ راست ٹائپ کرتی رہتی۔ بعد ازاں وہ ٹائپ شدہ مسودہ کا ایک، ایک باب لیکر اسے دیکھتیں اور اس میں ضروری اصلاح و ترمیم کر کے میرے حوالہ کر دیتیں۔ میں پھر ایک مرتبہ اُس مضمون کو صاف کرتی اور جب وہ کافی مقدار میں جمع ہو جاتا تو ناشر دن کے پاس امریکہ روانہ کر دیتی۔

مسز وان ہنش کی عالمانہ استعداد بلند تھی۔ انہیں اپنے افسانوں میں لفظی صناعی اور دلکشی پیدا کرنے کے علاوہ کردار نویسی میں کمال حاصل تھا۔ اُن کے مُنہ سے نکلا ہوا ہر ایک فقرہ احساسات کا مجموعہ ہوتا۔ بظاہر انہوں نے نفسیات کا لطیف مطالعہ کیا تھا۔ عام حالات میں وہ مضمون اس روانی اور تسلسل سے بولتی جاتی تھیں گویا کوئی چیز انہوں نے ازبر یاد کر رکھی ہے لیکن اُس روز نہ معلوم کیوں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹک کر گہری سوچ میں پڑ جاتیں۔ صریحاً اُن کے لئے اپنے خیالات کو ایک مرکز پر لانا دشوار ثابت ہو رہا تھا کئی بار مجھ کو خیال آتا کہ ممکن ہے۔ شب گذشتہ کو میرے اپنے کمرہ میں چلے جانے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے کوئی ایسی بات اُن سے کہی تھی جو اُن کی برہمی مزاج کا موجب بن رہی ہے لیکن یہ خفیف سی تبدیلی صرف اُن کے انداز تکلم میں ہی میں نے دیکھی۔ ورنہ مجھ سے اُن

کا سلوک ہمیشہ کی طرح بدرجہ غایت شفقت آمیز تھا اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے
مَیں نے اپنے دل کو یہی سمجھانا مناسب خیال کیا کہ بات کچھ بھی نہیں صرف کلرات کے
واقعات پُراسرار کی وجہ سے ہلکی سی پریشانی اُن کو دامنگیر رہی ہے۔

رفتہ رفتہ دوپہر کے کھانے کا وقت ہو گیا۔ لیکن کوئی تازہ واقعہ ایسا پیش
نہ آیا جو شب گذشتہ کے اسرار کو حل کرنے میں مدد دے سکتا۔ ڈاکٹر وان ہنش جب
کچہری سے واپس آئے تو معلوم ہوا اُن کی ملاقات برلن سے آئے ہوئے کسی ہم جلیس
سے ہوئی تھی مگر خدا معلوم اُن کی باتوں کا اثر تھا یا خود ڈاکٹر صاحب کے مزاج میں
ہی کوئی تبدیلی واقع ہو چکی تھی۔ بہرحال اُس روز انہوں نے خلاف معمول سیاسی معاملات
پر پند و نصیحت کا دفتر کھول دیا کہہ رہے تھے۔ "یہ لوگ ملک سرویہ کے باشندے
کڑی سرزنش کے مستوجب ہیں اور آسٹریا والے یقیناً اُن کی اچھی گوشمالی کرینگے ..."

دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو کر مسز وان ہنش دو گھڑی آرام کرنے کو لیٹ
جایا کرتی تھیں۔ مجھے چونکہ اور کوئی کام درپیش نہ تھا اس لئے میں دفتر میں جا کر ناول
کے وہ چند باب صاف کرنے لگی جنہیں سہ پہر کی ڈاک میں امریکہ روانہ کرنا تھا۔ بیگم
صاحبہ جو دن کی تیز دھوپ میں باہر نکلنے کی بہت کم عادی تھیں۔ میں نے یہ
بات کہہ دی تھی کہ مسودہ صاف کرنے کے بعد میں اُسے خود ہی شلانز کے ریلوے
سٹیشن پر لے جاؤں گی۔ تا کہ وہاں سے چار پینتیس پر جو ڈاک گاڑی چھوٹتی تھی اُن
کے مسودہ کا لفافہ اُس میں ڈال دوں۔ رات کی بے آرامی کے بعد میرا خیال تھا
کہ تھوڑی دیر کھلی ہوا میں چہل قدمی کرنے سے طبیعت صاف ہو جائے گی۔ اس
کے علاوہ مجھے اس فرض کے ادا کرنے میں ایک مصلحت اور بھی درپیش تھی یعنی
مجھ کو معلوم تھا کہ قصبہ شلانز کے بڑے بازار ہوسی سٹراس میں چار اور پانچ بجے
کے درمیان خلقت کا ہجوم بے حد ہوتا ہے۔ پس خیال یہ تھا کہ اُس وقت بازار سے

گذرتے ہوئے کسی نہ کسی ایسے آدمی سے ملوں گی۔ جو اس سارے سوال پر روشنی ڈالنے میں مدد دے سکے۔

چار بج چکے تھے کہ میں نے ضروری مسودہ صاف کر کے اُسے لفافہ میں بند کیا اور اُس سڑک پر چلنے لگی جو خم کھاتی ہوئی قلعہ سے شہر کی آبادی کی طرف گئی تھی۔ اور جس میں دو رویہ لیموں کے سایہ دار درختوں کی قطار تھی۔ بڑی خوشگوار اور پُر سکون سہ پہر تھی۔ ہوا نارنگترہ کی کلیوں سے مہکی ہوئی تھی اور پودوں کی مروجہ جنبانی کرتی ہوئی جی کو فرحت دیتی تھی۔ درختوں پر مرغان ہوا نغمہ زن تھے۔ میں مزے مزے سے چلتی موسم کی بہار لیتی شہر کے قریب جا پہنچی۔ ہوپی سٹر اس کا بازار رونق پر تھا۔ بیشتر دکانداروں نے اپنی دوکان کے دروازوں کے پاس کھڑا ہو کر میرا خیر مقدم کیا لیکن میری نگاہ زیادہ تر اس ہجوم پر لگی ہوئی تھی جو ایک نہ ختم ہونے والی قطار کی صورت میں بازار کے اندر چلتا دکھائی دیتا تھا۔

اس وقت جب میں موسم گرما کی اس خوشگوار سہ پہر کو اس دلفریب منظر کی دید سے لطف حاصل کر رہی تھی تو مجھے کیا معلوم تھا کہ اپنی زندگی میں اس نظارہ کو آخری بار دیکھ رہی ہوں طرز قدیم کا لمبا اور تنگ سا بازار جس میں ناہموار پتھروں کا فرش لگا ہوا تھا اُس کے سرے پر بڑا وسیع اور کشادہ چوک اور دو قدیم سرائے جو اکثر بیرونجات کے شوقینوں کی آماجگاہ تھی فوجی افسر سرکاری وردیوں میں ملبوس اور جن کی چمکیلے اونچے کالر لگائے ٹوپیاں کج رکھے بازار میں ٹہلتے ہوئے رہے تھے۔ کہیں کہیں دیہاتی کسانوں کی جماعت اس ہجوم میں شامل نظر آتی جو اپنا سامان فروخت کرنے کو قصبہ کا رُخ کیا کرتے ہیں۔ فوجی افسروں کے نوکر ٹوکرے ہاتھوں میں لئے سامان خریدتے پھرتے تھے اور کہیں کہیں کوئی سیاہ پوش پادری صاحب گرجا کے فرائض سے دم فرصت حاصل کرنے کے بعد زندگی کی بہار دیکھنے اس ہجوم میں شامل نظر آتے تھے۔

باب - ۹

سونیا

اس خوشگوار منظر کو دیکھتے ہوئے جس میں قدرت ہر طرف پر بہار تھی کس کو خیال آسکتا تھا کہ امن و سکون کے اس پردہ میں عظیم سانحی حالات پوشیدہ ہیں۔ یہی بینائش انسان کی کمزوری ہے کہ وہ قدرت کی حقہ بازیوں کو نہ دیکھ اور نہ سمجھ سکتی ہے۔

میں اس بازار سے گزر رہی تھی۔ جس میں زیادہ تر دوا فروشوں کی دوکانیں واقع ہیں کہ ایک سرخ چہرہ گداز بدن نوجوان جس نے قیصری طرز کی مونچھیں چڑھا رکھی تھیں۔ دوکان سے نکل کر دوڑا دوڑا میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔

"معاف کیجئے فرالین لیکن میں یہ عرض کرنے کو حاضر ہوں کہ جج صاحب کی بیگم نے پچھلے دنوں کچھ میٹھی گولیاں منگانے کے لئے کہا تھا وہ اب آگئی ہیں اور اگر آپ واپس مکان پر جا رہی ہوں تو میں بوتل لپیٹ کر آپ کو دے دوں۔"

مجھے میٹھی گولیوں کی بوتل سے تو کوئی دلچسپی نہ تھی تاہم اتنا جانتی تھی کہ یہ شخص لمبک ورز جس کا نام تھا قصبہ کی بیشتر خبروں سے آگاہ رہتا ہے۔ چونکہ ابھی ڈاک گاڑی کے آنے میں دیر تھی۔ اس لئے میں اس کے ساتھ دوکان کے اندر چلی گئی۔ اُس نے کونٹر کی پشت پر کھڑے ہو کر بوتل کو کاغذ سے لپیٹتے ہوئے گفتگو کا آغاز ان لفظوں سے کیا۔

"کہئے کل رات آپ کے ہمسایہ میں قلعہ کے اندر کیا واقعات پیش آئے؟"

"کیوں لیبک ورز کیا تم نے بھی وہ شور و شر سنا تھا جس نے کل رات ہماری

نیند حرام کی؟"

اس کے پھولے ہوئے چہرے پر پھیکا تبسم پیدا ہوا اور وہ کہنے لگا۔

" فراؤلین یہ کوئی پوچھنے کا سوال ہے کوئی سخت ہی بہرہ آدمی ہوگا جس نے کل رات کی ہنگامہ خیز آوازیں نہ سُنی ہوں ہم میں سے بعض کا خیال تو یہ تھا کہ جنگ کا آغاز ہوگیا میں نے تحقیق معلوم کیا ہے کہ یہ ایک فرضی آلارم تھا جو صرف اس لئے دیا گیا کہ معلوم ہو قلعہ شلاز کے سپاہی کیا ہر وقت مستعد تیار رہتے ہیں یا نہیں؟"

" یہ اچھا امتحان ہے جس میں لوگوں کے صبر کی بھی آزمائش کی جاتی ہے " میں نے اپنی طرف سے جواب دیا۔

" فراؤلین یہ سچ ہے ایسے موقعوں پر عوام کو بارہا تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن جہاں فوج رہتی ہو ایسا ہوا ہی کرتا ہے " اس کے علاوہ بڑھتے ہوئے جوش کے لہجہ میں اس نے کہا " ہم لوگ جرمنی کے رہنے والے چونکہ ہر طرف دشمنوں سے گھرے ہوئے ہیں اس لئے ہمیں اپنی تلوار ہمیشہ تیز اور تیار رکھنی پڑتی ہے لیکن آپ کو تو معلوم ہوگا۔ جج صاحب نے اس کے متعلق کیا رائے ظاہر کی تھی؟ "

میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اسلئے کہ میں تو حالات سُننے کے لئے آئی تھی۔ سُنانے کی غرض سے نہیں۔ بہرحال میں نے اتنے ہی سے معلوم کر لیا کہ جو فرضی بیان جج اکٹر وان ہنش نے بعض سرکاری افسروں کے ایماء پر ہماری تسلی کے لئے دیا تھا کم و بیش وہی سب لوگوں کے کانوں تک پہنچایا جا چکا ہے۔ کوئی آدمی اصل حقیقت سے آگاہ نہیں سب اس ایک سرکاری بیان کو مختلف پہلوؤں سے پیش کر رہے ہیں۔

اس کے تھوڑی دیر بعد میں پارسل ہاتھ میں لئے بازار ڈتھوس پلاز سے گذر رہی تھی کہ ناگاہ اپنی عزیز سہیلی سونیا وان وِلش کو سامنے سے چلے آتے دیکھا۔ اس کا شوہر قلعہ شلاز کی فوج میں میجر کا درجہ رکھتا تھا۔ قصبہ میں جتنی عورتوں سے میری واقفیت

سی ان سب میں سونیا ہی ایک ایسی خاتون تھی۔ جسے صحیح معنوں میں حسن و جمال کا دلکش نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ میں نے اس سلسلہ میں مسز وان ہنش کا ذکر اس لئے نہیں کیا کہ وہ اب بڑھی ہو گئی تھیں اور گو عہد شباب کی خوبصورتی کے آثار اب بھی اُن کے چہرہ پر باقی تھے۔ لیکن جوانی کی وہ دلکشی جب حسن زوروں پر ہوتا ہے کوئی اور ہی چیز ہے۔ یہ عورت سونیا سرزمین رومانیہ کی بیٹی تھی۔ رنگت سلونی آنکھیں سیاہ مخمل کی مانند چمکیلی اور وہ ہمیشہ خوش پوش خوش باش رہا کرتی تھی اس کے اکثر فراک پیرس ہی سے سِل کر آیا کرتے تھے کیونکہ جرمنی کی طرز خیاطت سے اُسے کچھ نفرت سی تھی

" آلیجیا پیاری بہن " اُس نے ہمیشہ کی طرح محبت اور جوش کے ساتھ ملتے ہوئے کہا آج تم اپنی اس چوڑے چھجے کی ٹوپی میں کتنی خوبصورت ہو۔ ان حالات میں یہ بات ذرا بھی تعجب خیز نہیں کہ قلعہ کے اکثر جوان افسر تمہارے شیدائی ہیں۔ ایک نوجوان روڈی وان لوتریحی کو لے لو جو ہر وقت تمہارا ہی ذکر خیر کیا کرتا ہے۔ کل رات جب ہم ایک ریسٹوران میں کھانا کھا رہے تھے تو . . . "

" سونیا پیاری یہ تم کیا چھیڑ کی باتیں کیا کرتی ہو " میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا " روڈی بے شک ایک خوش ادا نیک خو لڑکا ہے لیکن اس کے مزاج میں جوش کا عنصر غالب ہے۔ اس لئے اپنی ہر بات میں مبالغہ آمیزی سے کام لیتا ہے۔ لیکن اگر فرصت ہو تو آؤ میرے ساتھ ریل کے سٹیشن تک چلو۔ میں ایک ضروری خط ڈاک میں ڈالنا چاہتی ہوں رستہ میں باتیں کرتے چلیں گے "

" آیئے میں چلی چلتی ہوں " سونیا نے جسے جرمن زبان سے نفرت تھی اور جو اکثر فرانسیسی بولا کرتی تھی میرے ہمراہ چلتے ہوئے اسی آخری زبان میں کہا۔ " لیکن پہلے یہ بتاؤ آپ کی نیک سیرت بیگم مسی دا سے کا کیا حال ہے؟ آج صبح میں نے

جج صاحب کو کچہریوں کی طرف جاتے دیکھا تو غیر معمولی سنجیدہ اور متین نظر آتے تھے ... اور ہاں یاد آگیا کل رات آپ کے مکان کے قریب قلعہ شلانز میں کیا واقعہ پیش آیا تھا؟"

میں نے شانوں کو حرکت دی اور کہا۔

"اس کا صحیح حال مجھ کو بھی معلوم نہیں مگر ہاں اتنا جانتی ہوں کہ بڑا شور و شر پیدا ہوا تھا جس کی وجہ سے میں رات بھر پوری طرح نیند بھی نہ لے سکی۔ ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے کہ ایک فرضی الارم صرف اس غرض سے دیا گیا تھا کہ قلعہ نشین فوج کی مستعدی کی آزمائش کی جائے۔"

مگر سونیا نے حقارت آمیز قہقہہ لگایا اور شوخ نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"میری عزیز سہیلی یقیناً تم اس فرضی داستان کو قابل یقین تصور نہ کرتی ہوگی"

"لیکن جس صورت میں اصل کیفیت معلوم نہ ہو تو شاید وہی کہا تسلیم حقیقت ماننا پڑتا ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اصل واقعہ کیا تھا؟"

اس نے احتیاطاً ادھر ادھر دیکھا پھر آواز دبا کر میرے کان میں کہنے لگی۔

"سلطنتی قیدیوں میں سے ایک قیدی بھاگ گیا ہے!"

میرے سینہ میں مسرت کی ایک لہر پیدا ہوئی کیا وہ بدنصیب جوان جس سے اپنے ابا جان کی بُرے سلوک کا میرے دل کو اب تک رنج باقی تھا آخر کار زنداں سے بچ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ...؟

"کیا یہ اطلاع آپ کے شوہر نے آکر آپ کو دی تھی۔" میں نے اس سے پوچھا

وہ گردن پیچھے جھکا کر زور زور سے ہنسنے لگی

"سہیلی تم فرانز کا ذکر کرتی ہو۔ وہ ایسا آدمی نہیں کہ مجھ سے رات کی باتیں

کرنا پسند کرے - نہیں مجھے اس کی خبر نوکرانی آنا نے لا کر دی تھی اور اس نے اُن کے اردلی ایلٹن کی زبانی یہ خبر سنی تھی - میں نے بعد ازاں فرانز سے اس کا ذکر چھیڑا لیکن . . . " یہ کہتے ہوئے سونیا نے ایک نازک انگلی اپنے ہونٹوں پر رکھی اور اپنی چمکیلی شوخ آنکھیں مٹکاتے ہوئے کہنے لگی " بس چپ! وہ ایک حرف تک کہنے کو آمادہ نہ ہوئے - اگر بولے تو محض اتنا کہ تمہیں عام لوگوں کی فضول باتوں پر یقین نہ کرنا چاہیئے - لیکن سچ پوچھتی ہو تو میرے دل کو اس کا یقین کامل ہے کہ آنا کا بیان صحیح تھا ۔"

" کیسے معلوم ہوا؟ " میں نے پُر شوق لہجہ میں پوچھا -

اتنے میں ہم چلتے چلتے قیصرن آگسٹا سٹراس نام کے اس فراخ اور کشادہ بازار میں پہنچ چکی تھیں جو سیدھا ریلوے سٹیشن کی طرف گیا ہے اس جگہ سے سٹیشن کی عمارت سامنے دکھائی دیتی تھی - سونیا نے اس کے بُرج میں لگی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا - پھر چلتے چلتے کھڑی ہو گئی -

" میرے خدا " اس نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا " چار بج کر بیس منٹ ہو گئے اچھا سہیلی اب میں چلتی ہوں میں نے سوا چار کے عمل پر ایک جگہ پہنچنے کا وعدہ کیا تھا اور یہاں پانچ منٹ اس سے بھی اوپر ہو گئے ہیں ۔" اس نے اپنی خوشنما چھتری ہلا کر ایک کرایہ کی گھوڑا گاڑی کو روکا جو پیدل چلنے کی پٹڑی کے پاس کھڑی ہو گئی - میں بھی اس کے ساتھ ساتھ اس مقام تک گئی جہاں گاڑی کھڑی تھی اور وہی سوال پھر پوچھا -

" آخر آپ کو اس کا یقین کیسے ہوا کہ نوکرانی آنا کا بیان صحیح تھا؟ " مگر ایسا کہتے ہوئے میں نے یہ بات ظاہر نہ ہونے دی کہ میں اس معاملے سے کوئی خاص دلچسپی لیتی ہوں -

وہ اپنا ایک پیر گاڑی کے پائیدان پر رکھ چکی تھی۔ اسی حالت میں میری طرف مڑ کر کہنے لگی۔

" اس کی وجہ یہ ہے کہ آج صبح فوج کے صدر دفتر میں بڑا ہنگامہ ہوا تھا۔ خود جرنیل صاحب وینزن فیلڈ سے چل کر اس جگہ آئے اور میں نے سُنا ہے۔ اُنھوں نے بیچارے وان اَنگ میش کی بڑی گت بنائی۔ اردلی اینٹن کو تو یہاں تک اصرار ہے کہ اس نے ساری عمر میں کسی موقعہ پر جرنیل صاحب کو اتنا قہر آلود نہ دیکھا تھا۔ جتنا وہ اس وقت نظر آتے تھے" اتنا کہہ کر اس۔ نے اپنا دستانہ میں لپٹا ہوا نازک ہاتھ میرے بازو پر رکھا اور یہ کہتے ہوئے گاڑی پر سوار ہو گئی " اچھا اب رخصت کی اجازت دو ۔۔ پھر کسی وقت ضرور ملنا۔ شاید تم کو معلوم نہ ہو لیکن میرا شوہر فرانز تو تمہاری یاد کا پرستار ہے۔ ہر وقت تمہاری ہی تعریفیں کیا کرتا ہے "

" تم فرانز کی بات رہنے دو۔ وہ تو باغ میں اڑتی ہوئی تتلی کی مانند ہر خوشنما پھول کا شیدائی ہے " میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا " اچھا الوداع "

اس نے کھڑکی سے ایک ہاتھ باہر نکال کر رخصت کا اشارہ کیا۔ گاڑیبان نے گھوڑے کو چابک لگایا اور میرے دیکھتے دیکھتے گاڑی ایک طرف کو جا کر نظروں سے غائب ہو گئی۔

بہرحال سونیا کی زبانی یہ معلوم کرنے کے بعد کہ کل رات کا پُراسرار اجنبی آخر کار بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ میرے دل کا بوجھ کافی حد تک ہلکا ہو گیا تھا اور میں نے ریلوے سٹیشن تک باقی رستہ خوش خوش طے کیا۔

باب - ۱۰

ریلوے سٹیشن

میں جب سٹیشن پر پہنچی تو لمبی ڈاک گاڑی پہلے سے آکر پلیٹ فارم پر کھڑی تھی۔ میں نے وہ لفافہ جس میں ناول کا مسودہ بند تھا انجن کے ساتھ لگی ہوئی ڈاک خانہ کی گاڑی میں لے جا کر ڈال دیا اور اس کے بعد اپنے کام سے فارغ ہو کر ریل کے پلیٹ فارم پر مسافروں اور قلیوں کے ہجوم سے گذرتی باہر نکلنے کے رستہ کی طرف واپس جا رہی تھی کہ اتنے میں ٹرین کے ایک ڈبہ کے پاس کھڑے ہوئے کسی آدمی نے ہیٹ اٹھا کر مجھ کو سلام کیا

میں نے شروع میں تو اس کو پہچانا ہی نہیں اور پہچانتی بھی کیسے؟ اس کا رنگ روپ بالکل ہی بدلا ہوا تھا لیکن پھر جو غور کر کے دیکھا تو معلوم ہوا سپیر دان آرگ مِش ہے! جس نے سرکاری وردی کی جگہ معمولی سادہ کپڑے پہن رکھے تھے!

اس سے پیشتر میں نے کسی موقعہ پر اسے سادہ کپڑوں میں نہ دیکھا تھا کیونکہ وہ ہر وقت ڈریگون فوج کی خاص جست نیلی وردی پہنے رہتا تھا۔ حالانکہ اب اس نے سیاہ اور سفید چیک کا ایک سادہ سوٹ پہن رکھا تھا اور پاؤں میں براؤن رنگ کے بوٹ تھے۔ ان کپڑوں میں وہ اپنی اصلی صورت کا محض سایہ نظر آتا تھا۔ چہرہ بے رونق صورت معمولی اور اس کی عام حالت قابل رحم تھی۔

وہ دو قدم آگے بڑھ کر میرے پاس آیا پھر بڑے تکلف سے میرے ہاتھ کو بوسہ دیتے ہوئے اپنی شکستہ انگریزی میں کہنے لگا۔

" اوہ مس آلیویا میں ابھی ابھی آپ کو یاد کر رہا تھا۔ قصبہ شلاز میں جن لوگوں

سے میری واقفیت تھی اُن میں ایک آپ ہی ایسی ہیں کہ میں الوداعی سلام کئے بغیر اس جگہ سے رخصت ہونا پسند نہ کرتا تھا۔"

انگ میش کی اس تقریر کو سن کر سب سے پہلا خیال جو میرے دل میں پیدا ہوا یہ تھا کہ سونیا کا اندازہ بیشک صحیح تھا۔ ضرور قیدی بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن یہ کیا اندھیر تھا کہ کسی پہرے دار کی غفلت کے لئے بیچارے وان انگ میش کو عہدہ کماں افسری سے برطرف کر دیا گیا اس کے ساتھ ہی مجھ کو یہ بھی خیال آیا کہ اب اس کے چلے جانے کے بعد اگر کوئی نیا کمانڈنٹ اپنے بال بچوں کو ساتھ لے کر اس جگہ آیا تو مجھ یعنی ڈاکٹر وان ہنش کو وہ عمارت یقیناً خالی کر دینی پڑے گی۔ جس میں فی الحال ہماری سکونت تھی۔ کیونکہ جیسا میں نے پیشتر لکھا ہے یہ کوٹھی درحقیقت صرف قلعہ کے کمانڈر کے رہنے کے لئے بنائی گئی تھی۔ اس سے گھر کا سارا انتظام یقیناً درہم برہم ہو جائے گا۔

" لیکن میجر صاحب " میں نے وان انگ میش کی طرف مڑ کر کہا "کیا خدانخواستہ آپ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہے ہیں ؟ "

اُس نے افسوسناک طریقہ پر سر کو صورت اثبات حرکت دی پھر رندھی آواز میں کہنے لگا۔

" ہاں میں ہمیشہ کے لئے رخصت ہو رہا ہوں اور پھر شلانڈ واپس نہ آؤنگا "

میرے خدا ایک رات رات کے عرصہ میں حالات کتنی عظیم تبدیلی آدمی کی شکل و صورت میں پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ اس کی مستقر خوشدلی۔ پُر مذاق گفتگو اور پُر مسرت لہجہ اب کہاں تھا ؟ ایسا معلوم ہوتا تھا وردی اُتر جانے کے ساتھ ہی اس غریب کی کایا پلٹ ہو گئی ہے شکل و صورت بھدی آواز تھکی ہوئی اور لہجہ بے لطف تھا۔

"افسوس افسوس" میں نے اس کے جواب میں کہا۔ "میجر صاحب آپ کے چلے جانے پر ہمارا جی کیسے لگے گا؟ لیکن ایسی بھی کیا جلدی تھی کہ آپ یکایک روانگی پر آمادہ ہو گئے؟ کیا کہیں نئی ملازمت مل گئی ہے یا آپ کو کسی دوسری رجمنٹ میں تبدیل کیا جاتا ہے؟"

"ان میں سے کوئی بات بھی نہیں۔" اس نے مایوسانہ سر ہلاتے ہوئے گلوگرفتہ آواز سے کہا اور اس کے بعد دفعتاً مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ اس کے چہرہ پر آثار کی فوری تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اور اس کی بلی ہوئی مونچھیں تھرتھراتی دکھائی دیں۔ سچ مچ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ رو دینا چاہتا تھا۔ بہر حال جس طرح ممکن ہو سکا اپنے آپ پر قابو پایا کر اس نے شکستہ لفظوں میں کہا۔

"عزیز لڑکے میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ آج سے میں فوج کو بالکل سلام کر چکا" اور فی الحال وہ دفعتاً پیچھے مڑ کر پلیٹ فارم پر کھڑی ہوئی گاڑی کی طرف دیکھنے لگا اور اسی طرح دوسری طرف کو منہ پھیرے ہوئے اس نے اتنا اور کہا "کبھی واپس نہ آنے کے خیال سے اس گاڑی پر روانہ ہو رہا ہوں۔"

ایک اچھی عمر کے تجربہ کار فوجی افسر کی حیثیت میں وان اٹگ میشو کا گریہ زاری پر آمادہ ہونا اس کی صورت کو اس درجہ مضحکہ بناتا تھا کہ عام حالات میں شاید میرے لئے اپنی ہنسی ضبط کرنا دشوار ہوتا۔ لیکن یہ اس قسم کا موقعہ نہ تھا کہ میں اس کی تکلیف پر ہنس کر نمک پر جراحت کا کام کرتا۔ بہر حال میں نے دیکھا کہ وہ جو ہر وقت اہتزاز و مسرت کی تصویر بنا رہتا تھا۔ اب افسردگی اور یاس کے انتہائی نچلے درجہ پر گرا ہوا نظر آتا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے اس کے بیان سے حیرت بھی بہت ہوئی۔ سچ مچ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا افسران بالا نے کل رات کے واقعہ یعنی اس کی غفلت اور سہل انگاری کا بہت سخت

نوٹس لیا ہے۔ اس کے معنی یہی سمجھے جا سکتے تھے کہ میرا شب گذشتہ کا ملاقاتی خاص اہمیت رکھنے والا آدمی تھا۔

"صاحب مجھے یہ سن کر بے حد رنج و افسوس ہے کہ آپ ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہونے لگے ہیں۔" میں نے کچھ کہنے کی غرض سے کہا۔ "تاہم ہوا کیا تھا؟ . . . . کیا یہ سارا فضیحتا اُسی قیدی کے بھاگ نکلنے سے ہوا . . . ؟"

اس نے حالت اضطراب میں ہاتھ آگے نکال کر مجھے چُپ کرانے کی کوشش کی اور اس کے ساتھ ہی ایک احتیاطی نظر چاروں طرف ڈالی۔ پھر دبی آواز سے کہا۔ "فراِلین خدا کیلئے کل رات کے واقعہ کو بھول جایئے۔ مجھ سے بڑی غلطی ہوئی کہ میں نے ایک قیمتی راز ظاہر کر دیا۔ میری اس خطا کے بدلے . . . نیز بعض اور باتوں کی وجہ سے اُنہوں نے مجھ کو ملازمت سے دست کش ہونے پر مجبور کر دیا ہے . . ."

میں فرط حیرت سے اُس کے منہ کو تکنے لگی۔ پھر کہا۔

"لیکن ایسا بھی کیا اندھیر ہے . . . !"

اُس نے یاس آمیز طریقہ پر ایک دو بار سر ہلایا۔ اس کے بعد کہا۔

"فراِلین میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ میرے معاملہ کا فیصلہ منٹوں میں شہنشاہ معظم کی فوجی وزارت نے کر دیا اور مجھ کو جواب دہی کا موقعہ بھی نہ دیا۔ میری بے بسی اس سے ظاہر ہے کہ نہ مجھ پر مقدمہ چلایا گیا نہ کوئی دلیل پیش کرنے کا موقعہ دیا اور نہ کسی اپیل ہی کی گنجائش باقی ہے۔"

"لیکن آخر آپ نے ایسا کیا ظلم کیا تھا جس کے لئے اتنی کڑی سزا آپ کو دی جا رہی ہے؟"

"اس کا حال افسوس میں بیان نہیں کر سکتا۔ صرف اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ بات ہرگز ایسی نہ تھی۔ جو میری شخصی عزت پر حرف لانے کا موجب ہو اور میں اُمید کرتا ہوں جس آلیویا کہ آپ اس بارہ میں میرے بیان کو غلط تصور نہ کریں گی۔"

"بالکل نہیں" ایلین نے تسلی بخش لہجہ میں جواب دیا

"تاہم خیال فرمائیے - اٹھارہ برس سرکاری نوکری کے بعد مجھے اس طرح علیحدہ کیا جا رہا ہے - جیسے کوئی شخص اپنی پرانی ہیٹ اتار کے پھینک دے - دل کو رنج اور افسوس لیے جا رہا ہے" اُس نے ایک لمبی آہ بھرتے ہوئے کہا - "لیکن کیا کیا جائے مقدر کا لکھا پورا ہو کر ہی رہتا ہے اب میں اپنی آبائی سرزمین یوگو سلاویا کو واپس جاتا ہوں جہاں کاشتکاری کر کے اور سور پال کے زندگی بسر کرونگا - اوہ مس آلیویا قسمت نے یہ دن بھی دکھانے تھے کہ سرکاری فوج کا ایک میجر بیسیوں معرکوں کا ہیرو اور وان انگ بلیشر اپنی آخری عمر میں سور پالنے پر مجبور ہو" اُس کی آواز میں درد ناک اور لہجہ جگر سوز تھا - اس کی سابقہ خوشدلی اب کہیں نام کو بھی نظر نہ آتی تھی "لیکن خیر" اُس نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا - "جب میں اپنے وطن میں واپس جا کر کاشتکاروں کے درمیان رہتا ہوا اُن کی سی سادہ زندگی بسر کرنے لگونگا تو ایک خیال میرے لئے بہرحال موجب تسکین ہوگا - یعنی میں اپنے آپ سے کہونگا کہ جب کبھی قصبہ شلاز کے بدگو بد باطن لوگوں نے کسی طریقہ پر میری غیبت شروع کی تو حسین اور نیک سیرت آلیویا ضرور میرے حق میں کوئی بات کہہ کر انہیں خاموش کرا دیگی - وہ ضرور اُن سے کہے گی کہ بیچارہ انگ بیش لاکھ تا عاقبت اندیش ہو لیکن عزت فروش نہ تھا ... کیوں فرالین کیا آپ ایسا کہیں گی یا نہیں -؟"

"ضرور آپ اس کے متعلق پورا اطمینان رکھیں"

اِس وقت گاڑی کے انجن نے تیز وسل دیا - گارڈ نے سبز جھنڈی دکھانی شروع کی - گاڑیوں کی کھڑکیاں بند کی جانے لگیں اور کسی سست رفتار اژدہا کی مانند گاڑی نے آہستگی سے رینگنا شروع کر دیا - یہ حالت دیکھ میجر "الوداع" کا ایک لفظ کہہ کر دوڑتا ہوا گاڑی پر سوار ہوا پھر جب ٹرین نے رفتار

پکڑنی شروع کی۔ تو اُس نے اپنے ڈبہ کی بند کھڑکی سے گردن باہر نکالی اور اپنا ہاتھ میری طرف بڑھا کر رخصتی اشارے کرتے ہوئے اُس ہاتھ کو چوما...

حصہ دوم ختم ہُوا

حصّہ سوم

لنگڑا شیطان

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

مثنوی شریف

باب - ۱

عفریت

ریلوے سٹیشن سے چل کر میں کسی خاص واقعہ کے بغیر اپنے مکان کمانڈر نیلسن ہوس میں جا پہنچی - لیکن وہاں جا کر دیکھا تو صدر دروازہ کے باہر اُگے ہوئے لیموں کے درختوں کے سایہ میں ایک سرخ رنگ کی بہت بڑی تیز رفتار کار جس پر گرد و غبار کی موٹی تہہ جمی ہوئی تھی کھڑی نظر آئی - موٹر چلانے والا جس کے چہرے پر میل اور کثافت کے علاوہ کئی دن کی ناتراشیدہ داڑھی اُس کی صورت کو بدنما بناتی تھی - وہیل کے اوپر اس طرح جھکا ہوا بیٹھا تھا گویا سوتا نہیں بلکہ مردہ اور بے جان پڑا ہے -
میں نے دروازہ کی گھنٹی بجائی تو نوکرانی فرانسکا نے آکر اسے کھولا - پھر میرے سوال پر کہنے لگی - اس کار پر ایک آدمی جج صاحب سے ملنے آیا ہے مگر جب اس نے دیکھا کہ سرکار گھر پر نہیں ہیں تو کہنے لگا میں انتظار کئے لیتا ہوں اس لئے کہ میں بہت دُور سے آیا ہوں اور ایک نہایت ضروری کام مجھ کو درپیش ہے - میں نے ملاقاتی کو دفتر کے کمرہ میں بیٹھنے کے لئے کہا تھا - اس لئے کہ بیگم صاحب بھی کہیں باہر گئی ہیں اور گھر پر کوئی ایسا آدمی نہیں جو مہمان سے بات چیت کر سکتا -"

میں سیڑھیوں پر چڑھ کر سیدھا اپنے کمرہ کی طرف جانے کی تیاری کر رہی تھی کہ ایک فوری خیال کے زیر اثر رُک گئی - حال کی معلومات کے سلسلہ میں یہ بات یقینی طور پر جاننے کے بعد کہ پیچر ایبیٹ تعاقب کرنے والوں کی گرفت سے بچ کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا ہے - میں باغ میں چکر لگا کر یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کس راہ سے کیونکر نکلنے میں کامیاب ہوا - نیز کیا وہ کوئی ایسا نشان

تو نہیں چھوڑ گیا۔ جس کی بنا پر کوئی تحقیقاتی افسر جو موقعہ دیکھنے کیلئے آئے کسی طرح
کی بازپرس کر سکے۔ تھوڑا غور کرنے سے مجھ کو ایک بہانہ باغ میں جانے کا یہ بھی مل
گیا کہ شام کے کھانے سے پہلے میں عموماً کچھ پھول اکٹھے کر کے لایا کرتی تھی۔ جنہیں
مسز واٹسن میز پر سجا کر رکھنے کی بے حد شائق تھیں۔ اُنہوں نے یہ کام ایک طرح
پر میرے ہی ذمہ ڈال رکھا تھا۔ یہ سوچ کر میں پھول جمع کرنے کی ٹوکری اور پھول کاٹنے
کی قینچی اُس مقام سے لائی جہاں یہ چیزیں عموماً رکھی رہتی تھیں۔ اور صدر دروازہ
سے نکل کر اُس رستہ سے باغ میں گئی جو سڑک کی جانب کھلتا تھا اور جس سے
ہو کر بلشیر جیسی چٹھی رساں زانز میرے پاس آیا اور جس کے ذریعہ سے غالباً میجر
ایبٹ فرار ہوا تھا۔

مجھے باغات اور پھولوں سے ہمیشہ ایک طرح کی دلی محبت رہی ہے۔ چنانچہ
آج جب میں دن بھر کی تھکی ماندی پھول جمع کرنے کی ٹوکری اور مقراض ہاتھ میں لئے
باغ میں پہنچی تو کل شب کی تیز بارش کے بعد باغ کے اشجار نہلائے دھوئے
خوش پوش نظر آتے تھے۔ دو طرف پھولوں کی کیاریاں بنی تھیں اور کئی خودرو
سرکش پھول بلا کسی ترتیب کے سبزہ کے فرش پر اُگے ہوئے اپنی گوناگوں رنگت
سے سبزہ کی ہریالی سے مل کر ایک بڑا پُرکیف منظر پیش کرتے تھے۔

گہری خاموشی ہر طرف چھائی ہوئی تھی۔ صرف شہد کی مکھیوں اور کنبوروں
کی بھنبھناہٹ کسی آہنگ دار آواز کی مانند گاہ گاہ کانوں میں آ کر طبیعت کو
اور بھی زیادہ فرحت دیتی۔ اس لطف انگیز نظارہ کو دیکھ کر ایسی کیفیت مجھ پر
طاری ہوئی کہ پھول جمع کرنے کا خیال پس انداز ہو گیا اور میں باغ کی خوشنما
روشوں پر اس فرحت بخش نظارہ کو دیکھتی بے مدعا چلنے لگی۔

ایک عجیب طرح کا اطمینان میرے دل کو حاصل تھا۔ جس کی گو کوئی ظاہری

وجہ نہ تھی۔ لیکن اب جو میں غور کرتی ہوں تو معلوم ہوتا ہے محض عمر اور بشریت کا تقاضا تھا۔ بائیس برس کی عمر میں کس مُردہ دل کی طبیعت رومان کے عنصر سے خالی ہو سکتی ہے؟ اس کے علاوہ میں حال میں کئی حیرت انگیز مہمی واقعات سے گذر چکی تھی۔ ان کی کئی باتیں مجھ کو معلوم تھیں اور میں اُن پر غور کر کے لطف حاصل کر رہی تھی۔ باغ کی روشوں پر چلتے ہوئے میں نے گذشتہ چوبیس گھنٹوں کے واقعات کو سینما کی تصویر کی مانند نظروں کے سامنے گذرتے دیکھا اور اس نتیجہ پر پہنچکر گہرا احساس مسرت مجھ کو ہوا کہ کل شب کا پُراسرار ملاقاتی ۔ ۔ ۔ خواہ اُس کا نام میجر ایبٹ تھا یا کچھ اور میری ابتدائی غفلت، اور سہل انگاری کے باوجود آخر کار بچکر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔

میں اس طرح دل ہی دل میں خوش ہوتی اور کبھی حالت اطمینان میں مسکراتی روشوں کی سیر کرتی پھر رہی تھی کہ ایک مقام پر پہنچ کر جہاں سفید گلاب کا پیڑ اُگا تھا میں جھک کر اُس کے پھولوں کو دیکھنے اور اس قادر مطلق کی صناعی کی تعریف کرنے کے خیال سے جیسے بیابان میں سے ایسی ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے جھک جھک کر اسے دیکھ رہی تھی کہ ناگاہ کسی نادیدہ مقام سے ایک سخت اور کرخت سی آواز میرے کانوں میں پہنچی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

"اکیلے میں خوش ہونا اکثر باعث رنج ثابت ہوتا ہے ۔ ۔!"

میں اس آواز اور ان منحوس الفاظ کو سن کر بڑے زور سے چونکی اور ایک قدم پیچھے ہٹنا چاہتی تھی کہ پاس اُگی ہوئی لارل کی جھاڑیوں کے پیچھے سے ایک نفر انداز شخص جس کا چوڑا چکلا چہرہ جھاڑ کے اُوپر نمایاں لیکن بدن کا بیشتر حصہ پتوں میں پوشیدہ تھا نظر آیا۔ جو میری طرف دیکھ کر اس طرح مسکراتا تھا کہ میں دل ہی دل میں اُس سے نفرت اور استکراہ کرنے پر مجبور ہو گئی۔

"معاف کیجئے صاحب،" میں نے جلدی سے خشک لہجہ میں جواب دیا۔ "آپ کسی اور سے دھوکہ کھا رہے ہوں گے۔ مجھے آپ کا تعارف حاصل نہیں ہے۔"

اُس نے الفاظ سُن کر سیاہ رنگ کی فیلٹ ہیٹ سر سے اُتار کے ہاتھ میں لے لی اور اس وقت میں نے دیکھا اس کے سر کے بال آہنی تاروں کی مانند سیدھے لیکن بالکل کٹے ہوئے تھے اور دونوں کنپٹیوں کے پاس تو ان کو اتنا مہین تراشا گیا تھا کہ جلد بدن کی رنگت صاف دکھائی دیتی تھی لیکن اس ایک نظر میں ہی جو میں نے اس بدنما لمبے ڈول آدمی پر ڈالی۔ میں یہ نتیجہ حاصل کئے بغیر نہ رہ سکی کہ اُس کا سر گو بالوں کے بوجھ سے محروم تھا لیکن بدن کے باقی حصّہ میں گنجان بالوں کی اتنی کثرت تھی جیسی کبھی میرے دیکھنے میں نہیں آئی۔ اُس کی پھولی ہوئی مونچھیں اپنی بے ترتیبی کی وجہ سے خرگوش کی جھاڑی سے مشابہ نظر آتی تھیں۔ اور نہ جانے کس فیشن کے شوق میں اس نے مونچھوں کے اوپر دونوں رخساروں پر سیاہ بالوں کے گنجان گچھے اُگا رکھے تھے۔ اُس کے نتھنے بالوں سے بھرپور اور دونوں ہاتھ جو لمبے پورے پھیلا ئے ہیں کسی پھاوڑے کی ساخت سے مشابہ تھے جانب پُشت بالوں کے جھنکاڑ سے ڈھکے ہوئے تھے۔ میں پیشتر بیان کر چکی ہوں کہ اس کے بدن کا بیشتر حصّہ لباس کی جھاڑیوں میں پوشیدہ تھا تاہم جس حد تک میں اسے دیکھنے کے قابل ہوئی۔ اُس سے اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ وہ کوئی بھاری بھرکم وجود کا فربہ اندام آدمی تھا۔ جس کے بازو غیر معمولی لمبے اور شانے ضرورت سے بہت زیادہ چوڑے تھے۔ مجموعی طور پر اس کی شخصیت غیر معمولی اور عجیب تھی۔ آنکھیں تیز روشن اور چمکیلی لیکن گچھے دار بھووں کے نیچے ایک حد تک چھپی ہوئی۔ ایک نظر اس کو دیکھنے کے بعد پہلا اندازہ جو میں نے اس شخص کے بارہ میں قائم کیا یہ تھا کہ اگر ڈاروِن کا نظریہ صحیح ہے تو بندر اور انسان کی درمیانی کڑی اس آدمی کی صورت میں موجود دیکھی جا سکتی ہے۔ میں نے اپنی عمر میں کبھی وہ

دیوہیکل بن مانس نہیں دیکھا تھا۔ جسے گوریلا کہتے ہیں تاہم اُس کی جو کیفیت میرے پڑھنے میں آئی وہ ٹھیک اِس آدمی پر صادق آتی تھی۔

میری زبانی اس قسم کا تلخ اور تیز جواب سُنکر اُس نے گردن خم کی پھر نیم باز آنکھوں سے میری طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا لیکن اُس کی وہ مسکراہٹ اگر سچ پُوچھئے تو اس کی بدنمائی کو اور بھی زیادہ نظروں میں لانے کا ذریعہ ثابت ہوئی اُس کی پلی ہوئی مونچھوں کے نیچے اُس کے جو دانت برہنہ ہوئے وہ کچھ تو قدرتاً کسی وحشی حیوان کے دانتوں کی طرح زرد تھے اور ان میں سے جن پر زرد سونے کے خول چڑھا دیئے گئے تھے جو اس وقت آفتاب کی رخصتی شعاؤں میں تیز چمکتے نظر آئے۔

" فراؤلین آپ نے شاید میری بات کا بُرا مانا ہے " اُس نے اپنی آواز کو تاحدِ امکان شیریں بنانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔" لیکن یہ فقرہ میرا اپنا نہیں ہمارے ملک کے نامور ادیب لیسنگ کا ہے لیکن شاید آپ غیر ملک کی رہنے والی خاتون جرمن ادیبوں کی تصانیف سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔"

باب - ۲

گرم اور نرم باتیں

میرے دل کو اس کے الفاظ اور بے تکلفانہ اندازِ تقریر سے سخت رنج پہنچا تھا۔ اس کے علاوہ جس طرح وہ مسلسل میری طرف گھور رہا تھا اس سے بھی دل کو ناراضگی ہونے لگی تھی۔ آخر یہ آدمی کون تھا اور اس کا یہاں آنا کیا معنی رکھتا تھا۔

ان خیالات کے زیر اثر میں نے روکھے پن سے کہا۔

" شاید آپ کو معلوم نہ ہو۔ لیکن یہ کوئی سرکاری باغ نہیں ایک نجی مکان کا حصّہ ہے۔ آخر آپ کس کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں؟ "

ایک لمحہ کے لئے اس کے چہرہ پر سختی اور متانت کے ایسے آثار پیدا ہوئے کہ جی کو دہشت ہونے لگی۔ اس کے بعد وہ مسکرا دیا۔ لیکن اس کی یہ مسکراہٹ سراسر مصنوعی تھی اور مجھ کو اس کی متانت سے بھی زیادہ تکلیف دہ محسوس ہوئی۔

" نیک سیرت خاتون میں ان سب باتوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔"

اس نے آخر کار کہا " اور یہ بھی جانتا ہوں کہ قسمت کی دیوی جو بیشتر عورتوں کی طرح ... معاف کیجئے میں اس طرح کے الفاظ آپ کی موجودگی میں کہنے پر مجبور ہوں ... کبھی اُن سے دغا نہیں کرتی۔ جو اس کی بدسلوکیوں کے باوجود اس کا پیچھا استقلال کے ساتھ کئے جاتے ہیں چنانچہ دیکھ لیجئے ... ناگاہ آپ ہی کا شرف ملاقات حاصل ہو گیا ... "

اس کے حلق میں کچھ غراہٹ سی پیدا ہوئی اور ہیٹ کو بدستور ہاتھ میں لئے اس نے اپنے دونوں چوڑے ہاتھوں کی پشت بالوں سے ڈھکی ہوئی تھی بیٹھ کے آگے اس لکڑی کے ہینڈل پر رکھ لیے۔ جس سے وہ چلنے میں مدد لیتا تھا۔ پھر میرے جواب کی پروا نہ کرتے ہوئے اُس نے کہا

" میں موتی پیرو اہوکر بہت دُور کا سفر کر کے یہاں تک آیا ہوں۔ اس لئے کہ اپنے مکرم دوست جج صاحب وان ہنش کا نیاز حاصل کر سکوں "

یقیناً وہ بڑے غور سے میرے چہرہ پر آثار کی تبدیلیوں کا مشاہدہ کرتا رہا ہوگا کیونکہ بظاہر اس طریقہ پر اس نے میرے خیالات دل معلوم کر کے کہا۔

" غالباً آپ نے میری کار دروازہ پر کھڑی دیکھی ہوگی۔ چونکہ مجھ کو بتایا گیا تھا

محترم جج صاحب کہیں باہر گئے ہیں۔ اس لئے میں نے ان کا انتظار کرنا ضروری سمجھا۔ لیکن میں ایسا آدمی نہیں کہ وقت کے قیمتی لمحوں کو آرام و اطمینان کے ساتھ ایک جگہ بیٹھ کر گذارنا پسند کروں۔ اس لئے نہ میں مکان کے اندر بیٹھا نہ میں نے کمروں میں اِدھر اُدھر گھوم کر وقت ضائع کرنا پسند کیا۔ بات دراصل یہ ہے فراین میرا ہمیشہ سے یہ عقیدہ رہا ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی ایک چھوٹی ہتھی انگلی سے اپنی فراخ چھاتی کو ٹھوکا دیا۔ پھر بیان جاری رکھتے ہوئے کہا "دراصل حقیقت آدمی فقط آرام پانے کے لئے دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔ وہ جو مثل مشہور ہے۔ جس نے کیا آرام اس کا آیا انجام۔ میں ہمیشہ اس پر عمل پیرا رہا ہوں۔ اس لئے میں مکان کے اندر بیٹھنے کی بجائے اِدھر آپ کے خوشنما باغ میں چلا آیا تھا۔ کہ دیکھیں تقدیر کی دیوی یہاں کون سا نیا تحفہ پیش کرتی ہے۔ اور میں نے دیکھ لیا کہ وہ فوراً مجھ پر مہربان ہوگئی۔ کیوں کیا میں ٹھیک عرض کرتا ہوں یا نہیں؟ "

یہ کہتے ہوئے وہ لمبے آواز ہنسنے لگا۔ جس سے کہ اس کا چوڑا چکلا بدن زور و شور سے حرکت دکھائی دیا۔

لیکن اس دوران میں وہ مسلسل میری طرف [illegible] نظروں سے دیکھتا رہا تھا۔ اس کی باتیں سننے میں کتنی ہی میٹھی یا خوشگوار کیوں نہ ہوں۔ اس کے خیالات وحشی درندوں جیسے تھے۔ اس وقت یکدم میرے دل کو ناقابل ضبط دہشت کا احساس ہونے لگا۔ کیونکہ ناگہاں مجھ کو میجر ایبٹ کے کہے ہوئے وہ الفاظ یاد آگئے جو کچھ اس طرح کے تھے۔ کہ اگر ایک پھولے ہوئے بدن کا وحشی منش جس میں جبڑا کا ایک پیر ناقص ہے اور جو لکڑی کے سہارا لے کر چلتا ہے کسی تحقیقات کے سلسلہ میں آکر آپ سے ملے تو اس کی طرف سے اس طرح محتاط رہیئے جیسے شیر غراں سے یعنی اس کا پورا خیال رکھیئے کہ

اس کے دل میں یہ شک کسی حال میں پیدا نہ ہو کہ آپ معاملہ کی حقیقت سے کوئی خفیف سی واقفیت بھی رکھتی ہیں۔ اس آدمی سے ہر وقت ہر حال میں ڈرتے رہنا" ان لفظوں کو یاد کر کے میں نے اپنی پریشانی کی تصدیق کے لئے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کیا سچ مچ اس آدمی کے پاؤں میں نقص ہے۔ لیکن وہ جھاڑ کے پیچھے اس طرح چھپا ہوا تھا کہ میں اس کے بدن کا زیریں حصہ بالکل نہ دیکھ سکی۔

اس اثنا میں وہ اپنی گاڑھی جرمن زبان میں سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہتا چلا جا رہا تھا۔

"میں پھرتا پھرتا لارل کی ان جھاڑیوں کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا اور قسمت انسانی کے ختم ہونے والے انتقال بات پر غور کرنے لگا۔ اچانک میری نگاہ جو اوپر اٹھی تو کیا دیکھتا ہوں انگریزی حسن و شباب کی ایک دلکش تصویر میرے سامنے کھڑی ہے۔ آپ اپنی بے خبری میں تھیں میں آپ کی نقل و حرکات کو بغور دیکھتا رہا۔ کسی خوشنما خوش رنگ تتلی کی مانند آپ پھولوں کی مختلف کیاریوں کے پاس سے گذرتی اسی طرف کو آئیں اور میں نے دیکھا آپ اپنے ہی خیالات پر قانع و مسرور تھیں لیکن خیالاتِ شباب میں خوش رہنا تو خواتین کا پیدائشی حق سمجھا گیا ہے۔ آپ بھی اپنے خیالات ہی سے خوش تھیں۔ شاید آپ ہی کے ملک کا مشہور شاعر ٹینیسن تھا جس نے کسی موقعہ پر کچھ اس طرح کے الفاظ کہے تھے ... کیا الفاظ تھے وہ ... ؟"

میری پریشانی اس آدمی کی موجودگی سے ہر لحظہ بڑھتی چلی جاتی تھی اور میں سوچ رہی تھی۔ کونسا طریقہ ہو کہ میں کوئی فرضی عذر یا بہانہ پیش کر کے اس جگہ سے واپس چلی جاؤں۔ سچ مچ اس آدمی کا سلوک مجھ سے ویسا ہی تھا جیسا بلی کا چوہے سے اس کا شکار کرنے کے وقت ہوتا ہے۔ اس نے کچھ خاص

حالات معلوم کر لئے تھے لیکن ... میرے خدا - وہ کس قدر حالات سے واقف تھا اور وہ مجھ سے کیا معلوم کرنے کی جرأت رکھتا تھا ... ؟

" پھر ایک بار قسمت کی دیوی مجھ پر مہربان ہوئی " وہ اپنے معمولی تیز لہجہ میں جو کسی سانپ کی پھنکار سے ملتا جلتا تھا کہنے لگا - " یعنی میری ملاقات عین وقت پر اس خاتون سے ہو گئی جس کی امداد مجھ کو درکار تھی ... "

وہ کہتا کہتا چپ ہو گیا - لیکن میری دہشت کا یہ عالم تھا کہ جواب میں ایک لفظ بھی ایسا نہ کہہ سکی جس سے اس کو اپنی بکواس بند کرنے پر مجبور کیا جا سکتا اور اس کے بعد یکایک ایک عجیب طرح کی بھدّی حرکت سے کام لیتے ہوئے اس نے اپنا ایک ہاتھ سیاہ رنگ کے بنے ہوئے کوٹ کی جیب میں ڈالا - جو اس نے گلے میں پہن رکھا تھا اور مردوں کے پہننے کا ایک کالر اس میں سے نکالا وہ دوہری بناوٹ کا سافٹ کالر تھا - جس پر نیلی اور سفید دھاریاں بنی تھیں اور اس پر جا بجا مٹی کے داغ لگے ہوئے تھے -

میں نے فوراً اس کالر کو پہچان لیا - ایسا ہی کالر میجر امیٹ نے کل رات پہن رکھا تھا !

اجنبی نے جھاڑیوں کے اوپر سے ایک ہاتھ آگے بڑھا کر وہ کالر مجھ کو دکھایا - پھر نرم آواز سے کہنے لگا -

" عزیز خاتون ازراہ عنایت اس کو دیکھ کر فرمایئے کیا اس قسم کی چیز کسی موقعہ پر آپ کے دیکھنے میں آئی ہے ؟ "

الفاظ کہتے ہوئے اس کی تیز اور شعلہ ریز آنکھیں یوں میری طرف لگی تھیں گویا میرے سینہ کے بطون کا حال معلوم کر کے چھوڑیں گی - بہر حال میں نے جہاں تک ممکن تھا بے تعلقانہ انداز اختیار کر کے جواب دیا -

" میں نہیں جانتی یہ کیسا کالر ہے یا کہاں سے آپ کو ملا۔ لیکن یہ ایک معمولی چیز ہے بے شمار مرد جس کو استعمال کرتے ہیں۔"

" سچ ہے میری شیریں سخن لیڈی "اس نے جواب میں کہا۔ "لیکن اس کا استعمال ملک جرمنی میں عام نہیں اس کے علاوہ یہ کالر لندن کا بنا ہُوا ہے" اس نے یہ کہتے ہوئے اس کی تہ کھولی اور مجھ کو دکھاتے ہوئے بولا "ملاحظہ کیجئے کارخانہ دار کا نام میبٹ لیٹ اینڈ چارڈ جرمن سٹریٹ لندن اس پر چھپا ہے۔"

اس کی پھولی ہوئی انگلی ان حرفوں پر رکھی ہوئی تھی۔ جو کالر کے اندر صاف نظر آتے تھے۔ لیکن اس وقت میری نگاہ اُن حرفوں پر بالکل نہ لگی ہوئی تھی بلکہ میں اس لمبے سیاہی مائل بھورے داغ کو دیکھ رہی تھی جو کالر میں دور تک پھیلا ہُوا نظر آتا تھا اور جس کی نسبت میں نے دیکھتے ہی معلوم کر لیا کہ مٹی کا نہیں بلکہ خون کا داغ ہے!

اتنے میں وہ اپنے پھولے ہوئے بدن کو بھدے پن سے حرکت دیتا لیکن اس پر بھی حیرت انگیز تیز چال چلتا جھاڑیوں کے پیچھے سے نکل کر میرے سامنے آ کے کھڑا ہو گیا۔

اس وقت میں نے دیکھا۔ وہ قدم اُٹھاتے وقت بُری طرح لنگڑاتا تھا اور اس کا ایک پاؤں جس کی بناوٹ غیر قدرتی اور بدنما تھی۔ ایک بہت بڑے بھدے بوٹ میں لپٹا ہوا تھا!

باب - ۳

فرعونیت

حالات کی اس غیر معمولی تیزی رفتار میں ممکن ہے۔ میرے چہرہ کے آثار
میرے اضطراب دلی کو ظاہر کر دیتے اگر مہربان قدرت اس موقعہ پر نوکرانی فرانز سکا
کو میری مدد کے لئے نہ بھیج دیتی۔ اس بات کی تصدیق ہونے پر کہ یہ وہی خوفناک
لنگڑا ہے جس کی طرف سے میجر ایبٹ نے مجھ کو خبردار کرنے کی کوشش کی تھی۔
میرا بدن مارے دہشت کے سن ہو گیا اور میں نہ کچھ بول اور نہ حرکت کر سکی۔ صاف
دکھائی دینے لگا کہ کل رات کا اجنبی ملاقاتی جس کی نسبت میرے دل میں پیشتر یہ
اُمید جاگزین ہوئی تھی کہ بچکر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا ہے یا تو مارا یا دوبارہ
پکڑا جا چکا ہے۔ اور یہ وہی ڈرسٹلز یعنی لنگڑا ہے جس کی طرف سے اس نے
مجھ کو زوردار لفظوں میں محتاط اور خبردار رہنے کی تاکید کی تھی میں بھولی نہ تھی کہ
اس آدمی کا ذکر کرتے وقت خود میجر ایبٹ کے چہرہ پر دہشت اور ہراس کے کتنے
عظیم آثار پیدا ہو گئے تھے۔

اور اب اس گرد آلود موٹر کار کی موجودگی کا معمہ بھی حل ہو گیا۔ اور شوفر کے
وہیل پر جھک کر سونے کا راز بھی۔ صریحاً اس کے معنی یہ تھے کہ یہ لنگڑا کل شب کے
واقعہ کی خبر پاتے ہی ایک منٹ ضائع کئے بغیر لمبا سفر طے کر کے موقعہ پر آیا ہے۔
پھر ایک مرتبہ میجر ایبٹ کے کہے ہوئے الفاظ کی یاد میرے سینہ میں تازہ ہوئی
یعنی "اگر اس کے دل میں اس بات کا ذرا سا شک بھی پیدا ہو گیا کہ آپ نے میرے
فرار میں مدد دی یا کسی قسم کا حصہ لیا ہے تو یاد رکھیے آپ کو بڑی سخت مشکلات

کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

لیکن میں اُوپر بیان کر چکی ہوں کہ اس موقعہ پر نوکرانی فرانزسکا کی آمد میرے حق میں غیبی امداد کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ اپنی گہری محویت میں میں اس کے پیروں کی چاپ بالکل نہ سن سکی تھی۔ اس کی موجودگی کا حال پہلی مرتبہ اس وقت مجھ کو معلوم ہوا۔ جب انسانی گوشت کا ایک بہت بڑا تودا نیلے اور سفید چیک کے لباس میں لپٹا ہوا کسی پودے کی جڑ سے ٹھوکر کھا کر باغ کے فرش پر گرا اور میرے اور لنگڑے کے درمیان آرہا!

ہماری نوکرانی فرانزسکا گاؤں کی رہنے والی ایک صحت مند جوان عورت ہے مگر عادتاً پھوہڑ واقع ہوئی ہے۔ چہرہ سُرخ و سفید۔ بالوں کا جوڑا خوب کس کر فرق سر پر بندھا ہوا۔ مگر جب چلنے لگتی ہے تو اس ہاتھی کی چال چلتی ہے۔ جو بے تحاشا جنگل سے گذرا چلا جاتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ دن میں کئی کئی بار وہ اسی بات پر ٹھوکر کھا کر گر پڑتی ہے۔

میں نے جھٹ آگے بڑھ کر اسے اُٹھنے میں مدد دی۔ وہ ہانپتی ہوئی سیدھی کھڑی ہوگئی اور ایک سُرخ ہاتھ اپنی فراخ چھاتی پر رکھتے ہوئے رُک رُک کر کہنے لگی۔

"آہ فرالین میں اتنا تیز دوڑتی ہوئی آئی کہ اس جگہ پہنچ کر سنبھلنا دشوار ہو گیا اس لئے گر پڑی لیکن جج صاحب کا حکم تھا جلد از جلد جا کر ان صاحب کو بلا دو جو ان سے ملنے کے لئے آئے ہیں . . . غالباً آپ ہی وہ صاحب ہیں"

اس نے لنگڑے کی طرف اشارہ کر کے کہا اور اس کے ساتھ ہی پھر ہانپنے لگی۔

اس دوران میں لنگڑے کی نگاہِ تیز میرے چہرہ پر سختی سے لگی ہوئی تھی کسی طرح اس کے اثرات بد سے محفوظ رہنے کے لئے میں نے دوسری طرف منہ کر کے

وہ گیلے پتّے جو فرانز سکا کے کپڑوں سے چمٹ گئے تھے جھاڑنے شروع کئے۔ مجھ کو اوسان بحال کرنے کا کوئی نہ کوئی بہانہ درکار تھا اور کچھ نہیں تو یہی سہی۔

لنگڑے نے قہر آلود نظروں سے نوکرانی کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد کہا۔

" جج صاحب سے کہہ دو میں عنقریب آتا ہوں۔ اور اب تم جاؤ اپنی منحوس صورت گم کر دو! "

نوکرانی اس عجیب تقریر کو سن کر فرط حیرت سے اس کے منہ کو تکنے لگی پھر رکتے ہوئے بولی۔

" لیکن صاحب وہ آپ سے ملنے کو بے تاب ہیں۔ انہوں نے مجھ کو خاص طور پر اس بات کی تاکید کی تھی کہ آپ کو اپنے ساتھ لا کر اس دفتر میں پہنچا دوں جہاں بیٹھے وہ انتظار کر رہے ہیں "

لنگڑے نے وہ بیساکھی ہاتھ میں لے لی جس کا سہارا لے کر وہ قدم اٹھاتا تھا۔ پھر اس کو شان اہمیت سے ہوا میں گھماتے ہوئے کہا۔

" جاؤ دفع ہو! میں نے جو ایک بات کہہ دی۔ پھر کیوں سر پر سوار ہوئے جاتی ہو۔ جج صاحب سے کہہ دینا میرا انتظار کریں "

لنگڑے کی اس عجیب حرکت سے فرانز سکا ذرا دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس کی شفاف نیلی آنکھیں فرط حیرت سے کشادہ ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگیں۔ پھر ایک مرتبہ اس نے رکتے رکتے کہا " لیکن ... صاحب ... "

" جاؤ میں حکم دیتا ہوں ... فوراً چلی جاؤ! "

اس کی آواز کٹ کھنے کتے کے بھونکنے کی آواز سے مشابہ تھی اس کے ساتھ ہی وہ اپنے منحوس چہرہ پر خشم مجسم کے آثار لئے لنگڑاتا ہوا ایک قدم آگے بڑھا اور لکڑی اس طرح اونچی اٹھائی گویا اس سے فرانز سکا کا سر پھوڑ دینا چاہتا تھا۔ اس سے

بعد وہ بے چاری زیادہ سننے کے لئے نہ ٹھہری اور لنگڑے پر ایک ملامت آمیز نظر ڈال کر ٹوٹی ہوئی مکان کی طرف چلی گئی کسی دور افتادہ مقام پر پھر ایک مرتبہ اس کے گرنے کی آواز سنائی دی - اس کے بعد گہری خاموشی چھا گئی - جس کو قطع کرنے والی آوازیں صرف مکھیوں کے بھنبھنانے یا پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں تھیں ۔

اب میں رفتہ رفتہ اپنے آپ پر قابو پانے کے قابل ہو گئی تھی - میں اچھی طرح جانتی تھی کہ نامعلوم خطرات مجھ کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں لیکن اس پر بھی میں ان کا مقابلہ کرنے کو آمادہ و تیار تھی - پھر ایک مرتبہ جب میں نے لنگڑے کی طرف دیکھا تو وہ اسی کالر کو ہاتھ میں لئے کھڑا تھا - لیکن میں نے اس پر دھیان تک نہ دیا - اور گفتگو کا رُخ بدلتے ہوئے کہا -

" آپ نے ڈاکٹر وان ہنش کی دعوت کا بہت روکھا جواب بھیجا ہے - وہ اس طرح کے سلوک کے عادی نہیں - "

لنگڑے نے اپنی گچھے دار بھوؤں کے نیچے سے بغور میری طرف دیکھا اس کے بعد کہا -

" اس صورت میں میں بہت جلد انہیں اپنی عادتیں تبدیل کرنے پر مجبور کر دوں گا شہر کے بعض لوگوں کی طرح وہ بھی اپنے آپ کو بڑا اہمیت سمجھنے ہوں گے - لیکن میں . . . "

وہ کہتا کہتا رُک گیا اور دزدیدہ نظروں سے میری طرف دیکھنے لگا صاف دکھائی دیتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو کوئی چیز سمجھے ہوئے ہے - لیکن میں اس پر یہ بات واضح کر دینا چاہتی تھی - کہ میں کسی حال میں اس کا رعب ماننے کو تیار نہیں ہوں - آخر میں آزاد برطانیہ کی رعیت تھی اور فی الحال قصبہ شلاز کے ایک نامور جج کے مکان پر ٹھہری ہوئی تھی - اس میں شک نہیں اس آدمی کے انداز تحکمانہ تھے - لیکن اُس کے

طریق کلام اُس کی چال ڈھال اور اُس کا لباس دیکھ کر مَیں اس نتیجہ پر پہنچ چکی تھی وہ کوئی چھوٹے درجے کا جرمن اہلکار ہے۔ کیا ہُوا اگر اُس نے جج صاحب کی بیٹھ پیچھے لمبے چوڑے دعوے کر لئے۔ اُن کے سامنے بولے گا تو جانوں گی۔ اُسے چھیڑنے کی غرض سے مَیں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" شاید آپ کو معلوم نہیں ڈاکٹر وان ہنش اِس نوآبادیات میں سب سے اونچے درجہ کے عدالتی افسر ہیں۔"

" ہُوا کریں۔ مجھے اس کی پروا نہیں" اُس نے بے رُخی سے جواب دیا۔ پھر حالت تفکر میں اُس کالر کو انگلیوں پر لپیٹتے ہوئے کہنے لگا۔

" پھر کیا آپ اس کالر کو بالکل نہیں پہچانتیں ؟"

" مَیں کیا جانوں یہ کس کا ہے" مَیں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ " آپ کہہ رہے تھے یہ انگلستان کا بنا ہُوا ہے"

" اور آپ نے دیکھ ہی لیا ہے کہ اس کے اندر ایک انگریزی کارخانہ کی مہر لگی ہے" اُس نے جواب دیا۔

" لیکن مجھے بالکل معلوم نہیں کہ اس جگہ قصبہ شلازمیں کوئی انگریز بھی رہتا ہے۔ کم از کم مجھے یہاں رہتے ہوئے کسی انگریز سے ملنے کا اتفاق نہیں ہُوا۔"

باب ۔ ۴
ایک خطرناک غلطی

اُس نے کالر مروڑ کر دوبارہ کوٹ کی جیب میں ڈال لیا پھر کہا۔

" خیر ایک آدمی انگلستان کا رہنے والا یہاں موجود تھا - اور اُسے قلعہ میں قید کر کے رکھا گیا تھا۔"

" لیکن جہاں تک میں نے سُنا ہے صرف جرمن افسر قیدیوں کو اس قلعہ میں رکھا جاتا ہے " میں نے رائے زنی کرتے ہوئے کہا۔

" عام حالات میں بیشک - لیکن اس شخص کو بعض خاص وجوہات سے اس جگہ نظر بند کرنا پڑا تھا - وہ ایک بڑا خطرناک مجرم تھا . . . خونی اور قاتل! جو سبھی کچھ کر گزرنے کو تیار رہتا تھا - ہمارے جرمن حکام نے اُس کو گرفتار کیا اور حکومت برطانیہ سے خط و کتابت کرتے ہوئے اُس کو اس قلعہ میں زیر حراست رکھا گیا تھا۔"

اس سارے عرصہ میں وہ میرے منہ کو بغور تکتا رہا تھا اگرچہ ایمان کی بات ہے کہ میں اُس کے بیانات کو کسی حال میں بھی صحیح سمجھنے کو تیار نہ تھی۔

میرے دل کو اس بات کا یقین کامل تھا کہ میجر ایپٹ قاتل نہیں ہو سکتا لیکن میں چونکہ اپنا مقصد کسی حال میں ہاتھ سے دینا نہ چاہتی تھی - اس لئے میں نے اُس کے بیانات پر کوئی اعتراض وارد نہ کیا۔

" پھر ظاہر ہے تو آپ نے ضرور سُنا ہو گا کہ ایک قیدی قلعہ سے بھاگ نکلا تھا " اس نے سرسری لہجہ میں پوچھا۔

میں اُس کے سوال پر غور کرنے لگی سوچتی تھی کیا جواب دوں اور کیا نہ دوں اگر سچ مچ یہ شخص بکل لونے کے واقعہ پُراسرار کی تحقیقات پر مامور ہے تو پھر یقیناً اس کو وہ سب باتیں معلوم ہو چکی ہوں گی - جو میری اس سلسلہ میں میجر وان ڈنگ لیشت یا گلبرٹ صاحب اور اُن کی اہلیہ سے ہوئی تھیں - بس میں نے سرسری لہجہ میں اتنا کہہ دینا کافی سمجھا کہ " ہاں میں نے کچھ اُڑتی سی خبر اس کے متعلق سُنی تھی "

" کیا میجر انگلسٹین . . . یا جنرل جیمز . . . یا جو کچھ بھی اس کمانڈنٹ کا

نام ہو۔ اُس کی زبانی سُنی تھی؟ اور کیا یہ بھی اُس نے بتایا تھا کہ قیدی کوئی انگریز تھا؟ "

میں ایک پل کے لئے چپ رہی جی چاہتا تھا اصل حقیقت بیان کر دوں لیکن عقل حیوانی دامنگیر تھی کہ ان سوالات کی تہ میں کوئی خطرناک دام پوشیدہ نہ ہو

" نہیں " میں نے فیصلہ کُن لہجہ میں جواب دیا۔

" خوب۔ اس کے معنی یہ ہوئے " لنگڑے نے بظاہر اپنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے کہا۔ " کہ آپ نے محض اتنا سُنا تھا کوئی انگریز بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ "

" ہاں ایسا ہی سمجھیئے "

وہ میرے جواب پہ مُسکرانے لگا اور اُس کے وہ دانت جن پر سونا چڑھا ہُوا تھا بھیانک طور پہ چمکتے دکھائی دیئے۔

" میرے خدا۔ یہ انگریز قوم۔ کتنا ٹھنڈا دل اور دماغ رکھتی ہے " اس نے بظاہر اپنے دل سے باتیں کرتے ہوئے کہا۔ " جائے غور ہے کس بلا کا ضبط اور اپنے حواس پر قابو پانے کی طاقت اس کے افراد میں پائی جاتی ہے۔ ایک نوجوان دوشیزہ اپنے بستر پہ محو خواب ہے کہ اتنے میں توپیں چلنے کی آواز سنائی دیتی ہے پھر گھنٹیاں بجنے لگتی اور چاروں طرف شور و شر بپا ہو جاتا ہے اور یہ بات جلدی ہی معلوم ہو جاتی ہے کہ ایک قیدی فرار ہُوا " پھر میری طرف دیکھتے ہوئے " میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں اس سے زیادہ جوش انگیز ڈرامیٹک واقعہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ قیدی نے یقینی طور پہ چالاکی اور ہوشیاری سے کام لیا ہوگا۔ کہیں سے رسی کی بنی ہوئی سیڑھی حاصل کر کے وہ اس بات کا منتظر رہا کہ کب پہرہ دار اس طرف سے ہو کر نکل جائے اور اس کے بعد وہ آزادی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

پھر موقعہ پا کر اُس کا اُس چوہے کی مانند اندھیرے میں دوڑنا بلی جس کی تاک میں لگی ہو۔۔۔ سچ کہیئے کیا یہ واقعات عجیب پُر اسرار اور ہنگامہ خیز نہیں ہیں؟"

اُس وقت میری اپنی حالت سچ پوچھیئے تو کسی دہشت زدہ چھیچھڑے سے مختلف نہ تھی وایک زبردست وحشی کتا جسے پکڑ کر بھنبھوڑنے کو تیار ہو۔ حالت اضطراب میں اس بات پر غور نہ کرتے ہوئے کہ میں کیا کہہ رہی ہوں یا مجھے کیا کہنا چاہیئے۔ میں نے تسلیم کر لیا کہ بے شک، یہ سارے واقعات جوش انگیز سمجھے جا سکتے ہیں۔

"آہ۔ اب آپ مان گئیں" اُس نے درخت کی شاخ پر بیٹھی ہوئی چڑیا کی مانند اپنے سر کو ذرا سا خم دے کر کہا "حالات غیر معمولی اور جوش انگیز تھے۔ لیکن آپ کے ضبط عظیم کا یہ عالم کہ قیدی کے بارہ میں ایک سوال تک پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ فرالین اس خود ضبطی پر میری دلی مبارکباد قبول کیجئے یہ سب آپکی انگریزی تربیت کا نتیجہ ہے ورنہ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ جب ایک انگریز لڑکی کسی دوسرے ملک کے اندر رہتے ہوئے یہ معلوم کرتی کہ اُس کی اپنی مادر وطن کا فرزند۔۔۔ ایک انگریز نوجوان قید سے بھاگ نکلا ہے تو یقیناً اس کے دل کو اُس واقعہ سے مسرت ہوتی اور اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہ وہ آپکا ہموطن تھا لازمی طور پر آپ اُس کا انجام معلوم کرنے کو بے قرار ہوتیں۔۔۔ کیوں کیا میں غلط کہتا ہوں؟"

میرا گلا یوں خشک ہو رہا تھا۔ گویا منوں گرم راکھ پھانکی ہو۔ مجھے اپنے ہاتھ جلتے معلوم ہوتے تھے۔ میں سنتے ہی سے معلوم کر چکی تھی کہ مجھ سے ایک بھاری غلطی ہوئی ہے۔ حالات کی گذشتہ رفتار میں یقینی طور پر میرا فرض تھا کہ مفرور قیدی کے متعلق سوالات پوچھتی۔ اور اُس کے بھاگ نکلنے کے سوال سے دلچسپی ظاہر

کرتی - کیونکہ تقاضائے بشریت ہی یہ تھا - لیکن افسوس تھی اس لنگڑے شیطان کے مقابلہ کیلئے مستعد تیار رہنے کا تہیہ کرنے کے باوجود ایک ذرا سی بات میں ٹھوکر کھا گئی اتنے ہی سے بیسیوں اندیشے اس موذی کے جی میں میرے برخلاف پیدا ہو گئے ہوں گے -

"اس کے علاوہ" وہ بدستور نرم لہجہ میں تقریر کرتے ہوئے کہنے لگا - "جب وہ اس باغ میں چھپا پھرتا تھا تو اگر یہ بات اُس کو معلوم ہوتی کہ اُس کی ایک ہمدطن خاتون صرف چند گز کے فاصلہ پر اس مکان کے اندر موجود ہے تو کیا وہ آپ سے نہ ملتا؟ ... یا آپ سے مدد کا خواستگار نہ ہوتا ...؟"

کسی طرح اپنی غلطی کی تلافی کرنے کے لئے میں نے دہشت کی نمائش کرتے ہوئے کہا -

"صاحب خدا کا شکر ہے اُس کو یہ باتیں معلوم نہ تھیں ورنہ وہ رات کے وقت میرے سامنے آتا تو مارے دہشت کے میری جان ہی نکل گئی ہوتی - اس کے علاوہ آپ کہہ رہے تھے وہ قاتل ہے ..."

"ہاں قاتل - بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرناک"

"اور کیا وہ آخر کار بچ کر نکل گیا؟ ... میرے پوچھنے کا یہ مطلب ہے وہ دوبارہ پکڑا تو نہیں گیا؟ یا کیا قلعہ کے آدمی آخر کار اُس کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے؟"

میرے ملاقاتی کے بدنما چہرہ پر مکمل کا بادل پھیلتا نظر آیا پھر ایک مرتبہ اُس نے تیز نظروں سے میری طرف دیکھا اس کے بعد کہا -

"یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب آپ کو میجر ... میجر کیا نام اُس بے وقوف کا جو قلعہ کا کمانڈر تھا ... وہی آپ کو بہتر دے سکتا ہے"

میں دکھاوے کیلئے ہنس دی۔ پھر کہا۔

" لیکن وہ تو اس معاملہ میں بالکل خاموش تھا۔ اس کے علاوہ اب وہ یہاں سے رخصت بھی سوچ چکا ہے۔ اس لئے آپ ہی جواب دیں۔"

باب ۔ ۵

بلاوا

دراز قد لنگڑے نے ایک گہرا سانس لیا۔ اُس کے لمبے بالوں سے بھرے ہوئے نتھنے پھیلتے اور پتلا ہوتے دکھائی دیئے۔ اُس کی آنکھوں میں آگ کی سی چمک پیدا ہوگئی اور اب وہ اپنا نرم لہجہ ترک کرکے پُر زور آواز سے کہنے لگا۔

" ہاں وہ بے شک چلا گیا ہے۔ اور اُسے اپنی خوش نصیبی پر رشک کرنا چاہیئے کہ اُس کے لئے کوئی سخت سزا تجویز نہیں کی گئی۔ میرا اپنا بس چلتا تو اُس موذی کو قلعہ سپنڈرا کی کال کوٹھڑی میں عمر بھر کے لئے قید کر دیتا تاکہ اُس جگہ سڑتے ہوئے اُسے اپنی حماقتوں پر افسوس کرنے کا موقعہ ملتا۔ خدا اُس کو غارت کرے وہ جہاں جائے اس کا ستیاناس ہو!" یہ پُر جوش الفاظ کہتے ہوئے اُس نے غصّہ میں آئے ہوئے بن مانس کی طرح دانت کٹکٹائے اور آنکھوں کو اِدھر اُدھر ہلانا شروع کیا۔

" غضب خدا کا۔ میں تو اس بات کی رتی بھر پرواہ نہ کرکے کہ میری حکمتِ عملی سے سارا زمانہ مجھ سے برسرِ پیکار ہوتا ہے۔ دن رات منزل تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں اور یہ گھوڑ سوار فوج کا افسر . . یہ نام نہاد میجر اپنی بے وقوفی اور ناسمجھی سے میرے سوچے ہوئے سارے انتظامات کو درہم برہم کئے دیتا ہے۔

او نا اللہ ماوف خدایا!" اُس نے اُوپر کو نظر اُٹھا کر بے داغ آسمان کی طرف اِس طرح
مُکّہ ہلاتے ہوئے گویا حالتِ جوش میں اُس قادرِ مطلق سے بھی جنگ کرنے کو
آمادہ تھا، گلوگرفتہ آواز سے کہا۔ "حالات کی یہ رفتار کیا ایسی نہیں کہ ایک ہوشمند
آدمی بھی دیوانہ ہو جائے! افسوس۔ افسوس۔" یہ کہہ کر اُس نے زور سے ایک طرف
کو تھوکا پھر جیب سے زرد اور سرخ رنگ کا بڑا سا رومال نکال کر ہاتھی کی چنگھاڑ
سے ملتی جلتی پُر شور آواز پیدا کرتے ہوئے ناک صاف کیا۔ معلوم ہوتا ہے اس
دوہرے عمل نے اُسکو ر آئین و صلابت کرنے میں بہت مدد دی تھی۔ کیونکہ
اب جو میں نے دیکھا تو اُس کا وہ اگلا جوش ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔ اور اُس نے اپنا بالوں سے
بھرا ہوا ایک ہاتھ یوں آگے نکالا گویا میرے برہنہ بازو پر رکھنا چاہتا تھا اور
وہ یقیناً ایسا کرتا اگر میں عین وقت پر گھبرا کر دو قدم پیچھے نہ ہٹ گئی ہوتی۔۔۔
"آہ نیک دل خاتون،" اُس نے پھر ایک مرتبہ شیریں لہجہ اختیار کرتے
ہوئے کہا "اور میں اس جگہ یہ بات واضح کر دینا چاہتی ہوں کہ اس کو حسبِ ضرورت
نرمی اور سختی سے کام لینے کا ڈھنگ خوب یاد تھا۔" بڑی مصیبت کی زندگی
ہے جو مجھے بسر کرنی پڑتی ہے شاباش حاصل کرنے کا موقع بہت کم، لیکن
معتوب ہونے کے کہیں زیادہ۔ پھر بھی میں داد دیتا ہوں آپ کے ضبطِ عظیم
کی اور خدا چاہے تو ضرور اس سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔ خود
ضبطی کا مادہ ہر حال میں قابلِ قدر ہے۔ بشرطیکہ" یہ کہتے ہوئے اُس نے پھر ایک
بار میرے چہرہ کو گھور کر تکنا شروع کر دیا۔ "آدمی اسے قائم رکھنا جانتا ہو۔
زندگانی کی بیشتر کامیابیاں اسی طرح حاصل ہوتی ہیں کہ آدمی جو بات کہے اُس
پر ہر حال میں قائم رہے ڈگمگائے بالکل نہیں! غالباً آپ کے ہمسایہ امریکہ
کی یہ ایک مشہور ضرب المثل ہے کہ وہی آدمی کامیاب ہوتا ہے جو کمزور ہوتا نہیں،

جانتا" وہ تھوڑی دیر چپ چاپ میری طرف دیکھتا رہا۔ گویا کسی طریقہ پر میرے دل کا حال معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر کہنے لگا۔" نوجوان لبڑی میں امید کرتا ہوں آپ کبھی کسی موقعہ پہ کمزوری کا اظہار نہ کریں گی۔ اچھا رخصت ... میں آپ کی خدمت میں شب بخیر عرض کرتا ہوں! "

" بہت اچھا ... الوداع " میں نے رکتے رکتے کہا۔

" آپ الوداع نہ کہیئے " وہ میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہنے لگا "کیونکہ میں بہت جلد پھر آپ کا نیاز حاصل کرنے کی امید رکھتا ہوں "

اتنا کہہ کر اور میری طرف ایسی نظروں سے دیکھتے ہوئے جن میں مجھ کو فاسد ارادے اور خطرناک منصوبے چھپے ہوئے نظر آتے تھے۔ اس نے اپنی ہیٹ سر پہ رکھ لی اور اس لکڑی کا سہارا لیکر جس کے بغیر اس کے لیے چلنا غیر ممکن تھا اپنے بادہ انگڑیے ہوئے پاؤں کو تعطیب وہ طریقہ پہ گھسیٹتا وہ مکان کی سمت میں چلنے لگا۔

باغ اب تک سورج کی رخصتی کرنوں سے منوّر تھا۔ اس لئے میں تھوڑی دیر اور پھولوں کی بہار دیکھنے کو وہیں ٹھہر گئی۔ اس کے بعد کچھ پھول میز پر سجانے کے لئے چنے اور اس کام سے فارغ ہو کر وہیں پھولوں کی ٹوکری ہاتھ میں لئے مکان کی طرف بڑھی۔ اس وقت خیال آیا کہ گو میں پیشتر اس بارہ میں یقین حاصل کر چکی تھی کہ میجر ایبٹ دشمنوں سے نکل کر بچ جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں لیکن اس آدمی کی باتوں نے اس میلہ کا اسے مل کر جو فی الحال اس کے پاس تھا نئے نئے شکوک اور اندیشے میرے دل میں پیدا کر دیئے تھے۔ سب سے زیادہ خوف مجھے اس کے ان رخصتی کلمات کے بارہ میں تھا۔ جن کے دوران میں اس نے پھر کسی موقعہ پر مجھ سے ملنے کی توقع ظاہر کی تھی۔ بہرحال میں نے اپنے طور میں

پختہ ارادہ کرلیا کہ جب تک یہ روسیاہ ابلیس قصبہ شلانز کی حدود کے اندر رہے گا۔ میں اس کے سایہ سے بھی گریز کرتی رہوں گی۔

قریباً نصف گھنٹہ میں اس کے چلے جانے کے بعد باغ میں پھرتی اور پھول جمع کرتی رہی اس کے بعد جب میں مکان کی طرف چلنے لگی تھی تو موٹر کار کی کھٹ کھٹ نے اس بات کا پتہ دیا کہ وہ منحوس اپنا کالا منہ لے کر رخصت ہوگیا۔ لیکن پھر خیال آیا ممکن ہے اس نے اپنے شوفر کو کسی کام سے بھیجا ہو اور خود اب تک گھر کے اندر موجود ہو۔ بہر حال میں جب مکان پر پہنچی تو صدر دروازہ کی راہ سے اندر جانے کی بجائے نوکروں کے دروازہ کی طرف ہو کر سیدھی باورچی خانہ گئی۔ جہاں میرا ارادہ ان پھولوں کو ایک طرف رکھ دینے کا تھا۔ اس موقعہ پر نوکرانی فرانزسکا پاس والے کھانا کھانے کے کمرہ سے آتی نظر آئی اور وہ مجھے دیکھ کر کہنے لگی۔

" فرالین میں آپ ہی کو ڈھونڈنے جا رہی تھی۔ سرکار نے حکم دیا تھا مس صاحب کو فوراً میرے پاس دفتر میں بھیج دیا جائے "

نوکرانی کے منہ سے یہ الفاظ سن کر میں پریشانی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی۔ آخر وہ کون سا ضروری کام تھا۔ جس کے لئے ڈاکٹر وان ہنٹس میرا اس قدر بے تابی سے انتظار کر رہے تھے۔ کیا اس لنگڑے مردود نے میرے برخلاف کچھ باتیں ان سے کہی تھیں۔ اور وہ انہی کے سلسلہ میں مجھ سے کسی طرح کی بازپرس کیا چاہتے تھے؟

میں نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں پوچھا۔ " کیوں فرانزسکا ان کا وہ ملاقاتی رخصت ہو گیا؟ "

ایک دبی ہوئی غراہٹ کے ساتھ نوکرانی کسی تودہ بے جان کی مانند ایک کرسی پر ڈھیر ہو گئی اور اپنے دونوں ہاتھ زانو پر رکھ کر اطمینان کا لمبا سانس

لیتے ہوئے کہنے لگی۔

" ہاں مس وہ چلا گیا اور میں دُعا کرتی ہوں کہ خدا اس کو پھر اس مکان پر نہ لائے۔ آپ تو اس جگہ موجود نہ تھیں۔ لیکن کمبخت نے دفتر میں بیٹھ کر وہ اودھم مچایا کہ کیا عرض کروں۔ بڑے زور زور سے چلاتا اور کئی طرح کی دھمکیاں دیتا تھا۔ میں تو سُن سُن کر حیران ہوتی اور سوچتی تھی کہ کہیں جج صاحب پروا نہ کر بیٹھیں۔ آخر جب میں گھنٹی بجنے کی آواز سن کر دفتر میں گئی اور جج صاحب نے مجھ سے کہا۔ آپ کو دروازہ تک چھوڑ آؤ۔ تو سچ عرض کرتی ہوں فرالین جج صاحب کے چہرہ کی رنگت کھریا مٹی کی طرح سفید نظر آتی تھی۔ وہ اس بدزبان لنگڑے سے اس طرح کا ادب آمیز سلوک کرتے تھے گویا وہ پاپائے اعظم کا قائمقام ہو اتنا گستاخ! ایسا بدزبان! ... افسوس بیگم صاحب گھر پر موجود نہ تھیں ورنہ وہ ضرور اس کو سختی سے فہمائش کرتیں! "

نوکرانی کی بڑھتی ہوئی پریشانی اور اس کے اضطراب آمیز کلمات سن کر مجھے بے اختیار ہنسی آنے لگی۔ لیکن اس کے بعد جب میں جج صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے دفتر کی طرف جا رہی تھی تو خود بھی یہ دعا کئے بغیر نہ رہ سکی کہ نیک دل لوسی دار جلد واپس آئیں۔ میرے لئے ان کی موجودگی پہلے سے کم نہ تھی۔ اس پوشیدہ طوفان کے موقعہ پر جو حالات کے زیر اثر رفتہ رفتہ فضا کو مکدر کرنے لگا تھا۔ میں سب سے زیادہ ان کی حلیم شخصیت کی موجودگی کی آرزومند تھی۔

باب - ۶
جج صاحب کا فرمان

اور اور باتوں میں اس وقت تک میں نے ڈاکٹر وان ہنش کا بہت کم ذکر خیر کیا ہے لیکن اب داستان کو آگے چلانے سے پیشتر چند الفاظ اُن کی نسبت تحریر کرنا ضروری خیال کرتی ہوں - ان کی صورت دیکھ کر مجھے کسی سن رسیدہ پلے ہوئے بچہ کی صورت یاد آجاتی تھی - قد چھوٹا - بدن پھولا ہُوا اور گداز اور کسی قدر آگے کو نکلی ہوئی توند پر وہ اپنی گھڑی کی سنہری چین کو اس طرح کس کر پھیلائے رکھتے تھے - جیسے دو کھمبوں کے درمیان لگی ہوئی برقی تار - ان کا چہرہ پیشانی کی حد تک اور اس کے آگے ان کے بالوں سے محروم فرق سر تک غایت درجہ سُرخ و سفید تھا - ایک اس طرح کی مستمر سُرخی ان کے چہرہ پر پائی جاتی تھی جیسے غروب آفتاب کے وقت کوہستان ایلپس کی چوٹیوں پر خفیف شعاعوں کا اثر پیدا ہو۔

میں جب دفتر کے کمرہ میں داخل ہوئی تو وہ سگرٹ مُنہ میں لئے زور زور کے کش لگانے عالم اضطراب میں اِدھر اُدھر ٹہلتے پھر رہے تھے - جس وقت انھوں نے مجھ کو اندر آتے دیکھا تو آگے بڑھ کر میرا بازو پدرانہ شفقت سے تھامتے ہوئے اپنے ساتھ کمرہ کے اندر لے گئے - اس کے بعد دروازہ بند کرتے ہوئے اپنی شکستہ انگریزی میں بولے۔

" کرسی لے لو آلیفیا اور جو میں کہنا چاہتا ہوں اُسے دھیان دے کر سُنو ایک بے حد ضروری معاملہ ہے -"

یہ الفاظ گہری سنجیدگی اور متانت کے لہجہ میں کہہ کر وہ بجھے ہوئے آتشدان کے سامنے اس طرح کھڑے ہو گئے کہ اُن کی فربہ تو ند آگے کو نکلی ہوئی اور دونو ہاتھ پس پُشت کوٹ کے نیچے ملے ہوئے تھے۔ بہر حال ایک بات میں نے اندر جاتے ہی اندازہ سے معلوم کر لی تھی یعنی کسی نامعلوم وجہ سے وہ خلاف عادت بے طرح گھبراتے ہوئے نظر آتے تھے۔ بغیر کنارہ کے شیشوں کے شفاف چشمہ کے پیچھے اُن کی آنکھیں کچھ اس طرح کے آثار لئے ہوئے تھیں گویا خوف و ہراس، گہرا اضطراب اور ارادہ کی غیر یقینی حالت ان سب کا مجموعہ اُن میں شامل ہے۔

" عزیز لڑکی" انہوں نے کسی قدر رُکتے ہوئے کہنا شروع کیا "میں نے اس لئے تم کو بلایا ہے کہ میں ۔۔۔ نہ ۔۔۔ ہم ۔۔۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے لُوسی اور میں ہم دونو گھر کے انتظام میں کچھ تبدیلی کیا چاہتے ہیں ۔۔۔"

میرے چہرہ پہ ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ یہ کیا منحوس خبر تھی جو میں نے اس جگہ آکر سُنی! جج صاحب کی بیان کردہ تبدیلی کے معنی یہ تو نہ تھے کہ وہ مجھے میری ملازمت سے سبکدوش کر دینا چاہتے تھے؟ ورنہ خاص طور پہ مجھی کو بلا کر یہ پیغام سُنانے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ سچ ہے کہ شباب ہر حال میں پُر امید ہوتا ہے۔ بائیس سال کی عمر میں مجھے اپنے مستقبل کے بارہ میں زیادہ فکر و تشویش نہ تھی۔ لیکن اس پر بھی حقیقت حال یہ ہے کہ جب سے میں بیگم راتھ کے پاس آکر رہنے لگی۔ مجھے اس گھر سے گہرا اُنس ہو گیا تھا۔ لُوسی وارڈ کے عادات سمجھ لینے کے بعد میں اس طرح کی گہری محبت اُن سے کرنے لگی تھی۔ گویا ہمارے درمیان مالک اور نوکر کا نہیں بلکہ ماں بیٹی ۔۔۔ یا بڑی اور چھوٹی بہن کا رشتہ ہو۔ ان حالات میں میں ہرگز ہرگز ان کو چھوڑ کر کہیں جانا نہ چاہتی تھی۔ چند

ماہ کا عرصہ مجھے اُن کے پاس رہتے گذر چکا تھا۔ لیکن کیا مجال مجھے ایک دن کے لئے بھی اپنا وطن یاد آیا ہو۔ اس لئے کہ یہاں رہتے ہوئے میں نے کبھی کوئی تکلیف محسوس نہ کی تھی۔ نہ کبھی مالک یا مالکن کو میرے برخلاف کلمہ شکایت منہ سے نکالنے کا موقعہ ملا تھا۔

"یہ کیا فرمایا آپ نے!" میں نے پریشان نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا مجھ سے کوئی ایسی خطا سرزد ہوئی ہے کہ جس کی وجہ سے آپ ...؟"

"بالکل نہیں! بالکل نہیں آلیفیا" انھوں نے قطع کلام کرتے ہوئے زوردار لہجہ میں جواب دیا۔ "ہمیں تم سے جدا ہوتے کا اتنا رنج و غم ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا لیکن ... مجبوری ہے" یہ کہتے ہوئے انھوں نے پُراستقلال طریقہ پہ ہونٹ بھینچ لئے اور ایک لحظہ تامل کر کے اُٹھا اور کہا "دسی کو اب اسی نئے سیکرٹری کی خدمات حاصل کرنی پڑیں گی ... سارا انتظام درہم برہم ہو جائے گا ..."

"لیکن یہ تو فرمایئے میرا قصور کیا ہے؟" میں نے پریشان نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بیگم صاحبہ میرے کام سے خوش نہیں ہیں؟"

"اس کے برعکس وہ تو ہر وقت تمہاری مداح رہا کرتی ہیں۔" جج صاحب نے جلدی سے میرے بیان کی اصلاح کرتے ہوئے کہا۔ "شکایت کا کیا ذکر وہ تمہاری تعریف کرتی نہیں تھکتیں۔"

"تو پھر مجھے کس لئے جواب دیا جاتا ہے؟"

ڈاکٹر لوان ہنش چپ چاپ فرشی قالین کی طرف دیکھنے لگے اور کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔

انہیں خاموش پا کر میں نے ہی ایک اور سوال پوچھا۔

-- "کیا بیگم صاحب کو اس کا حال معلوم ہے؟"

جج صاحب کی نظریں اب تک فرش پا انداز تھیں۔ مگر میں نے دیکھا اُن کے کانوں کی رنگت قرمزی سرخ نظر آتی تھی رُکتے ہوئے کہنے لگے۔

"آلیفیا تم بیگم صاحب کا ذکر کرتی ہو۔ افسوس مجھے اب تک اُن سے تبادلۂ خیالات کا موقعہ نہیں ملا۔ لیکن سارا حال جاننے کے بعد وہ بھی یقیناً محسوس کرنے لگیں گی کہ تبدیلی جو میں نے تجویز کی۔ناگزیر اور اٹل تھی۔"

میں ایسی نادان نہ تھی کہ اپنے دل میں اصل حقیقت معلوم کئے بغیر رہتی۔ میرے لئے یہ جاننا دشوار ثابت نہ ہوا کہ یہ سب وقتی حیلہ سازیاں کسی خاص بات کو چھپانے کے لئے کی جا رہی ہیں۔ ورنہ حقیقت حال یہ تھی کہ جج صاحب سے دوران ملاقات میں اس لنگڑے شیطان نے جو باغ میں مجھ سے ولا تھا دشمنی میرے برخلاف کچھ باتیں کہہ کر اُن کے کان بھرے تھے۔ لیکن حیرت تو اس بات کی تھی کہ ایک ایسا روشن خیال سبے لاگ اور نیک سیرت آدمی عدالت عالیہ کا جج جو ہمیشہ اپنی انصاف پسندی کے لئے مشہور رہا تھا وہ کبھی محض ایک بدصورت لنگڑے کی بکواس سن کر میرے برخلاف ہوگیا کیسی عجیب بات تھی کہ وہ ایک ملزم کو اس کی خطا سے آگاہ کئے یا جوابدہی کا موقعہ دیئے بغیر اُس کو سزا دے رہے تھے۔ یہ معلوم کرنے کے خیال سے کہ وہ شکوک جو میرے دل میں پیدا ہوئے کس حد تک اصلی اور حقیقی ہیں۔ میں نے ملامت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

" آہ اب میں سارا حال سمجھ گئی۔ وہ شخص جو آپ سے ملنے کو آیا تھا اُس نے میرے برخلاف کچھ جھوٹی سچی باتیں کہہ کر آپ کو مجھ سے بدگمان کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن سرکار اس کا جواب دیجئے کیا سچ مچ آپ کا یہ خیال ہے

کہ میں نے کسی انگریز قیدی کے بھاگ نکلنے میں کسی طرح کی مدد دی تھی؟"

"بالکل نہیں! بالکل نہیں!" جج صاحب نے اپنا ایک ہاتھ زور زور سے ہلاتے ہوئے صادقانہ پیرایہ میں کہا۔ "عزیز لڑکی میں نے اس آدمی سے جو مجھ سے ملاقات کرنے آیا۔ یہ بات صاف لفظوں میں کہی تھی کہ مجھ کو فراولین پہ اعتماد کامل ہے اور میں کسی حال میں اس کے بیان کو غلط تصور نہیں کر سکتا لیکن" وہ کہتے کہتے رک گئے۔ اور اس کے اودگلاهان کو کے بولے "عزیز لڑکی بڑا مشکل امتحان درپیش ہے۔ اس وقت سے لے کر کہ تم ہمارے پاس آکے رہی ہو ہمارے گھر کی رونق دوبالا ہو گئی ہے۔ تمہارے ہونے مجھے اپنے بیٹے اور بیٹی کی غیر حاضری بھی کبھی محسوس نہ ہوئی تھی۔ تم ہمارے مکان کی چار دیواری میں روشنی اطمینان اور مسرت کی فضا پھیلانے کا ذریعہ ثابت ہوئی ہو جس کے لئے ہم تازیست تمہارے شکر گذار رہیں گے۔" اس کی آواز کہتے کہتے بھرا گئی اور انہوں نے ضبط کی مہلت حاصل کرنے کی غرض سے چشمہ اتار کے اس کے شیشوں پہ پھونک ماری اور غیر معمولی جوش کے ساتھ انہیں رومال سے ملنا شروع کر دیا۔

باب - ۷

مشکلات

"آلیفیا" اس کے بعد انہوں نے بدلی ہوئی آواز میں کہا۔ "ہم کسی حال میں تم کو نہ بھولیں گے۔ تمہاری یاد ہر وقت ہمارے دلوں میں قائم رہے گی ..."

" لیکن صاحب اگر آپ اتنے ہی مہربان ہیں تو پھر مجھے کس لئے زبردستی رخصت کر رہے ہیں؟ " مَیں پُوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

ڈاکٹر وان ہنش نے اپنے دونوں ہاتھ بے بسی کے انداز سے پھیلا دیے کچھ کہنے کے لئے مُنہ کھولا بھی۔ لیکن پھر چپ ہو گئے اور دوسری طرف کو منہ پھیر لیا۔

" آخر یہ آدمی جو آج آپ سے ملنے آیا تھا اور غالباً جس کی تحریک پر آپ مجھے رخصت کر رہے ہیں۔ میرے برخلاف کیا الزام عائد کرتا ہے؟ " مَیں نے پُراسرار لہجہ میں پُوچھا۔

" وہ الزام کچھ نہیں دیتا۔ " جج صاحب نے جواب دیا " صرف اتنا ہی کہتا ہے کہ ایک غیر ملکی خاتون کا موجودہ حالات میں اس جگہ رہنا ٹھیک نہیں۔ جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارا مکان قلعہ کے بالکل قریب واقع ہے۔ "

" بودی اور بے کار دلیلیں! ... پھر کیا آپ اُسے کوئی مُنہ توڑ جواب نہ دے سکے؟ "

جج صاحب کا چہرہ تمتما گیا۔ بڑبڑاتے ہوئے کہنے لگے " عزیز لڑکی مَیں حالات سے مجبور ہوں ... مَیں کچھ نہیں کر سکتا۔ "

" یہ تو عجیب طرح کا اندھیر ہے " مَیں جواب میں کہے بغیر نہ رہ سکی۔ " اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ آپ کا ملک اتنا آزاد نہیں جتنا برطانیہ ہے پھر بھی آپ کی سرکاری حیثیت کو دیکھتے ہوئے کیا اُس کا فرض نہ تھا ...؟ "

" اُف میرے خدا " جج صاحب نے پریشانی کے لہجہ میں کہا اور بے مدعا کھلی کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھنے لگے۔ " آلیفیا۔ تم نہیں سمجھ سکتی ہو اس آدمی کو کتنا اثر و اقتدار حاصل ہے ... اتنا کہ مَیں بھی اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ... "

" اثر و اقتدار . . . اس منحوس لنگڑے کو"؟ میں نے حقارت آمیز لہجہ میں کہا۔" نہ اُس کی صورت اچھی ۔ نہ اُسے بات کرنے کا سلیقہ ۔ ایک پھوہڑ گنوار آدمی . . . آپ کے مقابلہ میں وہ کیا اثر و اقتدار رکھ سکتا ہے ؟ "

جج صاحب کے ہونٹوں پر پھیکا تبسّم پیدا ہُوا بولے ۔

" تم دیکھ ہی چکی ہو اُسی نے بے چارے وان انگ مینش کو موقوف کرا دیا ۔ اور انگ مینش کی نسبت میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کا رور رسالہ کا نامور افسر تھا ۔ اس کے علاوہ اُس کا باپ اپنے زمانہ میں جرنیل کا عہدہ رکھتا تھا ۔ اگر یہ شخص ایسوں پر وار کر سکتا ہے تو مجھ پر حملہ کرنے سے کیونکر دریغ کرے گا ؟ "

" معاف کیجئے میں نہیں مانتی . . . میری عقل نہیں مانتی کہ اس طرح کا آدمی سرکار کا اتنا منظور نظر ہو سکتا ہے کہ سیاہ و سفید جو اُس کا جی چاہے کرے معلوم ہوتا ہے اس نے آپ کے روبرو ضرورت سے زیادہ لاف زنی کی ہے "

لیکن ڈاکٹر وان ہنش نے صورت انکار سر ہلایا اور کہا ۔

" میں اچھی طرح جانتا ہوں اُس کے اختیارات وسیع اور عظیم ہیں ۔ در اصل تم اُس سے پوری طرح واقف نہیں ہو "

" آخر وہ ہے کون ؟ " میں پوچھے بغیر نہ رہ سکی ۔

جج صاحب نے کافی دیر تک میرے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا ۔ اُس گہری خاموشی میں جو اُس وقت کمرہ میں چھائی ہوئی تھی ۔ کسی بستے گھر کی وہ ملی جلی آوازیں جو اُس کی نبض کا کام دیتی ہیں کانوں میں آ رہی تھیں ۔ غالباً نوکرانی باورچی خانہ میں بیٹھی کوئی دیہاتی گیت گانے میں مشغول تھی ۔ فاصلہ پر کوئی نوکر پمپ ہلا کر پانی نکال رہا تھا ۔ اور گودام میں لکڑیاں بھرے جانے کی آوازیں اس بات کا پتہ دیتی تھیں کہ آتی سردیوں کے لئے ابھی سے ایندھن کا ذخیرہ جمع

کیا جا رہا ہے۔ جج صاحب تھوڑی دیر چشمہ ہاتھ میں لئے گہری سوچ میں رہے پھر اُسے ناک سے لگا کر ناصحانہ پیرایہ میں تقریر کرتے ہوئے کہنے لگے۔

"الیفبا میری عزیز لڑکی میں تمہارے لئے باپ کے برابر ہوں اور اس موقعہ پر کسی باپ ہی کی مانند نصیحت کے چند الفاظ تم سے کہنا چاہتا ہوں۔ اُن کو ماننا یا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بغیر کسی نیت یا ارادہ کے تم ایک ناخوشگوار اُلجھن میں پھنس چکی ہو۔ میں یہ نہیں کہتا تم سے کوئی قصور سرزد ہوا ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ تم نے رفع استعجاب کے طور پر کوئی ایسی ویسی بات کی ہو۔ جسے وہ لوگ قابل اعتراض تصور کرتے ہیں۔ میں تجربہ کی بنا پر جانتا ہوں کہ عورتیں نامعلوم حالات کو جاننے کی سب سے زیادہ شائق ہوتی ہیں اور یہی صنف نازک کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ عام حالات میں بات آئی گئی ہو جاتی۔ لیکن پیش آمدہ واقعات کو دیکھتے ہوئے مجھے یہی ڈر لگتا ہے کہ اگر تم نے میری نصیحت نہ مانی یا اس کے خلاف عمل کیا تو عین ممکن ہے اُن لوگوں کے شبہات تمہارے بر خلاف اور زیادہ بڑھ جائیں جو پہلے ہی تمہیں شک کی نظروں سے دیکھنے لگے ہیں۔ میں مانتا ہوں قصور تمہارا اپنا نہیں۔ ممکن ہے یہ محض اُن لوگوں کی غلط فہمی کا نتیجہ ہو۔ لیکن عافیت اور سلامتی کا رستہ وہی ہے جو میں تمہارے لئے تجویز کرتا ہوں۔ یعنی حالات کو اُن کے حال پر چھوڑ دو نہ کسی سوال کو کریدنے کی کوشش کرو۔ نہ اس معاملہ کو طول دو۔ بلکہ ان تمام باتوں کو فراموش کر کے جس قدر جلد ممکن ہو اپنے ملک کو واپس چلی جاؤ۔"

ڈاکٹر وان ہنش جب متانت کے لہجہ میں تقریر کرنے لگتے ہیں تو اُن پر ایک بے خودی کا عالم چھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی وہ اس لمبی تقریر کے دوران میں سابق کے مقابلہ میں زیادہ پُرسکون اور زیادہ متین مزاج

بلتے معلوم ہوئے۔ پھر مجھ کو جواب میں کوئی بات کہنے کا موقعہ نہ دے کر وہ جلدی سے آگے بڑھے اور ایک لفافہ جو میز پہ رکھا ہُوا تھا اُٹھا کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگے۔

" یہ لو اس میں تمہاری چھ ماہ کی تنخواہ اور لندن تک کا کرایہ رکھا ہے برلن جانے والی آخری ٹرین رات کو گیارہ بارہ پہ چھوٹے گی۔ اور تم بہت سویرے چھ اکیس پر یان ہوق کے سٹیشن پہ پہنچ جاؤ گی۔ لندن جانے والی ٹرین فریڈرک سٹراسے کے سٹیشن سے دن کو بارہ بجے کے قریب چھوٹتی ہے۔ اس لئے تمہیں غسل اور ناشتہ کے لئے کافی وقت مل جائے گا اور میں ایک اچھے شریف اور معزز ہوٹل کا پتہ بھی تم کو بتا دوں گا۔ جہاں رہ کر تم وقتی طور پہ گھر سا آرام (عمل) کر سکتی ہو . . . "

" لیکن ڈاکٹر صاحب " میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا " آپ مجھ ناکردہ گناہ کو کیوں اس طرح دھکے دے کر گھر سے نکال رہے ہیں؟ ایسی بھی کیا جلدی ہے کہ میں آج ہی رات یہاں سے چلی جاؤں؟ "

جج صاحب کے چہرہ پہ پھر ایک بار آثار اضطراب پیدا ہونے لگے انہوں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

" افسوس تم سمجھتی نہیں ہو۔ تمہاری اپنی اور ہم سب کی بہتری اسی میں ہے کہ تم جلد از جلد رخصت ہو جاؤ۔ "

" مگر سنئے تو میرا عذر بھی سن لیجئے۔ آج سوموار ہے اور میں یہ بات طے کر چکی تھی کہ شکمنار کو برلن روانہ ہو جاؤں گی جن عزیزوں کے پاس وہاں جا کر ٹھہرا چاہتی ہوں۔ اُن کے ہاں پہلے سے کچھ مہمان آئے ہوئے ہیں اور میں اُن کی موجودگی میں اپنا بوجھ ڈالنا پسند نہیں کرتی۔ اس کے علاوہ اتنا سامان جانا مجھ کو ...

بھی منظور نہیں کہ عنغریب میری بڑی بہن اور بہنوئی دونوں یہاں آئیں گے۔ جن کے لیے ہمارا ارادہ دشت سیاہ کی ایک کوٹھی میں چند سے قیام کرنے کا ہے۔ اِن حالات میں میں پوچھتی ہوں۔ اگر میں آج کے بدلے ویہ دار رات گاڑی سے روانہ ہو جاؤں تو قیامت تو نہ آجائے گی یا دو تین دن ہی کا تو سارا معاملہ ہے۔"

"نہیں آلیقیا میں اس معاملہ میں بے حد مجبور ہوں۔" جج صاحب نے اپنے پاس آمیز طریقہ پر سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ تم کہتی ہو بالکل بجا اور درست سہی لیکن پیش آمدہ حالات میں میرا سر غیر ممکن ہے۔"

باب - ۸

الوداع

اب مجھ کو آخرکار یہ بات واضح طور پر معلوم ہو گئی کہ میرے خطرناک لنگڑے دشمن نے اس بات پر زور دیا ہوگا کہ میری موقوفی میں ایک لمحہ کی تاخیر نہ کی جائے۔ یہ بات چنداں حیرت انگیز نہ تھی کہ اس موذی کے دل میں میرے برخلاف کسی طرح کے شبہات پیدا ہوئے ہوں۔ حیرت تو اس بات کی تھی کہ میرے آقائے نامدار نے ایک اس طرح کے وحشی گنوار کے سامنے بلا حجت و انکار سرجھکا ناکیسے منظور کر لیا! میں خوب جانتی تھی ڈاکٹر والن ہینش کا خاندان سرزمین پومیرینیا کے اس نامور قبیلہ سے تھا تاج شاہی اور رونقی حکومت کیلئے جس کی وفاداری ہمیشہ ضرب المثل سمجھی گئی تھی۔ مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی عام

طور پر مشہور تھی کہ اس خاندان کے نام لیوا ہمیشہ اپنی مرضی کے مالک رہے
ہیں۔ حق و انصاف کی حمایت میں سینہ سپر ہونے والے۔ کم از کم وہ کسی ناجائز
معاملہ میں کسی افسر اعلیٰ سے خواہ اس کی حیثیت کتنی ہی بلند و بالا کیوں نہ ہو
دبنا ہرگز نہ جانتے تھے۔ ان حالات کو جانتے ہوئے عقل حیران تھی کہ یہ باعزت
پُراسرار لنگڑا کہاں سے وہ اختیارات عظیم حاصل کر چکا ہے کہ اس کے ایک
ادنیٰ اشارہ پر نہ صرف بدنصیب وان انگ میش کو جن کے خاندانی تعلقات
فوج سے قدیم اور بلند تھے۔ آنِ واحد میں مکھی کی طرح مسل کر یوں ایک طرف
ڈال دیا گویا اس کی کوئی ہستی ہی نہ تھی۔ بلکہ اسی پر اکتفا نہ کر کے اس کمبخت
نے میری ایسی چغلی کھائی اور ڈاکٹر وان ہنش کو اس طرح پٹی پڑھائی کہ ان کا
بےلاگ انصاف بھی دھرے کا دھرا رہ گیا۔ آخر یہ آدمی تھا کون؟ اور کس
محکمہ سے تعلق رکھتا تھا؟ پولیس کا اہلکار کتنا ہی وسیع الاختیار کیوں نہ ہو
ایک عدالتی افسر پر ہرگز اپنا دباؤ نہیں ڈال سکتا۔ لیکن اگر وہ محکمہ پولیس سے
تعلق نہ رکھتا تھا تو پھر کون تھا ۔۔۔ اس سوال کی بحث میں نہ پڑتے ہوئے کہ
وہ شاہی وزارت میں کوئی امتیازی عہدہ رکھتا یا محکمہ پولیس کا وزیر تھا۔
یا کچھ اور میرے لئے کم از کم یہ جاننا مشکل نہ تھا کہ حالات نے میرا
واسطہ ایک بڑے خطرناک دشمن سے ڈالا ہے۔ خدا ہی بہتر معلوم تھا
کہ اس جدوجہد میں ابھی مجھے کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا ۔۔۔؟

اتنے میں ڈاکٹر وان ہنش پھر لوٹ آئے تھے۔

"لوسی سے تمہارا جو معاہدہ ہوا تھا" مجھے ان کی آواز خواب کی سی
حالت میں کہتے سنائی دی۔ "اس کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ جب تم رخصت ہو
تو ریل کا درجہ اول کا کرایہ ہم اپنی طرف سے دیں گے۔ چنانچہ میں نے تمہاری چھ

ماہ کی تنخواہ کے علاوہ کرایہ کی رقم بھی اس لفافہ میں رکھ دی ہے۔ یوں تم ہر طرح اپنے فعلوں کی مختار ہو لیکن آلیفیا عزیز لڑکی میں پھر ایک بار تم کو یہی نصیحت کرتا ہوں کہ پیش آمدہ حالات میں دوستوں کے پاس جانے کا خیال ترک کر دو۔ دشت سیاہ میں چھٹی منانے کا خیال بھی دل سے نکال دو اور یہاں سے سیدھی انگلستان واپس چلی جاؤ۔"

"صاحب یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔" میں نے حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "میں نے کون سا گناہ ایسا کیا ہے کہ میری عام مصروفیتوں پر بھی پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ آخر میرے دشت سیاہ میں رہنے سے کسی کا کیا بگڑ جائے گا؟"

ڈاکٹر وان ہنٹر نے پریشانی کی حالت میں دائیں ہاتھ کی مٹھی بنا کر بائیں کی ہتھیلی پر ماری۔ پھر دہشت زدہ خرگوش کی مانند ادھر ادھر۔ دائیں بائیں دیکھا یہ سب کرنے کے بعد وہ ترش لہجہ میں بولے۔

"آلیفیا میں نے جو کچھ تم سے کہا وہ بھی ضرورت سے بہت زیادہ تھا۔ لیکن میں نے ہمیشہ تمہیں اپنی بیٹیوں کی طرح سمجھا ہے اور ایک بیٹی کی مانند ہی میں تمہاری بہتری اور بھلائی کا خواہشمند رہوں اس لئے کسی لمبی بحث میں نہ پڑ کر صرف اتنا ہی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر تم نے جرمنی کی سرحد میں ٹھہرنا ہی پسند کیا تو اس کا نتیجہ یقینی طور پر ناخوشگوار ۔ ۔ بلکہ نہایت خطرناک ثابت ہوگا!"

یہ تنبیہی الفاظ کہتے ہوئے میرے آقا نے کسی فرد واحد کا نام نہ لیا تھا لیکن میں اپنے دل میں اچھی طرح جان گئی تھی کہ مجھے اسی لنگڑے شیطان کی طرف سے خبردار کیا جا رہا ہے۔ ۔ ۔ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر یہ دوسرا موقعہ تھا

کہ مجھے اس مردِ پُراسرار کی طرف سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی گئی۔ اس وقت نہ جانے کیوں مجھے اچانک اپنا دل سینہ کے اندر ڈوبتا معلوم ہونے لگا۔ سچ سچ وہ کیفیت اس وقت میری تھی جیسی اس آدمی کی ہوتی ہے جو کسی ہولناک گہرے گڑھے کے کنارے پر کھڑا ہو کر اس کے نہ جانے ہوئے عمق کی طرف دیکھے ہر چند ایسا آدمی ساحلِ عافیت پر کھڑا ہوتا ہے لیکن محض ایک نظر ڈال لینے سے اس کو اپنے بدن میں سنسنی کی تیز لہر بھتی معلوم ہونے لگتی ہے سچ مچ وہی حالت اس وقت میری تھی۔ مجھ کو ایسا معلوم ہوا کہ نظر نہ آنے والے ہاتھ بڑی سرگرمی سے میرے گرد ایک ایسا جال تن رہے ہیں جس سے بچ کر نکلنا میرے لئے سخت دشوار ثابت ہوگا۔ بھاری بھرکم وجود کے اس بدنما لنڈ گڑھے شیطان کی صورت پر مجھے کسی ہیبت ناک غیر معمولی طور پر بڑے اور بالوں سے بھرے ہوئے مکڑے کا گمان ہونے لگا جو آہستگی مگر استقلال کے ساتھ اس شکار کے گرد جس کی نسبت وہ یقین کامل رکھتا ہو کہ آخر کار اس کی گرفت میں آجائے گا جالا تنے جاتا ہے۔ اپنی عمر میں پہلی مرتبہ مجھ کو معلوم ہوا کہ حقیقی دہشت کس چیز کو کہتے ہیں۔۔۔

ایمان کی پوچھیے تو اسی خطرہ کے احساس کی بدولت میرے سب عزم وارادے بالکل ڈھیلے پڑ گئے اور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جج صاحب کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے یہاں سے سیدھی انگلستان ہی چلی جاؤں گی۔

مجبور ہو کر میں نے میز سے لفافہ اٹھا لیا لیکن اس کے ساتھ ہی کہا۔

"ڈاکٹر صاحب میں آپ کے احسانات عمر بھر نہ بھولوں گی۔ لیکن آپ ضرورت سے زیادہ فیاضی سے کام لے رہے ہیں میں چھ ماہ کی تنخواہ لینا کسی حال میں منظور نہیں کر سکتی۔۔۔"

ڈاکٹر طوان ہنش کے چہرہ پر اطمینان کی جھلک پیدا ہوئی۔ چشمہ کے شیشوں کی پُشت پر اُن کی آنکھیں چمکتی نظر آنے لگیں۔ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ آخر مَیں اُن کی ہم خیال بننے لگی تھی۔ اُنھوں نے اپنا ایک بازو آگے نکال کر میرے شانہ پر تھپکی دی اور پُر محبت لہجہ میں کہا

" عزیز لڑکی مَیں تمہارے لئے کچھ بھی نہ کر سکا آلیفیا تم میرے احسانوں کا ذکر کرتی ہو لیکن سچ جانو تمہاری آمد اور موجودگی نے ہمارے گھر کی فضا بالکل ہی بدل دی تھی تمہارا اس جگہ رہنا سورج کی اُس روشنی کی مانند تھا جو ہر حال میں آدمی کو مسرور بناتی ہے۔ مَیں تم سے خوش تھا لوسی بھی تم سے خوش تھی۔ لیکن بُرا ہو حالات ناسازگار کا " یہ کہتے ہوئے اُنھوں نے اپنی پیشانی پر اس طرح رومال پھیرا گویا آنکھوں کی نمی پونچھ ڈالنا چاہتے تھے پھر میرے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر پدرانہ شفقت سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولے۔

" بیٹی اب تم اپنے وطن کو واپس جا رہی ہو وہاں رہتے ہوئے کبھی کبھی ضرور ہم کو یاد کر لیا کرنا آلیفیا تم سے وہ گہری محبت ہم کو تھی جو حلقہ بیان میں نہیں آسکتی اور میں یہ دیکھ کر اپنے آپ سے بے حد شرمسار ہوں کہ مجھے تمہاری کسی خطا کے بغیر اس بدسلوکی پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ لیکن کیا کروں ۔۔۔ "

وہ کہتے کہتے رک گئے۔ ان کی آواز بھاری پڑ گئی اور وہ اپنی کمزوری پر غالب آنے کے لئے دونوں شانوں کو حرکت دینے پر مجبور ہوئے۔ اس کے بعد تقریر جاری رکھتے ہوئے بولے۔" مَیں نے لوسی کو ٹیلیفون پر سارا حال کہہ دیا ہے۔ وہ ولین فیلڈ گئی تھی لیکن مَیں نے اُسے جلد آنے کے لئے کہا ہے اور وہ عنقریب آتی ہوگی۔ اس کے علاوہ میرا ارادہ ایک تار لندن تمہاری بہن کے نام روانہ کرنے

کا ہے جس میں لکھ دیا جائے گا کہ وہ کل رات کی گاڑی سے لندن میں تمہارا انتظار کرے جب تم اپنی بہن سے ملو تو ہماری نسبت پورا حال خود ہی بیان کر دینا۔ میں تھوڑی دیر تک ایک کام پر باہر جا رہا ہوں۔ اس لئے شاید رخصتی الوداع کہنے کو وقت پہ موجود نہ رہ سکوں۔ پس اجازت دو کہ .... رخصت کرنے سے پہلے ایک بار تمہیں اپنی بیٹی کی طرح سینہ سے لگا کر اپنے جی کو سکون دے لوں آیلفیا ... "

اب میں نہ رہ سکی اور میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے شروع ہو گئے جج صاحب کا رویہ مجھ سے ہمیشہ عنایت آمیز رہا تھا۔ لیکن آج رخصت کے وقت میں نے دیکھا وہ کتنے نیک دل فرشتہ سیرت اور فیاض تھے۔ میں اُن سے قامت میں کئی انچ بلند و بالا تھی۔ اس لئے مجھے اپنا سر کسی قدر نیچے جھکانا پڑا تاکہ وہ میری پیشانی کو بوسہ دے سکیں۔ اس عمل سے فارغ ہو کر اُنہوں نے دوسری طرف کو منہ پھیر لیا اور بڑے زور سے ناک صاف کی پھر لرزتی ہوئی آواز سے بولے " اس لفافہ میں ایک رسید لکھی ہوئی ہو گی ضابطہ کے لئے اس پر دستخط کر دینا۔"

میں نے رسید کا کاغذ نکال کر اس پر اپنا نام لکھ دیا اور اس کے بعد رخصت سفر باندھنے کے خیال سے مایوس و جگر خستہ اپنے کمرہ کی طرف چلی۔

اس دن کے بعد گو میں نے لاکھوں انقلابات دیکھے اور صدہا شخصوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن ڈاکٹر وان ہنش کی نیک اور پاک صورت پھر کبھی دیکھنے کا موقعہ نہ ملا۔

باب - ۹

آخری فیصلہ

اس کے کوئی آدھ گھنٹہ بعد جب میں اپنے کمرہ میں سامان باندھ رہی تھی۔ اور ساری چیزیں سخت بے ترتیبی کی حالت میں کمرہ کے اندر اِدھر اُدھر بکھری پڑی تھیں۔ میری محسنہ لیڈی وارسلے آ گئیں۔

"آہ میری عزیز لڑکی" انہوں نے آہستہ سی مادرانہ شفقت سے مجھ کو آغوش محبت میں لیتے ہوئے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا تمہارے بنا میں اپنا کام کیسے جاری رکھ سکوں گی؟ ہائے یہ مرد اور اُن کے نہ ختم ہونے والے سیاسی جھگڑے۔ اس طرح کے موقعوں پر میں ہمیشہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جایا کرتی تھی کہ جرمنی عورتوں کے رہنے کا ملک ہرگز نہیں ہے۔ رفتہ رفتہ میں نے اپنے آپ کو اس کا عادی بنا لیا لیکن یہ افتاد جو اب ہم پر نازل ہوئی ہے... اس کا صدمہ سب سے زیادہ سخت اور ناقابل برداشت ہے!"

وہیں ایک جانب وہ میرے پلنگ پر بیٹھ گئیں لیکن میں نے دیکھا اُن کے گداز چہرہ پر گہرے اضطراب اور پریشانی کے لاتعداد شکن پڑے ہوئے تھے۔

"وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اپنے قلعہ کے قریب کسی انگریز عورت کا رہنا منظور نہیں کر سکتے" وہ حقیقت بیان کرتے ہوئے کہنے لگیں" اور اس ملک کے عام حالات اور اس کی خصوصیات کو دیکھتے ہوئے میں ان کے اعتراض کو بیجا یا عجیب بھی نہیں سمجھتی۔ لیکن بیٹی آلیویا تمہیں اُن سے... ڈاکٹر وان ہنش سے تو کوئی کدورت نہیں؟ اصل بات یہ ہے جو کچھ اُن کو کرنا پڑا سخت

مجبوری کا نتیجہ ہے - فی الحال شہر برلن کے لوگ اور ان سے بھی زیادہ ذمہ دار افسر بین الاقوامی حالات کے متعلق بے حد مضطرب اور بے چین ہیں - اگر خدا نخواستہ آسٹریا نے ان کمینے سرویا والوں سے جنگ چھیڑ دی تو ڈاکٹر دان ہنش کا کہنا ہے اس یقینی طور پر سرویا کی امداد کے لئے میدان جنگ میں کود پڑیگا - جس کے معنی یہ ہوں گے کہ مقابلہ میں فرانسیسی اٹھ کھڑے ہوں اور اس کے بعد انگریز بھی ۔ ۔ ۔ "

" بالو ہمارا ان اونچے درجہ کے سیاسی جھگڑوں سے کیا واسطہ ؟ " نیں نے جواب دیا - " میں تو صرف یہ دیکھ کر حیران ہوں کہ ایک لنگڑا اپاہج اتنے اختیارات عظیم رکھتا ہے کہ اس نے منٹوں میں برسوں کے انتظامات کو تہ و بالا کر ڈالا ۔ ۔ آخر وہ ہے کون بلا ؟ "

" افسوس اس کا حال مجھ کو معلوم نہیں " بیگم صاحب نے صاف و سادہ پیرایہ میں جواب دیا " فرٹز نے اس کا حال مجھ سے بیان نہیں کیا اور میری ہمیشہ کی یہ عادت ہے کہ اگر کوئی خاص بات ایسی ہو جسے وہ ظاہر کرنا نہ چاہتے ہوں تو میں بھی اس کے لئے اصرار نہیں کرتی - اور یہ ایک ایسا سبق ہے جو ہر ایک عورت کو جس کی شادی کسی جرمن افسر کے ساتھ ہو جلد یا بدیر ضرور سیکھنا پڑتا ہے - مگر اتنا میں نے سنا ہے کہ اس کا نام گرینٹ ہے ۔ ۔ ۔ ڈاکٹر ایڈولف گرینٹ "

" مگر کیا وہ محکمہ پولیس سے تعلق رکھتا ہے یا کسی اور صیغہ سے ؟ "

" اس کا حال بھی مجھ کو معلوم نہیں - تاہم اتنا ضرور جانتی ہوں کہ وہ کوئی اعلیٰ عہدہ دار ہے ۔ ۔ ۔ غیر معمولی سرکاری اختیارات رکھنے والا ورنہ فرٹز کی عادات کو جانتے ہوئے میں بخوبی اندازہ کر سکتی ہوں کہ وہ اس آسانی سے جھکنا منظور نہ کرتے ۔ "

"اور کیوں بیگم یہ بھی آپ نے سُنا کہ وہ انگریز جو قلعہ سے بھاگ نکلا تھا اُس کا کیا ہُوا؟" میں نے ایک فوری خیال کے زیر اثر پُوچھا۔ "کیا وہ دوبارہ پکڑا گیا؟" اور یہ کہتے ہوئے میں نے خون کے داغ والے اس کالر کا ذکر کیا جو لنگڑا اپنے ساتھ لئے پھرتا تھا اور جو اُس نے باغ میں مجھ کو دکھایا تھا۔

مسز وان ہنش کے بدن میں لرزہ پیدا ہوتا نظر آیا۔ کہنے لگی۔

" میرے خیال میں اس کا حال فرٹز کو یقینی طور پر معلوم ہے لیکن اُنہوں نے مجھ کو نہیں بتایا۔ کل رات ہمارے خانہ باغ میں بعض واقعات عجیب ضرور پیش آئے۔ لیکن وہ کیا تھے اس کا حال میں اب تک معلوم نہیں کر سکی۔ پھر بھی اس بات کو دیکھتے ہوئے کہ وہ لوگ تمہارا اس جگہ ٹھہرنا ایک پل کے لئے گوارا نہیں کرتے میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ غالباً یہ لوگ اس بدنصیب کو دوبارہ گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں . . . یا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کل رات کے ہنگامہ میں جان سے مارا گیا ہو۔ تیسری صورت میرے خیال میں ایک اور ہے یعنی ہو سکتا ہے اس قلعہ کے اندر اس کی طرح کے کچھ اور پولیٹیکل جاسوس بھی زیر حراست ہوں۔"

میری نبض تیز تر چلنے لگی تھی۔ چہرہ کی رنگت سُرخ ہوتی معلوم ہوئی۔ آثار کی اس تیز تبدیلی کو چھپانے کے خیال سے میں نے ایک کُھلے ہوئے ٹرنک پر جُھک کر اس کے سامان کو ٹھیک ٹھاک کرنا شروع کر دیا پھر اسی حالت میں پُوچھا۔ "تو کیا وہ آدمی . . . کل رات کا بھاگا ہُوا قیدی . . . کوئی پولیٹیکل جاسوس تھا؟"

" میں نہیں جانتی وہ کون تھا،" بیگم صاحب نے مایوسانہ جواب دیا۔ "لیکن ڈاکٹر وان ہنش کہتے ہیں وہ کوئی پولیٹکل قیدی تھا۔ لیکن کسی انگریز کا

پولیٹیکل قیدی ہونا جرمنی میں کیا معنی رکھ سکتا ہے۔ اصل بات غالباً یہ ہوگی۔ کہ وہ کسی طرح کی جاسوسی کرنے یہاں آیا تھا۔"

میرا دل بڑے زور سے دھک دھک کر رہا تھا اگر میجر ایبٹ اپنی سرزمین وطن کے لئے معلومات حاصل کرنے کی کوشش میں ابتلائے عظیم سے گذرا تو ضرور اس کے حوصلہ اور مردانگی کی داد دینی پڑتی تھی۔ یہ جُدا بات ہے کہ دشمن اس کو حقارت سے پولیٹیکل جاسوس کا خطاب دیتے ہوں۔

اتنے میں مسز وان ہنش تقریر جاری رکھتے ہوئے کہنے لگیں۔

" عزیز لڑکی بے شمار باتیں اس ملک کے اندر ایسی پیش آتی ہیں۔ جن کا صحیح حال کسی کو بھی معلوم نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک طرح کا فوجی نظام حکومت ہے۔ اس لئے اس کا ضبط انتظام بھی حیرت انگیز طریقہ پر مکمل ہے اگر افسران بالا کی طرف سے کسی موقعہ پر حکم جاری کر دیا جائے کہ فلاں معاملہ کو دبا دینا ضروری ہے تو پھر سمجھ لو کہ اس کو ایسے مکمل طور پہ زیر زمین دبا دیا جائے گا کہ کسی کے دل میں اس کا گمان تک نہ آسکے اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو ایک میجر وان ناگ میش کے سوا قلعہ کے کسی فرد واحد کو اس بات کا علم نہ تھا کہ قلعہ میں کوئی انگریز قیدی بھی زیر حراست ہے اور ڈاکٹر وان ہنش کو تو بالکل ہی معلوم نہ تھا ورنہ میں خیال کرتی ہوں وہ شروع میں ہی تمہیں یہاں سے کسی محفوظ مقام پر بھیج دینے کی فکر کرتے۔ ہاں اتنا میں ضرور کہہ سکتی ہوں کہ کل شام کا واقعہ غیر معمولی اہمیت رکھنے والا اور عظیم تھا نہیں تو اس کے متعلق اتنا شور و شر جو پیدا ہوا ہے ہرگز دیکھنے میں نہ آتا۔ میں تو ایک بات جانتی ہوں یعنی ممالک غیر کے رہنے والوں کو ان ملکی جھگڑوں میں کبھی حصہ نہ لینا چاہیئے۔ وہ اگر ساحل عافیت پر رہیں تو اچھا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر وان ہنش تمہیں جلد از جلد اپنے ملک انگلستان میں واپس چلے جانے کی ر

تاکید کرتے ہیں۔ اسی میں تمہاری بہتری اور سلامتی ہے"

میں اپنے ڈھیلے ڈھالے گاؤن کے پاس چینی کریپ کی بنی ہوئی شب خوابی تہ کرنے کے لئے ہاتھ میں پکڑے گہری سوچ میں پڑی تھی۔ بدنصیب میجر ایبٹ کے وہ الفاظ مجھ کو رہ رہ کر یاد آتے تھے کہ اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آئے تو کیا میں آپ پر بھروسہ کر سکتا ہوں کہ میری کسی زمانہ کی حماقت کی تلافی کے لئے آپ تاحد امکان کوشش کریں گی؟ اگر کوئی حادثہ مجھ کو پیش آئے ۔۔۔!

ان تمام پیچیدہ پُراسرار اور اندھیرے میں چھپے ہوئے حالات کے اندر جو میرے دیکھنے میں آ رہے تھے۔ ایک بات فضائے تاریک میں روشنی کی ہلکی سی شعاع کی مانند مجھے رہ رہ کر یاد آتی تھی یعنی میجر ایبٹ خواہ وہ دوبارہ پکڑا گیا یا کل رات کے ہنگامہ میں جان ہی سے مارا گیا ہو کم از کم وہ اس کام کو کرنے کے ناقابل ہو چکا تھا جس کے لئے وہ اتنا بے قرار تھا۔ اس کے وہ الفاظ اب تک مجھ کو یاد ہیں کہ میں ایک عورت کی بے وفائی کا شکار بن کر اپنی عزت پیچھے چھوڑ آیا ہوں اور اس عزت کو دوبارہ حاصل کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ لیکن اگر سچ مچ ان ظالموں نے اس کو دوبارہ گرفتار کر کے کسی اندھیرے تہ خانہ میں قید کر دیا یا ۔۔

اُف رحم خدا کتنا بھیانک خیال تھا یہ! وہ کل رات مارا گیا اور اس وقت اس کی لاش ٹھنڈی زمین کے نیچے دفن پڑی تھی۔ تو پھر اس عزت کی بازیابی کا طریقہ کیا ہو۔ جسے وہ اپنی زندگی کا مقصد قرار دے چکا تھا۔ آخری چارہ کار صرف ایک نظر آتا تھا یعنی جو فرض اس نے میرے ذمہ ڈالا اندیشے کرنے کا میں اس سے وعدہ بھی کر چکی تھی انگلستان واپس جانے سے پہلے ضرور اس کام کو کر دوں۔ برلن پہنچنے اور اس کے بعد وہاں سے انگلستان روانہ ہونے کے درمیانی اوقات میں کئی گھنٹوں کا وقفہ حائل تھا اگر میں تھوڑی سی مستعدی اور استقلال

سے کام لے سکوں تو یہ بہتر ہے لیے اس کام کو کرنا غیر ممکن نہ ہوگا۔

انہی خیالات میں مستغرق میں اپنا آئندہ پروگرام سوچ رہی تھی یعنی آکر یہ آج رات کی گاڑی پر سوار ہو کر برلن روانہ ہو گئی تو کل منگل کی صبح کو اس جگہ پہنچ جاؤں گی جہاں میرے ملاقاتی نے مجھ کو بتایا تھا کہ وہ عورت ملگر ہینی جس کے کرہ نشست میں ایک الماری کے اندر گراموفون ریکارڈوں کی پشت پر وہ نیلا لفافہ رکھا تھا صبح کو عموماً دیر کر کے اٹھتی ہے اگر میں کسی طریقہ پر اس کی لاعلمی میں اس لفافہ کو نکال کر نمبر ۲ ڈوبن سٹراس سے مسٹر جوزف بیل کے ہاتھوں تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئی تو پھر میرا کیا ہوا وعدہ وفا ہو جائے گا۔ اور اجنبی کا ضمیر اگر وہ زندہ ہے یا اس کی روح اگر وہ مارا جا چکا ہے ہمیشہ میرے حق میں دعائے خیر کرتی رہے گی۔

اس کے علاوہ یہ بھی میں نے سوچا کہ اگر حالات کے زیر اثر میں دوپہر کی گاڑی سے لندن روانہ نہ ہو سکی تو سہ پہر رات کی گاڑی سے چلی جاؤں گی۔ چند گھنٹوں کے برلن کے قیام سے یقیناً قیامت نہ آجائے گی۔ کام بالکل سہل اور سادہ تھا لیکن جب اس کے ساتھ اس ملعون لنگڑے کی ہولناک صورت تصور کی آنکھوں کے سامنے پھرتی نظر آئی۔ تو میرے سب عزم وارادے پانی کی طرح بہ گئے۔

دور اندیشی کہتی تھی کہ اس معاملہ سے ہاتھ دھو کر چند گھنٹے برلن میں ٹھہرنے کے بعد مجھ کو فوراً لندن کا رخ کرنا چاہیے۔ برلن میں میری بہن کی سہیلی مولی ٹرنسیم کے مکان کا پتہ مجھ کو یاد تھا جی میں سوچا سیدھی اس کے ہاں چلی جاؤں گی اور ناشتہ کرتے ہوئے انتظام کی وہ ساری تبدیلیاں جو حالات کے زیر اثر پیدا ہوتی تھیں اس سے بیان کروں گی۔ کیونکہ ناظرین کو یاد ہوگا سابقہ انتظام یہ سوچا گیا تھا کہ میں اس ہفتہ میں ویدو اور برلن جا کر بہن کی آمد تک مولی ٹرنسیم کے مکان پر ٹھیروں پھر جب بہن اور بہنوئی اس جگہ پہنچ جائیں اور دوست سے ملکی کوٹھی کا

انتظام مکمل ہو جائے تو ہم اس میں جا کر رہنے لگیں۔ کتنا سادہ سیدھا اور خطرہ سے خالی یہ سارا پروگرام تھا لیکن ۔۔۔

والد مرحوم سلطنت برطانیہ کے اُن ذی حوصلہ معماروں میں سے ایک تھے جنہوں نے ہمیشہ اپنی جان خطرہ میں ڈال کر ملکی خدمات کو سب سے افضل قرار دیا اور مجھ کو انہوں نے ہمیشہ اس بات کی ہدایت کی تھی کہ انسان کو محض اپنے فائدہ کے لئے سہل راستہ پسند نہ کرنا چاہیئے۔ میں نے اپنی زندگانی میں جو لاتعداد مصیبتیں جھیلی ہیں۔ اور جن کڑی آزمائشوں سے مجھ کو گذرنا پڑا ہے وہ سچ پوچھیئے تو والد آنجہانی کی اس بے خوف کن نصیحت کا ہی نتیجہ تھیں۔ وہ مجھ کو ہمیشہ اپنی اولوالعزم بیٹی کہا کرتے تھے۔ بارہا اُنھوں نے مجھ سے پیار کرتے ہوئے کہا کہ تم قدرت کی بھول سے لڑکی بن گئیں ورنہ تمہیں مرد بننا چاہیئے تھا۔ پس میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس موقعہ پر مرد ہی بن کر دکھاؤں گی۔ بلا سے جو ہونا ہے سو ہو۔ میرا قدم اب آگے ہی کی طرف اُٹھے گا سلامتی کے ساحل کی طرف ہرگز نہیں!

مَیں ان تفکرات میں ڈوبی ہوئی محویت کے اس عالم میں پہنچ چکی تھی کہ بیگم صاحب کے الفاظ بھی میرے کانوں تک پہنچنے بند ہو گئے تھے۔ دفعتاً مجھے ان کی زبانی یہ ملامت آمیز کلمات سنائی دیئے جو وہ سابق کی نسبت زیادہ تلخ لہجہ میں کہہ رہی تھیں۔

" آلیویا تم کن فکروں میں پڑی ہو مَیں تمہارے بھلے کے لئے ساری باتیں سمجھا رہی ہوں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے تم ایک نہیں سنتی ہو۔ سچ مچ ایسا معلوم ہوتا ہے تمہارے خیالات کی رو کہیں میلوں دُور پہنچی ہوئی ہے۔"

" جی بے شک آپ کا فرمانا درست ہے " مَیں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ " مَیں اپنے لمبے تھکا دینے والے سفر پر غور کر رہی ہوں۔"

یہ بات میں نے بیگم صاحب کی تسلی کے لئے کہہ دی ورنہ ایمان کی بات یہ ہے کہ میں اس وقت تک گھپ اندھیرے میں ہاتھ پیر مار رہی تھی - مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ اس نازک وقت میں مجھے کیا کرنا چاہیئے یا میرا آئندہ پروگرام کیا ہو - اور سب سے زیادہ یہ کہ مہربان قدرت نے میری آنکھوں کے سامنے پردہ ڈال کر اُن خطرات ناگفتہ و عظیم کو بخوبی چھپا رکھا تھا جو مجھے آگے چل کر پیش آنے تھے ․:

حصّہ سوم ختم ہُوا

حصّہ چہارم

جاتے ہوائے شوق میں ہیں اس چمن سے ذوق

اپنی بلا سے باد صبا اب کبھی چلے

ذوقؔ

باب - ۱

عقیدت کے پھول

آدھی رات کے وقت شلاز کا ریلوے سٹیشن بالکل سنسان پڑا تھا۔ اور چھت کے ساتھ لگے ہوئے تیز روشنی کے آرک لیمپوں کی ضیائے سرد ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ میں جب ریلوے سٹیشن پر پہنچی تو برلن جانے والی لمبی ٹرین پلیٹ فارم پر کھڑی تھی۔ صرف ایک گاڑی اُن مسافروں کے لئے جو رستہ میں سونا چاہتے ہوں اس ٹرین میں لگی ہوئی تھی وہیں سٹیشن کا ایک اہلکار مجھے چھوڑ آیا۔ مگر میں جب اس پر سوار ہوئی تو اتنی گہری خاموشی ہر طرف چھائی ہوئی تھی کہ ٹرین کے ساتھ لگے ہوئے انجن کی سنسناتی آواز کے سوا اور کسی طرح کی آواز کانوں میں نہ آتی تھی

میں نے سلیپنگ کار میں پہنچکر دیکھا۔ میرے بیشتر ہمسفر اپنے اپنے خانوں پر محوِ خواب راحت تھے صرف ایک آدمی اور میرے بعد اس جگہ آیا۔ ایک ادنٰے حیثیت کا جرمن جس نے پسی ہوئی رائی کی رنگت کا اوورکوٹ پہن رکھا تھا اور جو شکل و صورت سے کسی فرم کا کنولیسر نظر آتا تھا۔

اس کو میرے پاس والا خانہ دے دیا گیا۔

کوئی مجھے ریلوے سٹیشن تک چھوڑنے نہ آیا تھا۔ میری محترمہ مسز وان ہنش میرے ساتھ آنے کو بے حد بے قرار تھیں لیکن میں اُن کو تکلیف دینا نہ چاہتی تھی۔ دوسری بات یہ کہ میں چونکہ اپنے دل میں اس بات کا تہیہ کر چکی تھی کہ ان کی اور ان کے نیک دل شوہر کی نصیحتوں کے باوجود بھی کروں گی جس کا میں نے فیصلہ کر رکھا تھا۔ اس لئے میں بیگم صاحب کی طرف سے اپنے آپ کو کچھ شرمسار

بھی محسوس کرنے لگی تھی اور سوچتی تھی کہ ریلوے سٹیشن پر لمبے الوداعی عمل کے دوران میں ممکن ہے میرے سب عزم و ارادے پھر سے کمزور ہو جائیں۔

مَیں نے لندن تک کا سیدھا ٹکٹ لے لیا تھا۔ کیونکہ میں اس کی بنا پر اپنا سارا بھاری سامان لندن کے وکٹوریہ سٹیشن تک بُک کرا دینا چاہتی تھی۔ گاڑی میں اپنے ساتھ مَیں نے صرف ایک سوٹ کیس رکھا تھا۔ جس کی مجھ کو وقتی طور پر ضرورت تھی۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ اور یہ بھی میں اچھی طرح جانتی تھی کہ لمبے فاصلہ کے اس ٹکٹ کی بدولت میں برلن میں چند گھنٹے . . . یا اگر ضرورت محسوس ہو تو ایک آدھ دن بڑی آسانی سے ٹھیر سکتی ہوں۔

ریل کا ملازم مجھے اس ڈبہ میں پہنچا کر رخصت ہو گیا تھا۔ اور مَیں اپنی سیٹ پر لیٹنے کی تیاری کر رہی تھی کہ ناگاہ ایسا معلوم ہوا کوئی نیا۔ کھڑکی کے شیشہ کے ساتھ گلاب کے سرخ پھولوں کا بڑا سا گلدستہ لگائے پلیٹ فارم پر کھڑا ہے۔ اس کے ساتھ ہی کسی نے دو تین بار اس شیشہ کو اس طرح بجایا گویا چاہتا تھا مَیں اسے آنا رد دوں۔

مَیں نے باہر نظر ڈالی تو معلوم ہُوا روڈی وان لنز پھول لئے کھڑا ہے۔ اس کو دیکھتے ہی مجھے اپنی تنہائی یاد آ گئی۔ مَیں اس وقت اپنے آپ کو دنیا جہاں سے علیحدہ۔ بحرِ عالم کی سطح پر بہتا ہُوا ایک بے بس تنکا محسوس کرنے لگی تھی۔ روڈی کا دلکش طفلانہ چہرہ مجھے غیر معمولی سفید نظر آیا۔ خدا جانے کسی پریشانی کی وجہ سے . . . یا تیز برقی لیمپوں کی اس دودھیا چمک کے باعث جو لمبے پلیٹ فارم پر عکس افگن تھے۔

" آلیویا " اس نے اس طرح ہانپتے ہوئے کہا گویا جلدی میں بہت تیز چلتا آیا ہے۔ " مجھے ڈر تھا کہ شاید دمِ آخر میں تمہاری دید حاصل نہ کر سکوں۔ مَیں اپنی

سکوٹ میں بیٹھا کھانا کھا رہا تھا کہ ناگاہ یہ خبر سُننے میں آئی تم ہمارے پاس سے ہمیشہ کو رخصت ہو رہی ہو " اس کا لہجہ ملامت انگیز تھا کم از کم جانے سے پہلے ہمیں اطلاع تو دی ہوتی - ایسی بھی کیا سرد مہری! "

" رڈی مجھے اس کوتاہی کا بے حد افسوس ہے " میں نے صادقانہ لہجہ میں جواب دیا کیونکہ یہ امر واقعہ ہے کہ اس نوجوان خوردسال فوجی افسر سے مجھے بہت گہرا اُنس تھا ۔" لیکن ایمان کی بات یہ ہے جو کچھ ہوا اس میں میرے سوچے ہوئے انتظام کو رتی بھر دخل بھی نہ تھا ۔ مجھے مشکل سے اتنا وقت ملا کہ اپنا سامان باندھ کر اس ٹرین پر سوار ہو سکوں ۔"

" لیکن ایسی بھی کیا جلدی تھی؟ " اس نے حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا ۔" جہاں تک میرا خیال ہے تمہارا ارادہ شکروار سے پہلے برلن جانے کا نہ تھا ۔"

" تو کیا سچ مچ تم نے نہیں سُنا حالات نے کیا نئی صورت اختیار کی ہے؟"

" بالکل نہیں! "

میں نے تیز استفہامی نظروں سے اس کی طرف دیکھا لیکن اس کے چہرہ سے صاف دکھائی دیتا تھا کہ حیلہ سازی نہیں کرتا حقیقت بیان کر رہا ہے ۔

" تو پھر تمہیں کیسے معلوم ہوا میں آج رات یہاں سے جا رہی ہوں؟ "

" ہماری میس کے ایک نوکر نے مجھ کو بتایا تھا ۔ دراصل میں نے تمہارے نام ایک رقعہ لکھ کر اس کو دیا جس پر وہ کہنے لگا کہ وہ تو یہاں سے چلی گئیں اور میں سنتا ہوں آج رات کی گاڑی سے برلن ہوتی ہوئی انگلستان چلی جائیں گی ۔ میں نے پوچھا تم نے یہ خبر کہاں سنی تھی؟ کہنے لگا کمانڈنٹ ہوس میں "

رڈی کے ان لفظوں کو سن کر مجھ کو بھی یاد آگیا کہ نوکرانی فرانز سکا افسرِ

کی مس کوٹ کے بعض ملازموں سے میل جول رکھتی اور اُن کے ہمراہ باہر آیا جایا کرتی تھی۔" خبر پانے ہی میں سیدھا ریل کے سٹیشن کی طرف چلا آیا رستے میں ایک پھول والی کو سوتے سے جگا کر تمہارے لئے یہ چند پھول لایا ہوں۔ اور اب اجازت دو کہ میں انہیں گاڑی کے اندر تمہارے پاس لے آؤں۔ . . گاڑی چھوٹنے میں ابھی کافی دیر ہے "

پھر میرے جواب کا انتظار نہ کر کے وہ جلدی سے ایک طرف کو مڑا اور تیز چلتا گاڑی کی اُس کھڑکی کی طرف ہو لیا۔ جو ڈبہ کے انتہائی سرے پر بنی تھی لیکن ایسا کرتے ہوئے گھبراہٹ میں اُس کی ٹکر اُسی زرد اوورکوٹ والے مسافر سے ہوئی جو سلیپنگ کار میں میرے برابر والا خانہ حاصل کر چکا تھا۔ اور اُن لوگوں کی طرح جو ایک جگہ نچلا بیٹھ کر گاڑی چلنے کا انتظار نہیں کر سکتے بلکہ جھٹ پلیٹ فارم پر ٹہلنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہمارے ڈبہ کے سامنے ٹہلتا پھر رہا تھا۔ رڈی نے معافی کے چند الفاظ کہے پھر بے تحاشا چلتا کھڑکی سے داخل ہو کر میرے پاس آ گیا۔

" اوہ میری دلفریب آلیوریا " وہ مجھے اکثر اِسی طرح مخاطب کیا کرتا تھا۔ اور میں بھی اُس کے طفلانہ جوش کو دیکھتے ہوئے کبھی اُس کے لفظوں سے بُرا نہ مانتی تھی۔" تم نہیں جانتی ہو کہ مجھ بدنصیب پر کیا مصیبت نازل کر رہی ہو۔ تمہارے دیکھے بغیر میری کیونکر گذر ہو گی ؟ لو یہ پھول لے لو۔ رات کو دوران سفر میں جب کبھی ان کو دیکھو گی تو ضرور اُس دل شکستہ بدنصیب کو یاد کرنا جسے تم اپنے پیچھے چھوڑے چلی جاتی ہو۔ وہ اپنی خاموش زبان سے اُمید ہے میرے خیالات دلی کی بہتر ترجمانی کر سکیں گے۔ اور وہ باتیں تم سے کہیں گے جنہیں مجھ کو منہ سے نکالنے کا کبھی حوصلہ نہ ہو سکا۔ "

یہی الفاظ اگر میرا انگریز چاہنے والا بل پریڈلے جس سے بہن میری شادی کیا چاہتی تھی یا ہماری قوم کا کوئی دوسرا آدمی کہتا تو وہ یقیناً میرے کانوں کو ناخوشگوار معلوم ہوتے لیکن اس پرجوش پُراشتیاق کمسن لڑکے کے منہ سے نکلے ہوئے وہ لفظ . . . اُس کی عمر مشکل سے بائیس سال کے قریب ہوگی - مگر فوجی وردی پہن کر وہ کتنا بانکا سجیلا اور شجاع نظر آتا تھا - . . اُس کے منہ سے نکلے ہوئے وہ لفظ صداقت کا لہجہ لئے محسوس ہوتے تھے -

اُس نے نرم نازک اور رنگیلے پھولوں کا وہ گلدستہ میری گود میں رکھ دیا اور اتنے ہی سے اُن کی مہکسنے ریل گاڑی کے اُس ڈبہ کو طبلہ عطار بنا دیا۔ اُس دن کے بعد اگر کسی موقعہ پر مجھے پھولوں کا گلدستہ سونگھنے کا اتفاق ہوا تو کمسن رڈی کی وہ تصویر میری آنکھوں کے سامنے ضرور پھر گئی اور وہ رات اکثر یاد آئی جب وہ شیلانڈ کے ریلوے سٹیشن پر مجھے رخصت کرنے آیا تھا -

---

باب - ۲
رڈی کی بیتابی

میں نے تین بار انہیں سونگھا پھر تعریف کے لہجہ میں کہا - " رڈی میرے عزیز دوست تمہارے یہ پھول بے حد پیارے اور لائق تعریف ہیں - رات کو میں جب بھی انہیں دیکھوں گی ضرور تمہیں یاد کرتی رہوں گی - لیکن . . . ٹھہرو اس طرح تو یہ کمہلا جائیں گے میں انہیں تھوڑا سا پانی دے لوں "

میں نے اُٹھ کر گلدستہ پانی بھرنے کی ناند میں رکھ کر ٹونٹی کھول دی

اس کے بعد جب میں انہیں پانی سے تازہ کر کے پیچھے مڑی تو رڈی اپنے دونو ہاتھ میری طرف پھیلائے بیٹھا تھا۔ اس نے اپنی جرمن وضع کی نوک دار ٹوپی سر سے اتار کے سیٹ پر رکھ دی تھی۔ اور اس کے خوشنما ملائم سنہرے بال جو کسی عورت کے بالوں سے بھی زیادہ حسین اور دلکش تھے گاڑی کے لمپ کی روشنی میں سونے کی تاروں کی مانند چمکتے نظر آتے تھے میرے دونو ہاتھ فرط اشتیاق سے اپنے ہاتھوں میں لے کر اس نے انہیں باری باری چوما۔ پھر وہیں اپنے پاس اس تنگ سیٹ پر جو رات کے وقت سونے کا کام دیتی تھی بٹھلاتے ہوئے کہنے لگا۔

" آخر ہُوا کیا تھا؟ "

میں نے شانوں کو حرکت دی پھر کہا۔

" کچھ بھی تو نہیں ہُوا۔ سنتی ہوں کوئی انگریز جو قلعہ کے اندر بند تھا کسی طرح نکل کر بھاگ گیا۔ بس اس لئے ... "

" کیا کہتی ہو انگریز؟ "

" ہاں تم نے نہیں سنا؟ "

رڈی نے صورت انکار سر ہلایا۔ پھر کہنے لگا۔

" میں نے تو اتنا ہی سنا تھا قیدیوں میں سے ایک بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوا ہے جس کی وجہ سے بے چارے ہنگ میش کو ملازمت سے علیحدہ ہو جانا پڑا "

" یوں کہا ہوتا اسے حکماً فوج سے علیحدہ کر دیا گیا! "

" اس صورت میں آلیویا تمہاری معلومات مجھ سے بہت زیادہ ہیں " لڑکے نے حیرت آمیز نظروں سے میرے منہ کو تکتے ہوئے کہا " غریب بے چارہ اتنی مدت فوجی خدمات سرانجام دینے کے بعد ایک ذرا سی بات پر اتنی کڑی سزا اس کو دی گئی ... مجھ کو تو اتنا ہی معلوم ہے کہ ہماری پلٹن کے کمان افسر نے ہم سب

ماتحت افسروں کو بوقت سہ پہر ادلی بندم میں بلایا اور سب کو تاکید کردی تھی کہ اس معاملہ پر کسی طرح کی گفتگو اُن کے درمیان نہ ہو لیکن ... میرے خدا آخر تم نے کیا خطا کی تھی کہ تمہیں اس قصبہ سے دُور بھیجا جا رہا ہے ؟ "

" خطا بس اتنی کہ میں انگریز ہوں ، ور بھاگنے والا بھی کوئی انگریز تھا۔ دراصل وہ لوگ نہیں چاہتے کہ میں آئندہ قلعہ کے پاس رہوں۔ "

" وہ لوگ ... کون ؟ "

" سنتی ہوں یہ سب ایک فرد واحد کے کارنامے ہیں ۔ گرنٹ ... ایڈولف گرنٹ جس کا نام ہے ... کیوں رڈی ، جانتے ہو وہ کون ہے ؟ "

نوجوان نے صورت انکار سر ہلایا اس کے لیے کہا " میں نے کبھی یہ نام نہیں سنا گیا : وہ کمان افسروں میں سے کوئی ہے ؟ "

" نہیں وہ فوج سے نہیں بلکہ سول محکمہ سے تعلق رکھتا ہے "

رڈی کے ہونٹوں پہ حقارت کا خم پیدا ہوا نفرت آمیز لہجہ میں کہنے لگا - " اوہ ! کوئی پولیس ہوگا - "

" تم اُسے قابل نظر انداز سمجھتے ہو لیکن وہ اپنے آپ کو بڑا ذی اختیار تصوّر کرتا ہے ۔ اُس نے ڈاکٹر وان ہنش کو ایسی پٹی پڑھائی کہ وہ مجھے چھ ماہ کی زائد تنخواہ دے کر فوراً رخصت کرنے پہ آمادہ ہو گئے اور جب میں چلنے لگی تو بار بار کہتے تھے سیدھی انگلستان چلی جانا ورنہ معاملہ خطرناک ہوگا۔ "

لڑکے نے تھوڑی دیر حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا اور چپ چاپ سوچتا رہا - اس کے بعد سوال کے اس پہلو کو یکسر نظر انداز کر کے کراہتے ہوئے بولا -

" میری خوبصورت آلیریا سمجھ میں نہیں آتا تمہارے بغیر زندگی کے دن کیسے

بسر ہوں گے۔ ،، اُس کا اندازِ تکلم ٹریجک ایکٹر کی مانند ساختی تھا۔ "اس منحوس و محدود قصبہ کے اندر رہتے ہوئے زندگی فقط تمہاری موجودگی سے قابلِ بسر نظر آتی تھی ورنہ سچ پوچھو تو ایک اس طرح کے ویرانہ میں رہتے ہوئے جیسا یہ قصبہ ہے جس میں تفریح یا دلچسپی کا کوئی سامان نہیں۔ آدمی اگر پستول سے اپنا بھیجا اُڑا لینے پر مجبور ہو جائے تو حیرت کی بات نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ جب میں دیکھتا ہوں ابھی مجھے کم از کم ایک سال اور اس لعنت زدہ مقام پر رہنے کے لئے مجبور ہونا پڑے گا تو سوچتا ہوں ۔۔۔ ،

وہ کہتا کہتا رُک گیا اور نظر اٹھا کر باہر کی طرف دیکھنے لگا۔ اس وقت ایک سایہ سا پلیٹ فارم پر لگے ہوئے لیمپوں کی روشنی کو مدھم کرتا نظر آیا اور جب میں نے باہر نظر ڈالی تو معلوم ہوا وہی دوسرا مسافر جسے سلیپنگ کار میں میرے برابر کا خانہ دے دیا گیا تھا ٹہلتا پھرتا ہے۔

میں نے بات کو سرسری سمجھ کر نظر انداز کر دیا اور گفتگو کے مضمون کی طرف واپس آتے ہوئے کہا۔

"تم ناحق شلانز کو بُرا کہتے ہو۔ میرا دل تو اس جگہ رہتے ایک دن بھی اُداس نہ ہوا تھا۔ جگہ بے شک چھوٹی ہے لیکن زندگی کی سب آسائشیں حاصل ہیں لوگ ملنسار اور خلیق ہیں اس کے علاوہ ۔۔۔ ،،

رڈلی نے منہ بنایا پھر کہنے لگا "یہ تم صرف اس لئے کہتی ہو کہ بیشتر کسی موقعہ پر برلن جانے اور وہاں کی رونق دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ،،

میں بے شک اس سے پہلے برلن نہ گئی تھی لیکن شلانز کے بیشتر نوجوان افسروں کی زبانی اس شہر کی تعریفیں سُن چکی تھی۔ اُن میں سے ہر شخص کی تمنائے دلی یہ تھی کہ حالات کے زیر اثر اس کا تبادلہ پھر شہر برلن میں ہو جائے جہاں بارونق بازاروں

کے علاوہ بے شمار ہوٹل اور ریسٹوران - تھیئٹر اور سینما گھر یا رقص گاہیں - آدمی کے لئے نہ ختم ہونے والی دلبستگی کا سامان مہیا کرتی تھیں - قصبہ شلاز میں ٹھیرے ہوئے بیشتر فوجی افسر طبقہ متوسط سے تعلق رکھنے والے تھے - لیکن رڈی وان لنز کی حالت اُن سے جُدا تھی - وہ ایک سربرآوردہ معزز خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور قریباً ڈیڑھ سال تک اُس کا تعلق صدر مقام جرمنی کی قلعہ نشین فوج میں پیادہ گارد سے رہا مجھے اُس کی زبانی کبھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کون سے خاص حالات تھے جن میں اُس کا تبادلہ لائن میں کر دیا گیا تھا - لیکن ایک موقعہ پر میری سہیلی سونیا وان دلش نے رازدارانہ یہ بات کہی تھی کہ برلن رہتے ہوئے ماسٹر رڈی کو تاش پر جُوا کھیلنے کا شوق بے حد تھا اور اس طریقہ پر وہ اپنا بے حساب روپیہ مختلف قمار خانوں میں ضائع کر چکا تھا - جب اس کی خبر افسروں کو ہوئی تو انہوں نے سزا دہی کے طور پر اُسے کچھ عرصہ کے لئے شلاز تبدیل کر دیا -

ایک عارضی وقفہ سکوت کے بعد رڈی سوچتے ہوئے کہنے لگا -

" پھر کیا اب سیدھی لندن جاؤ گی - "

مَیں اس کے مُنہ کو تکنے لگی - مَیں اس طریقہ پر معلوم کیا چاہتی تھی کیا کوئی خاص بات اُس کو معلوم ہے لیکن کسی طرح کے آثار اُس کے چہرہ پر نہ دیکھ کر مَیں نے کہا -

" ہاں یہی میرا ارادہ ہے "

اُس نے یاس آمیز طریقہ پر سر ہلایا - پھر بڑبڑاتے ہوئے کہنے لگا - " یہ میری بدنصیبی کے کرشمے میں آلیویا - تم کیا جانو مَیں جو رقعہ لکھ کر آج تمہارے نام بھیجنا چاہتا تھا اُس میں کیا کچھ میں نے لکھا تھا - "

" بتاؤ تو کیا لکھا تھا ؟ "

" مَیں نے درخواست کی تھی کہ برلن جانے سے پہلے ضرور اپنا اس جگہ کا پتہ

مجھ کو لکھ کر بھیجنا۔"

"کیوں کس لیے؟"

اُس نے پھر اچانک مُڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد اُٹھ کر گاڑی کی کھڑکی تک گیا پھر اُسے بند کر کے واپس اپنی جگہ پر آ بیٹھا۔

"کیوں کیا تھا؟" میں نے مسکراتے ہوئے پُوچھا۔

اس نے سر کو حرکت دے کر باہر کی طرف اشارہ کیا پھر دبی آواز سے کہنے لگا۔ "کوئی آدمی کھڑکی کے پاس کھڑا کان لگائے ہماری باتیں سُن رہا تھا!"

باب - ۳

روانگی

اُس وقت میں نے اس واقعہ کو سرسری سمجھ کے نظر انداز کر دیا۔ لیکن جیسا آپ دیکھیں گے یہ واقعہ مجھے آگے چل کر یاد آنا تھا کم از کم ایک بات مجھ کو اچھی طرح معلوم تھی یعنی یہ کہ جرمنی کے درجہ اوسط کے لوگ ہمارے ملک برطانیہ کے باشندوں سے یہ ایک اختلاف عظیم رکھتے ہیں کہ اُن میں راز جوئی کی عادت بہت ہے جہاں دو شخصوں کو باتیں کرتے دیکھیں گے ضرور کان لگا کر سُننے کی کوشش کریں گے۔

رڈی نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا پھر کہنے لگا۔

"بس پانچ منٹ باقی رہ گئے۔۔۔ اچھا اب سنو آئیویا۔ میں ایک راز کی بات تم سے کہنا چاہتا ہوں۔ میرا ارادہ کل ایک سرکاری کام کے سلسلہ میں برلن جانے کا ہے۔۔۔"

" اوہ کیا واقعی!" میں نے پُراشتیاق نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اُس نے ایک دو بار سر کو حرکت دی پھر کہنے لگا " ممکن ہے مجھے اُس کام کے سلسلہ میں وہاں ایک ہفتہ ۔ ۔ ۔ یا دس دن کے لئے ٹھہرنا پڑے۔ میری دلی آرزو یہ تھی کہ تمہیں ساتھ لے کر برلن کی خوب سی سیر کراؤں۔ میں نے اس بارہ میں پہلے سے سارا پروگرام سوچ رکھا تھا۔ ایک دن ہم برسٹل ہوٹل میں لنچ کھانے جاتے۔ جہاں سارا سامان پاکیزہ اور لطیف ہے۔ اس کے بعد میں تمہیں قیصر اعظم کا محل شاہی دکھانے ساتھ لے جاتا۔ رات کا کھانا ہم کسی دوسرے ہوٹل ایڈلن یا اسپاینیڈ یا ویئر گارڈن میں جن کے کشادہ چبوترے اپنی دلکش فضا کے لئے مشہور ہیں کھاتے۔ ایک رات کسی میوزک ہال میں چلے جاتے دوسرے دن تھیٹر دیکھتے اور اس طرح گھومتے ہوئے برلن کے سب اچھے اچھے مقامات کا دورہ کرتے میں اس شہر کی چپہ چپہ زمین سے واقف ہوں اس لئے ۔ ۔ ۔ "

" پروگرام تو تم نے خوب سوچ رکھا تھا " میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" بشرطیکہ تم اس پر رضامند ہو سکو " اُس نے التجائی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ " میں کل شام تک رات کے کھانے سے پہلے پہلے برلن پہنچ جاؤں گا کیا تم اتنی سی دیر کے لئے بھی میرا انتظار نہیں کر سکتی ہو؟ "

میں تھوڑی دیر چپ چاپ سوچتی رہی رڈی کے ساتھ مل کر برلن کے بازاروں اور مقامات تفریح کی سیر کرنا بے شک ایک بڑی خوش آئند بات تھی اور چونکہ مجھے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نظر نہ آتا تھا کہ عنقریب لندن واپس جا کر پھر وہی کبھی نہ ختم ہونے والی یکسانیت کی زندگی بسر کرنی شروع کر دوں۔ اس لئے چاہتی تھی عارضی طور پر جو خوشی اس جگہ رہ کر حاصل کی جا سکتی ہے اُس سے ضرور فائدہ اُٹھانا چاہیئے۔ یہ ایک ایسی یاد ہوگی جو میری پریشانی کے لمحوں کو قابل برداشت بنانے کا ذریعہ ثابت ہو

سکے گی۔

"چلو اچھا میں انتظار کروں گی" میں نے آخر کار کہا۔

اُس نے طفلانہ مسرت سے دونو بازو میرے گرد ڈال دیئے اور بے خود ہو کر کہنے لگا۔

"آلیوبا۔ تم کتنی پیاری لڑکی ہو! اس وقت ہاں کہہ کر تم نے سچ مچ میرے تن مُردہ میں نئی جان ڈال دی۔"

"دیکھو رڈی احمق نہ بنو" میں نے اس کی گرفت سے نکلتے ہوئے کہا: "تم نے تو سچ مچ میرا نیا فراک خراب کر دیا۔ لیکن دیکھو ایک بات کہتی ہوں میں اگر تمہارے اصرار پر ایک آدھ دن کے لئے برلن کا قیام منظور کر لوں تو خدارا اس کا حال کسی سے نہ کہنا! . . . کیا سمجھے گئے؟ ڈاکٹر وان ہنش اور ان کی بیگم سے تو کسی حال میں نہیں! وہ پرانے خیالات کے آدمی ہیں اور اگر اُن کو معلوم ہُوا کہ میں اکیلی تمہارے ساتھ برلن کی سیر کرتی پھر رہی ہوں تو ان کے دلوں کو بھاری صدمہ پہنچے گا"

رڈی قہقہہ مار کر ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

"تم ان کے صدمہ کا حال کہتی ہو۔ اس وقت اُن کے دلوں کی کیا کیفیت ہوگی۔ جب سنیں گے کہ رڈی اپنی عزیز از جان آلیوبا کو رات بھر برلن کے مقامات تفریح کی سیر کراتا پھرا تھا۔"

میں نے صورت انکار سر ہلایا اور کہا۔

"رڈی اب تم حد سے زیادہ حریص بنتے جا رہے ہو میں نے اس کا وعدہ تو نہیں کیا . . ."

اُس نے میرے دونو ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے پھر پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میری نازک بدن آلیویا - ایسی نامہربان نہ بنو - برلن کی وہ رقص گاہ جسے پہلے ڈا ڈالس کہتے ہیں آدھی رات سے پہلے نہیں کھلتی اور اس میں دن نکلنے تک رقص و سرود کا دَور قائم رہتا ہے اگر ایک رات کے لئے برلن ٹھہر جانا پڑا تو اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے ؟"

"تم سمجھے نہیں میرے برلن ٹھہرنے سے کئی قباحتیں پیدا ہو سکتی ہیں ڈاکٹر وان ہنش بار بار یہی کہتے تھے . . ."

"سراسر فضول اور بے بنیاد اندیشے جو بڈھوں کے دلوں میں اکثر پیدا ہوا کرتے ہیں ورنہ چوبیس گھنٹوں کے قیام سے یقیناً تمہاری زندگی نہ پلٹ جائے گی اور کوئی ایسی ناگہانی افتاد بھی نازل نہ ہوگی جس کی طرف سے کسی طرح کا اندیشہ ہو بڑی بات تو آخر یہی تھی کہ تم قدیمہ شلاز کی حدود سے دُور چلی جاؤ - سو ہو گئی"۔

مَیں نے آہستہ آہستہ اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے نکال لئے - روڈسی کے سامنے زیادہ دیر تک انکار کئے جانا غیر ممکن تھا بہر حال میں نے کہا "دیکھو مَیں کوئی خاص وعدہ نہیں کرتی - جس طرح حالات اجازت دیں گے کرلوں گی" پھر کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے کہا "گاڑی چھوٹنے میں اب صرف ایک منٹ باقی رہا ہے کیا بہتر نہ ہوگا تم اب پلیٹ فارم پر چلے جاؤ ؟"

"مگر مَیں تب تک نہ جاؤں گا جب تک یہ معلوم نہ کرلوں کہ مجھے برلن میں کس جگہ تم سے ملنے کا موقعہ نصیب ہوگا . . . یہ بتاؤ آلیویا تم برلن پہنچ کر کس جگہ ٹھہرو گی ؟"

"کانٹی نینٹل ہوٹل میں - غالباً تم نے یہ نام سُنا ہوگا ؟"

"تو مَیں کانٹی نینٹل کو بھولا ہوں اچھا - کل رات آٹھ بجے وہیں میرا انتظار کرنا!"

مَیں نے سر کے اشارہ سے ہاں کہی - حقیقت یہ ہے کہ رفتہ رفتہ مجھے ان بھی

واقعات سے دلچسپی ہونے لگی تھی۔حالات سے پتہ چلتا تھا کہ برلن میں ضرور مجھے چند دن قیام کرنا پڑے گا۔ رڈی سے میں نے کہا " دیکھو میں نے اپنا سامان تو سیدھا لندن کو بُک کرادیا تھا صرف یہ ایک سوٹ کیس میرے پاس ہے۔کیا اس سے کام چل جائے گا؟"

" اس کا مضائقہ نہیں۔بات یہ ہے برلن میں ہم لوگ آدابِ زندگی کے اتنے پابند نہیں جتنے لندن کے رہنے والے " اس کے بعد وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا نازک بدن آلیورا "پھر اس نے پرجوش لہجہ میں کہنا شروع کیا۔" درحقیقت تم نہیں جانتی ہو کہ تمہارے وعدہ سے میرے دل کا مرجھایا ہوا کنول کس طرح پھر سے ہرا ہو گیا ہے اب مجھ کو چند گھنٹے بسر کرنے بھی محال ہو جائیں گے " اس نے دونو بازو میرے شانوں پر رکھ دیئے۔پھر کہنے لگا " دیکھو میں عارضی الوداع کہتا ہوں دائمی نہیں۔مجھے ناامید تو نہ کرو گی ؟ "

" ہرگز نہیں۔میں ضرور تم سے ملوں گی ! "

اس وقت مجھ سے بے شک ایک کمزوری سرزد ہوئی۔ایک نئی میں حالات سے مجبور تھی گذشتہ چوبیس گھنٹوں کے ہنگامہ خیز واقعات سے گذرنے کے بعد مجھے کسی کی دوستانہ شفقت اور ہمدردانہ برتاؤ کی ضرورت تھی۔میں اپنی سب خوشیاں پیچھے چھوڑے جاتی تھی۔اور مستقبل اندھیرے میں چھپا تھا۔میں نہیں جانتی تھی آئندہ میری زندگی کن حالات میں بسر ہوتی ہے۔اس کے علاوہ رڈی کی مست آنکھوں میں گہری التجا پوشیدہ تھی۔پس میں نے اُسے ایک رخصتی الوداعی بوسہ دینے کا موقعہ دے دیا۔یہ سچ ہے میں صحیح معنوں میں اس سے محبت نہ کرتی تھی۔وہ ایک کمسن لڑکا تھا۔اس کے علاوہ میں اس وقت تک کسی مرد سے محبت کا آغاز کر ہی نہ سکی تھی۔رڈی خوبصورت شکیل اور نیک سیرت تھا میں نے خود بھی اس کو پوری سرگرمی سے جوابی بوسہ دیا !

عین اس وقت ریل کے پلیٹ فارم پر کسی کی پُرشور کرخت آواز یہ کہتے سنائی دی "اُترنے والے اُتر جائیں . . . گاڑی چھوٹنے لگی ہے! "

رڈی نے پھر ایک بار "آف ویڈرسہن" کہا جو جرمن زبان میں عارضی الوداع کے معنی رکھتا ہے۔ پھر جلد جلد اپنی فوجی ٹوپی اور دستانے ہاتھ میں لے کر گاڑی سے اُتر گیا۔

ٹرین نے فوراً رفتار پکڑلی اور سٹیشن یارڈ کے کانٹوں کو عبور کر کھٹا کھٹ کی تیز آواز پیدا کرتی منزل نامعلوم کی طرف سے چلی

باب - ۴

سفر

چونکہ صرف چند گھنٹوں کے آرام کی مہلت حاصل تھی اور مجھ کو معلوم تھا کہ گاڑی دن نکلنے کے بعد جلدی ہی برلن پہنچ جائے گی۔ اس لئے میں نے تبدیلِ لباس کی زحمت گوارا نہ کی۔ صرف اپنے سوٹ کیس سے کمونو نکال کر کپڑوں کے اوپر پہن لیا اور اپنا چاندی کی پُشت کا آئینہ سامنے رکھ کر سونے سے پہلے اپنے مُنہ پر کریم ملنے لگی۔

ایسا کرتے ہوئے میں سوچتی جاتی تھی کہ یہ عورت فلوریا دان ہلگرینی جس کے ہاں سے مجھ کو میجر ایبٹ کا بتایا ہُوا نیلے رنگ کا لفافہ نکال کر لانا تھا کس قماش کی عورت ہوگی۔ اور مجھے اس سے ملنے کا کیا بہانہ کرنا چاہیئے۔ میجر ایبٹ نے اتنا ضرور مجھکو بتایا تھا کہ وہ اوپرا میں گانے کا پارٹ کیا کرتی ہے اور اس کے

ساتھ ہی مشورہ دیا تھا ۔ کہ اگر میں بہت سویرے اس کے مکان پر چلی جاؤں اور نوکرانی کے روبرو یہ بہانہ کردوں کہ میں اس کی مالکن کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کیا چاہتی ہوں ۔ تو پھر یقینی طور پر مجھ کو اتنی سی دیر کے لئے کمرہ نشست میں بیٹھنے کا موقعہ مل جائے گا کہ گراموفون ریکارڈ کی الماری کھول کر لفافہ نکال لیا جائے

بظاہر یہ کام بالکل سہل اور معقول تھا لیکن عملی زندگی میں بارہا دیکھا گیا ہے کہ آدمی کی سوچی ہوئی تدبیریں اور ترکیبیں سب دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور غیب سے کچھ اس طرح کے حالات رونما ہوتے ہیں جن کا سوچنے والے کو خواب میں بھی خیال نہ آسکتا تھا ۔ مثال کے طور پر کیا تعجب اس عورت فلوریا کی خادمہ ۔۔۔ کیا نام لیا تھا اس کا ۔۔۔ ہاں یاد آگیا ہیڈوک ۔۔۔ اگر یہ نوکرانی ہیڈوک مجھ سے سوال پوچھے کہ تم کیا بیچنے کو لائی ہو اور کہے تم یہاں رہ کر انتظار کرو میں یہ چیز اپنی مالکن کو دکھا لاتی ہوں تو پھر میں کیا کرسکوں گی ؟ اس کے علاوہ مجھے اپنی سوچی ہوئی ترکیب کے سلسلہ میں لازمی طور پر کوئی چیز دکھلانے کو ساتھ لے جانی چاہئیے ۔۔۔

لیکن کیا ؟ یقیناً وہ کوئی غیر معمولی مہنگی اور نفیس چیز ہونی چاہیئے جس سے اس نامور گویا عورت کو دلچسپی ہو ۔ اور میں بغرض سہولت اپنا سارا سامان لندن میں چھوڑ آئی تھی صرف ایک سوٹ کیس میرے پاس تھا جس میں ۔۔۔

لیکن دفعتاً مجھ کو یاد آگیا ایک دفعہ والد میرے لئے بیش قیمت نیلا شال خرید کر لائے تھے اُن کی وہ یادگار اب تک میرے پاس باقی تھی بس یہی ایک چیز ایسی تھی جو میں فلوریا کو دکھانے اپنے ساتھ لے جا سکتی تھی لیکن دوسری طرف یہ بھی امر واقعہ ہے کہ میں اس شال کو کسی قیمت پر فروخت کرنا نہ چاہتی تھی پس انتہائی صورت یہی ممکن ہو سکتی تھی کہ میں شال دکھلانے

کو سانتھ لے جاؤں۔ مگر قیمت اتنی گراں رکھوں کہ وہ کسی حال میں اس کو خریدنا منظور نہ کر سکے۔

یہ سارے خیالات اس وقت ایک ایک کر کے میرے دل میں پیدا ہونے لگے تھے۔ جیب میں سنہرے ڈاٹ کی شیشی پاس رکھے آئینہ کے روبرو بیٹھی رخساروں پر کریم مل رہی تھی بہرحال ان خیالات کے باعث جوش اور شوق کی تیز لہریں مجھے اپنے بدن میں پیدا ہوتی معلوم ہونے لگیں۔ پیش آمدہ مہم ابھی سے میرے شوق عمل کو تیز کرنے لگی تھی۔ حقیقت حال یہ ہے کہ مجھ کو ہمیشہ رومان کی دُنیا سے غیر معمولی دلچسپی رہی تھی اور میں ایسے کاموں میں حصہ لئے بغیر نہ رہ سکتی تھی جن کے پورا کرنے میں کئی طرح کے خطرات پیش آنے کا اندیشہ ہو لیکن اس میں میری کسی ذاتی خصوصیت کو دخل نہ تھا۔ خاندان ڈیبر کے خون میں یہ افتاد قدیم سے قائم چلا آتا تھا۔ میں پیشتر بیان کر چکی ہوں کہ میرے خاندان کے نام لیواؤں نے اس وسیع و عریض دُنیا میں جا بجا سلطنت برطانیہ کی بنیادیں قائم اور مستحکم کرنے میں نمایاں حصے لئے تھے۔ ایک طرح پہ میرے خاندانی بزرگوں کی یہ کوشش بھی گولف کے کسی پرانے کھلاڑی کی اس کوشش سے ملتی جلتی تھی جو وہ کھیل کے نئے نئے میدان تیار کرنے کو کیا کرتا ہے لیکن جہاں گولف کا کھلاڑی اپنی کوشش کی یادگار میں کئی سبزہ زار چھوڑتا ہے میرے خاندانی بزرگوں نے روئے زمین پر جا بجا بکھری ہوئی چند قبریں اپنی یادگار چھوڑی تھیں۔ جہاں جہاں سلطنت برطانیہ کا جھنڈا کسی افق پر لہراتا تھا ان سارے مقامات پر میرے اسلاف کی قبریں جا بجا بکھری ہوئی پائی جاتی تھیں اس میجر ڈیبر سے لیکر جو سرزمین امریکہ میں جنرل بریڈک کے ہمراہ گیا اور وہیں مارا گیا تھا والد کے برادر اکبر تک جو بیچارے مشرق کی تیز گرمی برداشت نہ کر کے مرض

پیچش میں مبتلا ہوا اور جب جرنیل کچنر کے ہمراہ خرطوم کی سمت میں چلا جا تا تھا تو وادی حلفہ میں دم توڑ کے رہ گیا اور والد نے وہیں اس کی قبر تیار کی -

لیکن اس عمر بھر کی خدمت گذاری کا واحد صلہ جو ہمارے پاس اب تک باقی تھا - چند زنگ آلود تلواریں تھیں جنہیں بہن نے شیشم کے گلاس کیس میں بڑے اہتمام سے سجا رکھا تھا اور گو خاندان ڈیبز کے نام لیواؤں میں اب کوئی فرد واحد ایسا نہ تھا جو فوجی خدمات سرانجام دیتا۔ تاہم خون کے اثرات اب تک قائم چلے جاتے تھے - اور وہی میری رگوں میں بھی موجود تھے -

والد بارہا کہا کرتے تھے کہ قدرت نے بھول کر مجھے بیٹوں کے عوض بیٹیاں عطا کر دیں۔ لیکن اس غلطی کی تلافی اس طرح کی کہ ان میں سے کم از کم ایک (اشارہ میری طرف تھا) بیٹے کی مانند دلیر - حوصلہ مند اور توانا ہے اور مردوں کی طرح کسی خطرہ کے کام میں ہاتھ ڈالنے سے نہیں جھجکتی - مجھ کو وہ زمانہ یاد ہے جب وہ مجھے اپنے زانو پر بٹھا کر پیار کرتے ہوئے کہا کرتے تھے "بیٹی آلیویا اگر تم لڑکا بن کر آتیں تو یقینی طور پر سپاہیانہ زندگی بسر کرتیں -" اور یہ امر واقعہ ہے کہ خود مجھ کو سپاہیانہ زندگی سے غیر معمولی دلچسپی تھی - والد کے عین حیات میں میرا بچپن آلڈر شاٹ کی فوجی چھاؤنی میں ہی گذرا - جہاں میں ہر وقت برطانی سپاہیوں کو قواعد کرتے اور فوجی وردیاں پہنے ہوئے دیکھتی - ڈھول اور تاشہ کی نہ ختم ہونے والی آوازیں اور فوجی بگلوں کا شور سنتی - فوجی ریویو کے موقعہ پر ہر طرف پھیلی ہوئی چہل پہل میں حصہ لیتی اور بارہا جب راتوں کو والد کے زیر کمان ہائی لینڈ رفوج کے جوان درد ناک لَے سے بین بجاتے تو ان آوازوں کے زیر اثر اپنے خون میں تیز گردش محسوس کرتی تھی - یہ اور ایسی ہی بے حساب گذری ہوئی باتیں خواب

کی مانند مجھ کو اب تک یاد تھیں - چھوٹی سی عمر میں میری وہ خاص معروفیتیں یہی تھیں کہ یا تو والد کے سپاہی نوکر بڈھے میک ٹیوش کے پاس بیٹھ کر بھولے ہوئے جنگی کارناموں کا حال سُننا یا فوجی لائبریری میں اس طرح کی کتابیں پڑھنا جو شکار جنگ یا مہمی واقعات سے تعلق رکھتی ہوں . . . بس ایسی ہی باتوں سے مجھ کو دلچسپی تھی اور میں ہمیشہ انہی کی خواہش مند رہا کرتی تھی -

اور اب دیکھئے کس طرح تقدیر نے میری قابلیت کا امتحان لینے کو ایک غیر معمولی مہمی واقعہ میری راہ میں لا ڈالا - جس وقت صبا رفتار ٹرین رات کے سناٹے میں مسافت قطع کرتی اندھا دھند تیز چلی جاتی تھی میں اپنی سیٹ پر بیٹھی یہ سوچ کر دل ہی دل خوش ہوتی تھی کہ آخر کار ایک ایسے امتحان سے گذرنے کا موقعہ ملنے لگا ہے - جس کی والد کے دل کی سچی آرزو ہُوا کرتی تھی - اور اگر سچ مچ ہمارے مردہ درفتہ بزرگوں کی روحیں ہر وقت ہمارے آس پاس رہ کر ہماری ہر نقل و حرکت کو دیکھتی ہیں تو پھر یقینی طور پر وہ میرے آج کے ارادوں سے ضرور خرم و مسرور ہوں گی - اتنی گہری محبت اس وقت مجھ پر طاری ہوئی کہ زمانہ گذشتہ کے خاندان ڈیز کے وہ شجاع اور دلیر جنگجو جو مختلف موقعوں پر مختلف مقامات میں سلطنت برطانیہ کے قیام کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دے چکے تھے ان کی روحیں مجھے اپنے آس پاس موجود نظر آنے لگیں اور گو میں ایک خطرناک کام میں ہاتھ ڈالنے کے موقعہ پر بے یار و مددگار اور اکیلی تھی لیکن پھر بھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھے اپنے خاندانی بزرگوں کی سچی دُعائیں کامیابی حاصل ہے -

اُس وقت جب گاڑی اندھیری رات میں پُر شور آوازیں پیدا کرتی منزل مقصود کی طرف چلی جاتی تھی میں نے تہیہ کر لیا کہ اپنے آپ کو اپنے خاندانی بزرگوں

کی سچی یادگار ثابت کرنے کی کوشش کروں گی - یہ سچ ہے کہ اُن اوقات خاص میں ضرور مجھے اپنا دل ڈوبتا معلوم ہونے لگتا تھا - جب ایک منحوس لنگڑے کی صورت مجھے چشم تخیل کے سامنے نظر آتی - لیکن میں جوان تھی اور دلیر - اس لئے فوراً ان خطرات موہوم کو نظر انداز کر دیتی

کریم ملنے کا عمل پورا ہو چکا تو میں نے صاف کپڑے سے منہ پونچھا اور آئینہ سوٹ کیس میں رکھ دیا - سوٹ کیس میں نے اس خیال سے کھُلا ہی رہنے دیا تھا کہ صبح ہونے تک اسے بند کرنے کی کوئی خاص حاجت نہ تھی - آئینہ کبھی میں اکثر باہر رکھا کرتی تھی لیکن جب سے ایک بار پیرس کے کسی ہوٹل میں میرا قیمتی آئینہ گم ہوا میں اس کے متعلق زیادہ محتاط رہنے لگی تھی - غرض سب تیاریاں مکمل کرنے کے بعد میں نے گاڑی کے اس حصہ کا دروازہ جو میرے سونے کے لئے مخصوص تھا اندر سے بند کر لیا - بتی بجھا دی اور آرام کرنے کے خیال سے لیٹ گئی -

نہیں کہہ سکتی گاڑی کے خوشگوار ہچکولوں نے کب مجھے تھپکیاں دے کر سلا دیا - بہرحال میں بالکل بے خبری کی نیند سوئی اور اس وقت آنکھ کھلی جب دن نکلا ہوا اور کوئی میرے خانہ کے بند دروازہ کو زور زور سے بجا رہا تھا - میرے آواز دینے پر کسی نے دروازہ کے قفل میں کنجی گھمائی اور اس کے ساتھ ہی ریفریشمنٹ کار کا ایک نوکر تاب ہاتھ میں لئے داخل ہُوا -

" آداب عرض فرالین " اس نے اندر آکر کہا " آپ بہت بے خبری کی نیند سوئیں میں کب سے کھڑا دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا - خیر اب برلن پہنچنے میں صرف آدھ گھنٹہ باقی رہا ہے اور میں آپ کے لئے گرم قہوہ کی ایک پیالی لایا ہوں "

میں نے کھڑکی سے باہر نظر ڈالی گاڑی ایک ایسے قطعہ زمین کو پار کر رہی تھی جس میں حد نگاہ تک کہیں ریت کہیں پانی اور کہیں چیڑ کے درخت اُگے

ہوئے نظر آتے تھے۔ مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے صبح کی روشنی بھی پھیکی اور
بے لطف تھی۔ میں نے قہوہ نوش کیا اور اس کے پینے سے رفع کسل میں کافی مدد ملی
اس کے بعد میں نے اٹھ کر لباس کی چند ضروری تبدیلیاں شروع کیں۔ کیونکہ منزل اب
بالکل قریب تھی۔

لیکن جس وقت میں نے سوٹ کیس کھولا تو معلوم ہوا وہ آئینہ جسے میں نے
کپڑوں کے نیچے دبا کر رکھا تھا اب اُن کے اُوپر پڑا ہے! اُس وقت میرا ماتھا
ٹھنکا اور میں نے حالت اضطراب میں اس بغلی میز کی طرف نظر ڈالی جہاں سوتے
وقت میں نے بے فکری سے اپنا وہ پرس جس میں ڈاکٹر وان ہنش کا دیا ہوا سب
روپیہ اور میرا لندن تک کا ٹکٹ بھی بند تھا میں نے سوتے وقت اس جگہ رکھا تھا اب
یہ سوچ کر گھبراہٹ ہونے لگی کہ اگر سچ مچ میرے سوتے میں کسی نے اندر آ کر سامان
کی تلاشی لی ہے تو ممکن ہے نقدی کا بٹوہ یا کوئی اور چیز بھی اڑا لے گیا ہو اور
چونکہ میرا کل سرمایہ اسی پرس کے اندر بند تھا اس لئے خیال کے آتے ہی دنیا میری
نظروں میں اندھیر ہونے لگی لیکن ...

خدا کا شکر ہے پرس اپنے مقام پر رکھا ہوا اور نقدی جوں کی توں موجود تھی!

مگر جب اس کے بعد میں نے سوٹ کیس کھول کر زیادہ غور کے ساتھ
دیکھا تو معلوم ہوا سارا سامان اُلٹا پلٹا گیا ہے۔ غنیمت ہے کوئی چیز گم نہ ہوئی
تھی لیکن پھر بھی اس کے معنی یہی سمجھے جا سکتے تھے کسی شخص نا معلوم نے دروازہ
کھول کر میری چیزوں کی تلاشی لی۔ چونکہ ریلوے ملازم نے جب وہ قہوہ لے کر آیا تو
باہر سے کنجی لگا کر دروازہ کھولا تھا۔ اس لئے میں سمجھ گئی کہ اگر اسی طرح کی کنجی کسی کے
پاس موجود ہو تو اس کے لئے اندر چلے آنا ذرا بھی غیر ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس کے
علاوہ میں چونکہ حال کے واقعات پُر خروش کی وجہ سے بے حد تھکی ماندی تھی

اس لئے ایسی بے خبری کی نیند سوئی کہ مجھے کسی کے آنے کا حال بالکل معلوم نہ ہو سکا
بہر حال دو سوال رہ رہ کر دل میں پیدا ہوتے تھے یعنی اندر آنے والا کون تھا.
اور کیوں اُس نے تلاشی لی ...؟

اس وقت مجھ کو پاس والی سیٹ کا مسافر یاد آیا جس کا سونے کا خانہ میرے خانہ سے متصل اور دونوں میں فقط ایک چوبی دیوار حائل تھی یعنی وہ زرد اوورکوٹ والا اجنبی جسے رڈی نے ایک بار کان لگا کر ہماری باتیں سنتے ہوئے بھی دیکھا تھا...

باب ۔ ۵

امید و بیم

قدرتی طور پر اس دریافت کے بعد میرے دل میں طرح طرح کے ہولناک اندیشے جاگزیں ہونے لگے ۔ دستی آئینہ ہاتھ میں لئے میں اپنی سیٹ پر بیٹھی تھی اور سردی کی تیز لہریں رہ رہ کر مجھے اپنے بدن کے ہر حصہ میں پھرتی معلوم ہوتی تھیں ۔

اس دوران میں ریل گاڑی شب بھر کی مسافت کی تھکی ہوئی جلد از جلد منزل مقصود پر پہنچنے کے لئے اپنی رفتار کو اور تیز کر رہی تھی ۔ چھوٹی چھوٹی پلیوں کے اوپر سے گزرتی رستہ کے چھوٹے سٹیشنوں کو آندھی کی رفتار سے پیچھے چھوڑتی نہ ختم ہونے والی پر شور آوازیں پیدا کرتی وہ کھٹا کھٹ کھٹا کھٹ چلی جاتی تھی اتنے میں زرد رنگ کا سورج بادلوں کے اندر سے نمودار ہوا ۔ اور جب اس کا عکس آب پاشی کی نہروں پر پڑنے لگا تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا نشیب کھیتوں اُر

میدانوں میں لاتعداد لمبی سفید چھریاں چمک رہی ہیں۔ صبح کی اس دھند کی مانند جو آفتاب کے سامنے رفتہ رفتہ ہٹتی جا رہی تھی میری اپنی آنکھوں کے آگے سے سکون و اطمینان کا پردہ بھی اس ہولناک حقیقت کے پیش آنے سے جس کا مجھ کو گمان تک نہ ہو سکتا تھا ہٹنا شروع ہو گیا اور میں دھڑکتے ہوئے دل سے یہ محسوس کرنے پر مجبور ہوئی کہ میری حالت کتنی خطرناک ہے۔ فی الحقیقت ناگفتہ اندیشے اس طرح واضح اور ٹھوس میری آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے۔ جیسے تاریخی کے وہ کھمبے جو ان کے دونوں طرف لگے ہوئے ہوتے ہیں۔

ایک بات تو مجھ پر جلدی ہی واضح ہو گئی یعنی جو شخص سوتے میں میرے سامان کی تلاشی لینے آیا خواہ وہ میرا زرد پوش ہمسایہ تھا یا کوئی اور یقینی طور پر اسے ایک ہی چیز کی تلاش تھی یعنی اس نیلگوں لفافہ کی جس کا ذکر میجر ایبٹ نے مجھ سے کیا تھا اور جس کے متعلق میں اس خیال میں پڑی ہوئی تھی کہ اس کا حال میرے یا میجر ایبٹ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ لنگڑے گرنٹ کا فاصلہ عظیم طے کر کے موقعہ واردات پر پہنچنا۔ بیچارے اٹلی مین کا ذلیل و خوار ہو کر اپنے وطن کو رخصت ہونا۔ ڈاکٹر وان ہنش ایسے ضعیف دماغ آدمی کا ایک مرد ملعون کی دھمکیوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہونا ان ساری باتوں کی بنا پر میں یہ سمجھے ہوئے تھی کہ میجر ایبٹ کوئی غیر معمولی بلند درجہ کا قیدی تھا۔ لیکن وہ بدنصیب اپنے فرار کے لیے ایک گھنٹہ کے اندر پھر دشمنوں کے قابو آ گیا۔ خدا کو بہتر معلوم تھا کہ وہ اب جیتا ہے یا مر گیا لیکن دونوں صورتوں میں وہ دشمنوں کے قابو میں تھا اور اس معاملہ کو یہیں ختم ہو جانا چاہیئے تھا لیکن اس کے دوبارہ پکڑے یا مارے جانے کے باوجود اگر یہ سلسلہ اب تک جاری تھا تو یقینی طور پر اس معاملہ کی تہ میں کوئی نہ کوئی بات تھی

کسنی ہوگی۔

میرے خیالات پھر ایک مرتبہ اس آدمی گرنٹ کی طرف گئے۔ آخر وہ کون تھا جس کے سامنے بڑے سے بڑے آدمی تھر تھر کانپتے نظر آتے تھے؟

اس کی موٹر کا گرد آلود ہونا اور شوفر کا بے ہوشی کی سی حالت میں وہیں پر جھک کر سوتے دکھائی دینا یہ باتیں ظاہر کرتی تھیں کہ وہ کسی دور کے مقام سے چل کر شلانز پہنچا تھا۔ اگر وہ برلن سے چلا تھا تو بھی صدہا میلوں کا [illegible] لیکن سوال جو میرے دل میں پیدا ہوا یہ تھا کہ وہ شلانز میں کرنے کیا آیا تھا؟ صرف بدنصیب وان آرگ میبش کو موقوفی کا حکم سنانے یا ہمارے خانہ باغ میں اِدھر اُدھر پھر کر یہ معلوم کرنے کے لئے نہیں کہ قیدی نے اپنا کوئی نشان وہاں چھوڑا تھا . . .

پیشتر یہ سب باتیں مجھ کو قرین قیاس نظر آتی تھیں لیکن اب بدلے ہوئے حالات میں میں اُن کو فضول سمجھنے پر مجبور ہوگئی تھی۔ اب معلوم ہوا کہ گرنٹ کی دلی خواہش کیا تھی۔ قیدی کو دوبارہ پکڑنا یا اگر وہ گرفت میں نہ آسکے تو اسے گولی مار کر مار دینا یہ سب ایسی باتیں تھیں جنہیں جزوی تفصیل میں داخل سمجھا جا سکتا تھا اصل مدعا کچھ اور تھا۔ گرنٹ کو مفرور کی ذات سے کوئی دلچسپی نہ تھی بلکہ فقط اس کام سے کام تھا جس کے لئے یہ شخص میجر ایبٹ انگلستان سے جرمنی آیا تھا۔ زیادہ صاف لفظوں میں گرنٹ کے خبر پاتے ہی شلانز میں دوڑے دوڑے آنے کا راز صرف یہ تھا کہ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا قیدی نے وہ نیلگوں لفافہ کیا اپنے پاس رکھا ہوا تھا یا کسی اور کے حوالے کر دیا؟ چونکہ جامہ تلاشی میں وہ لفافہ اس کے پاس نہ نکلا ہوگا اِس لئے ننگڑے کی نظر بار بار میری ہی طرف جاتی تھی اور وہ سمجھتا تھا کہ یقینی طور پر وہ میرے قبضہ میں ہے۔

یہ بات کہ اس لفافہ کے برلن کی ایک مغنیہ کے کمرہ نشست میں چھپا کر رکھا ہوا ہونے کا راز لنگڑے شیطان سے پوشیدہ تھا یوں بھی واضح ہوتی تھی کہ اُس کے کسی کارکن نے میرے سوتے میں سوٹ کیس کی تلاشی لی۔ اس تلاشی کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ وہ لوگ دیکھنا چاہتے تھے۔ کیا میں وہ نیلا لفافہ اپنے ساتھ لئے پھرتی ہوں؟ یقینی طور پر گرنٹ نے حالات کی بنا پر یہی نتیجہ نکالا تھا کہ آزادی کے اس عرصہ قلیل میں جو مغرور قیدی کو حاصل ہوا اس نے ضرور وہ لفافہ اپنے کسی رفیق یا مددگار کے حوالہ کر دیا ہوگا۔ اور قلعہ کے آس پاس میرے سوا دوسرا کون تھا جس کی نسبت گمان کیا جا سکتا کہ وہ میجر ایبٹ کا معاون یا مددگار ہو سکتا ہے۔

غرض سارے حالات دیکھتے ہوئے میرے لئے اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ بھی مشکل ثابت نہ ہوا کہ اس لفافہ کے متعلق سب سے زیادہ شک و شبہ میرے ہی برخلاف پیدا ہو سکتا تھا۔ قلعہ کے آس پاس میں ہی ایک باشندہ انگلستان تھی .. قیدی کی ہموطن عورت ... جس سے سمجھنے والے بڑی آسانی سے سمجھ سکتے تھے کہ میجر ایبٹ نے حراست سے نکلتے ہی وہ لفافہ حفاظت کی غرض سے میرے حوالہ کر دیا ہوگا۔ اب اگر میں چند دن برلن میں ٹھہر گئی تو وہ لوگ اور بھی زیادہ مجھ پر شک کرنے لگیں گے۔ اور ممکن ہے اُن کے آدمی ہر وقت میرے پیچھے لگے رہیں۔ میں اس لنگڑے شیطان گرنٹ کی طرح قدح نہ کھولی تھی اور نہ اس کی چھپی ہوئی دھمکیوں کو نظر انداز کر سکتی تھی۔ اس کا منشائے دلی یہ تھا کہ کسی طریقہ پر میری نسبت اپنے شبہات کی تصدیق یا ان کا ازالہ کر سکے۔ یہ شخص ہر کام کو غیر معمولی اہتمام سے کرنے کا عادی تھا اور میں بخوبی سمجھ سکتی تھی کہ وہ اپنی تحقیقات کے سلسلہ میں آسانی سے میرا پیچھا چھوڑنا پسند نہ کرے گا۔ یہی وجہ تھی کہ نیک سیرت ڈاکٹر وان ہنش نے مجھے اس بات کی

بار بار تاکید کی تھی کہ میں سیدھی انگلستان چلی جاؤں اور کسی حال میں برلن نہ ٹھہروں۔

زندگی بھر میرا یہ دستور العمل رہا ہے کہ واقعات کو اُن کی صحیح صورت میں پیش نظر رکھا جائے۔ اس وقت بھی لباس کی ضروری تبدیلیاں کرتے ہوئے میں نے پھر ایک بار حالات پر جھک نظر بازگشت ڈالنے کی کوشش کی اور اس ناقابل انکار نتیجہ پر پہنچی کہ اگر مجھے میجر ابیٹ سے کیا ہوا اپنا وعدہ وفا کرنا ہے ۔۔۔ اور میں خوب جانتی تھی کہ میں ہرگز اس وعدہ کو پورا کئے بغیر نہ رہ سکوں گی۔ تو پھر یقینی طور پر میری شکر نہ جانے کب اور کن حالات میں اس بے رحم۔ کینہ توز شیطان سرخ لنگوٹے کے ساتھ ہو!

کبھی کبھی دل میں یہ بھی خیال آتا کہ ممکن ہے میرے تمام اندیشے باطل ثابت ہوں اور یہ کام منٹوں میں بڑی آسانی کے ساتھ ہو جائے۔ جب میں اس پہلو سے غور کرتی تو کام زیادہ دشوار بھی معلوم نہ ہوتا تھا۔ برلن پہنچ کر سیدھا فلوریا کے مکان پر جانا اور لفافہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ اس میں زیادہ سے زیادہ چند گھنٹے صرف ہو سکتے تھے اور میں بڑی آسانی سے دوپہر کی گاڑی پر ۔۔۔ یا اگر اس اقرار کو ضرور ہی پورا کرنا ہے جو رڈیی سے میں نے کیا تھا تو زیادہ سے زیادہ دوسرے دن کی گاڑی پر سوار ہو کر لندن روانہ ہو سکتی تھی۔ اس سلسلہ میں ایک اور نیا سوال یہ پیدا ہوا کہ یہ عورت فلوریا وان بلگاینی کون ہے اور میجر ابیٹ سے اس کے کیا تعلقات تھے؟ یقینی طور پر اُن کا رشتہ بے تکلفانہ ہوگا اسی لئے اس نے اس کے ذاتی نام سے اس کو یاد کیا تھا۔ اور غالباً وہ قیمتی لفافہ اس نے اس کے کمرہ نشست میں بھیجا یا بھی اسی غرض سے تھا کہ یہ ایک ایسا مقام ہے جس کے متعلق گرینٹ کو کبھو لے ۔۔ بھی شبہ نہیں ہو سکتا اور

وہ کسی حال میں بھی لفافہ کو اس جگہ تلاش کرنے نہ جائے گا یا دوسری صورت یہ بھی ممکن ہو سکتی تھی کہ میجر ایبیٹ نے جلدی اور اضطراب میں وہ لفافہ ریکارڈ رکھنے کی الماری کو پہلا محفوظ مقام سمجھ کر اس میں ڈال دیا ہو۔ غرض کسی پہلو سے دیکھا جائے یہ ایک بات واضح تھی کہ گرنٹ کو بالکل معلوم نہ تھا وہ لفافہ کس مقام پر رکھا ہوا ہے اس لئے بڑی ضرورت اپنے آپ کو اس کی اور اس کے کارکنوں کی نظروں سے چھپائے رکھنے کی تھی۔ اگر میں ایسا کر سکوں تو پھر میرے لئے تھوڑی ہمت و استقلال سے اس لفافہ کو پالینا غیر ممکن نہ ہوگا۔

جی کو بہلانے کے حوصلہ انگیز خیالات . . . . . لیکن تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد میرے سینہ میں کمزوری پیدا کرنے والا یہ اندیشہ جاگزین ہوتا کہ میں اس آسانی سے اس مرد ملعون۔ اس لنگڑے شیطان کو نیچا دکھانے کے قابل نہ ہو سکوں گی۔ اس کے وسائل و اختیارات عظیم تھے۔ اس کا ارادہ بھی اٹل تھا مجھ کو رہ رہ کر اس کے وہ الفاظ جو اس نے رخصت ہوتے وقت باغ میں کہے تھے یاد آتے کہ "یہ ہماری عارضی رخصت ہے اور ہم مستقبل قریب میں ضرور ایک دوسرے سے ملیں گے!"

باب - ۶

برلن

گہری پریشانیوں میں ڈوبی ہوئی کئی طرح کے اندیشے اور وسوسے دل میں لئے لیکن رہ رہ کر اپنے آپ کو امید کا سہارا دیتی میں آخرکار برلن جا پہنچی۔

جب میں اپنے خانہ سے باہر نکلی تو میرا ہمسایہ وہی جرمن جس نے سبز دھاریوں
اور پیلی زمین کا بدنما اوورکوٹ پہن رکھا تھا۔ ڈبہ سے اُتر کے پلیٹ فارم پر کھڑا
اپنے سامان کی گنتی کر رہا تھا۔ وہ کوئی بہت ادنٰے درجہ کا جرمن کنویسیر معلوم ہوتا
تھا۔ آنکھوں پر لوہے کی کمانی کا چشمہ۔ سر پہ سبز رنگ کی مخملی ٹوپی جس میں نہ
جانے کس شوقِ نمائش کے خیال سے ایک پر ٹانک رکھا تھا۔ ایک لپٹی ہوئی چھتری
اور نقلی چمڑے کا سوٹ کیس . . . ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے میرے لئے اس نتیجہ
پر پہنچنا کچھ بھی دشوار ثابت نہ ہُوا کہ وہ کوئی ادنٰے قسم کا، بے حیثیت جرمن ہے
کم از کم اس کی نسبت مجھے کوئی گمان نہ ہو سکتا تھا کہ اس نے سوتے میں میرے سامان
کی تلاشی لی ہو۔ چنانچہ اس وقت بھی جب میں ڈبہ سے اُتری اُسنے ایک پل بھر کے لئے
نظر اٹھا کر میری طرف نہ دیکھا۔ ذرا سی دیر گاڑی کے پہلو میں کھڑا وہ اپنے سامان کی
گنتی کرتا رہا۔ پھر ان چیزوں کو مزدور سے اٹھوا کر تیز چلتا مسافروں کے ہجوم میں غائب
ہو گیا۔

مَیں نہیں جانتی صحیح وجہ کیا تھی۔ شاید یہ ان فکروں اور اندیشوں کا نتیجہ
تھا جو رہ رہ کر میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ لیکن امرِ واقعہ یہ ہے کہ شہر
برلن کے متعلق میرا پہلا اندازہ کچھ زیادہ خوشگوار ثابت نہ ہُوا۔ جس سٹیشن پر
گاڑی پہنچکر رُکی تھی۔ وہ شہر کے کسی غریب حصہ میں بنا ہُوا تھا۔ چنانچہ مَیں نے
دیکھا لندن سویرے ہی . . . اس وقت مشکل سے سات بجے تھے۔ سٹیشن کے
لمبے اور برہنہ ہال کمروں میں زرد چہروں کے کثیف پوش خستہ حال مزدوروں
کا ہجوم تھا۔ جن میں سے بعض لوکل ٹرینوں سے باہر جانے کی تیاریاں کرتے اور
بعض اس جگہ آکر اُترے تھے۔ ان کی غم آلود متین شکلیں دیکھ کر جن پہ ہنسی کا نشان
تک نظر نہ آتا تھا۔ مجھے رہ رہ کر اپنا چھوڑا ہُوا قصبہ شملا زیادہ آنے لگا۔ جس کی

فضا اس کے مقابلہ میں بدرجہا زیادہ خوشگوار تھی - ایک نیلی وردی کا ریلوے پورٹر میرا سوٹ کیس اٹھا کر ساتھ ساتھ چلنے لگا - وہ کوئی بہت بھلا مانس آدمی تھا - لیکن باہر نکلنے کے پھاٹک کے پاس جس ریلوے سپاہی سے واسطہ پڑا وہ عجیب فرعون بے سامان نکلا - اس نے میری طرف گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر ایک لوہے کا بنا ہوا نمبردار ٹکڑا میرے ہاتھ میں دے دیا اور جب میں نے پوچھا اس کا کیا مطلب ؟ تو جھنجھلا کر کہنے لگا کیا پیدل جاؤ گی یا گاڑی کرایہ کرنے کی استطاعت نہیں ہے ؟ اسے اپنے پاس رکھو - اس کے بغیر گاڑی کرایہ پہ نہ ملے گی ! '

جرمن پولیس کا یہ پہلا نمونہ تھا جو میرے دیکھنے میں آیا اور اس وقت کے بعد جب کبھی میرا واسطہ محکمہ پولیس کے قائمقاموں سے پڑا میں نے ہمیشہ یہی دیکھا کہ ہماری برطانوی پولیس سے ان کا زمین آسمان کا فرق ہے - فربہ اندام - عام حالات میں بدصورت چہرہ پہ ہر وقت غصہ اور طیش کے آثار - سر پر نوک دار ہلمٹ - ایک خم کھائی ہوئی تلوار پیٹی کے ایک طرف اور دوسری جانب بڑا سا ریوالور - ان چیزوں سے مسلح جرمن پولیس کے سپاہی عام طور پر بے سلیقہ - گنوار اور بدزبان ہی دیکھے گئے ان کی آنکھیں ہر وقت قہر آلود نظر آتی تھیں - جیسے جاپانی دیوتاؤں کی - پھر مجھ سے فارغ ہو کر یہ شخص پولیس کا سپاہی جو ریلوے کے پھاٹک کے پاس کھڑا تھا - ایک عجب طرح کی بعید از فہم بولی میں اس بے ضرر دور پر ٹوٹ پڑا جس نے میرا سامان اٹھا رکھا تھا - دونوں کا مقابلہ کرتے ہوئے مجھے اس غریب حمال کے تحمل کی داد دینی پڑتی ہے جو چپ چاپ سپاہی کی تقریر کی روانی سنتا مگر نظر بھر کر بھی اس کی طرف نہ دیکھتا تھا - بہرحال اس آپس کے بے معنی جھگڑے کے بعد وہ مجھے کرایہ کی گاڑی تک پہنچانے اپنے ساتھ ساتھ باہر لے گیا -

آج جب اس زمانہ گذرے جس کا حال میں اب قلم بند کر رہی ہوں کافی مدت

ہو چکی ہے اور میں حالات کے زیر اثر برلن کی خوبیوں اور دلچسپیوں سے بہتر واقفیت حاصل کر چکی ہوں۔ میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ دنیا کے ہر بڑے شہر کی مانند برلن میں بھی کئی دلفریبیاں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ایک تو میرا پہلا واسطہ اور پھر رہ بھی اس حصہ میں جس میں غریب لوگ بستے ہیں اس پر مستزاد وہ دھندلی صبح جس میں سورج کی روشنی بھی کوئی فرحت انگیز اثر پیدا نہ کرتی تھی۔۔۔ سچ کہتی ہوں۔ پہلی دفعہ مجھ کو یہ شہر بہت، بھدا بے جان اور افسردہ کن نظر آیا۔ جس میں نہ کوئی خوبی تھی نہ خصوصیت ۔۔۔ خصوصیت سے میری مراد کسی ایسی چیز سے ہے جو ہمیشہ کسی دیکھے ہوئے مقام کی یاد سینہ میں تازہ کر دیا کرتی ہے۔ مثال کے لئے پیرس کی خصوصیت جلتی ہوئی لکڑیوں کی ہلکی کڑواہٹ ہے۔ لندن کی متعفن دھوئیں اور کہر کی آمیزش۔ لیکن برلن کو جب میں نے پہلی دفعہ دیکھا تو ایسی کوئی خاص بُو بھی سونگھنے میں نہ آئی جو اسے کسی طرح کی امتیازی حیثیت دینے کا ذریعہ سمجھی جا سکتی۔

اس میں شک نہیں شہر صاف ستھرا تھا لیکن ہر چیز سختی کے آثار لئے ہوئے نظر آتی تھی وہ نہ بھولنے والا ضبط انتظام جس کی مثال پہلی مرتبہ میں نے ہمبرگ میں دیکھی تھی یہاں ہر طرف سایہ افگن تھا ہر چیز ایک خاص ضابطہ اور نظام کے زیر تحت تھی۔ کشادہ سڑکیں جن پر دو رویہ چھوٹے چھوٹے درخت اُگے تھے برہنہ دیواروں کے مکان ٹریموں کی نہ ختم ہونے والی گھنٹیوں کی آوازیں بے ہنگم موٹر لبیں۔ انتہا یہ کہ پیدل چلنے والوں کی دو لمبی قطاریں بھی جو سڑک کے بائیں کنارے پر ایک، ایک طرف اور دوسری دوسری طرف کو جاتی نظر آتی ہیں یہ سب چیزیں کسی اٹل حکم کے ماتحت مکمل اور منتظم معلوم ہوتی تھیں۔ لمبے متوازی بازار امریکن طرز پر بنے ہوئے کم و بیش ایک ہی طرح کے نظر آتے تھے جس طرح

درجہ اوسط کا ایک بدنما تنگ کپڑے پہنے ہوئے آدمی دوسرے سے مشابہ دکھائی دیتا تھا۔

جس وقت دوران سفر میں یہ حقیقت مجھ پر منکشف ہوئی تھی کہ کسی نے سوتے میں میرے سامان کی تلاشی لی ہے تو سب سے پہلا خیال جو میرے دل میں پیدا ہوا یہ تھا۔ کہ اپنی بہن کی سہیلی مولی ٹریلیسم کے مکان پر سیدھی چلی جاؤں گی جن کا گھر وکٹوریا سٹراس میں کسی جگہ واقع تھا۔ لیکن پھر یاد آیا کہ مولی کا شوہر جوفری امریکن سفارت خانہ میں معتمد کا درجہ رکھتا ہے۔ اور چونکہ رفتہ رفتہ میں نے آخری پختہ ارادہ یہی کیا تھا کہ ایفائے عہد کے سلسلہ میں میں ضرور اس نیلے لفافہ کو حاصل کرنے کی کوشش کروں گی اس لئے نہ چاہتی تھی کہ میری اس نقل و حرکت کا کوئی ناخوشگوار نتیجہ ناکردہ گناہ جوفری پر اثر انداز ہو۔ یہ میں اچھی طرح جانتی تھی کہ جوفری ڈرپوک یا کم ہمت نہیں اور ضرورت پیش آنے پر ہر حال میں میری مدد کے لئے تیار ہوگا۔ لیکن پھر بھی ایک شخص کو بلا وجہ کسی مخمصہ میں ڈالنا کم از کم میں اس کو پسند نہ کرتی تھی۔ پیشتر لندن میں کئی بار بہن کے مکان پر جوفری ٹریلیسم سے ملنے کا اتفاق ہوا تو میں نے ہمیشہ یہ بات دیکھی تھی کہ گو وہ جرمن قوم کو اچھا سمجھتا ہے۔ لیکن ان کے کڑے فوجی انتظام کا بے حد مخالف ہے اور عموماً دوران گفتگو میں اس کے متعلق کلمہ شکایت ہی اس کی زبانی سننے کا موقع ملتا تھا۔ خیر میں نے طے کر لیا کہ اگر ٹریلیسم والوں سے ملنا ہے تو اپنے کام سے فارغ ہو کر ہی ملوں گی۔ اب چونکہ میں رڈی سے اس بات کا وعدہ کر چکی تھی کہ برلن میں ٹھہر کر اس کا انتظار کروں گی۔ اس لئے میرا سوچا ہوا پروگرام یہ تھا کہ ایک دن مولی اور جوفری کی صحبت میں بھی رہ کر گذارا جائے۔ مولی میری بہت پرانی سہیلی تھی اور ہم دونو مل کر مسز ایبے فیلڈ کے سکول میں تعلیم حاصل کیا کرتی تھیں۔

ریلوے قلی نے میرا سوٹ کیس بند چھت کی ایک گھوڑا گاڑی کے اندر رکھ دیا اور میں نے اس پر سوار ہوتے ہوئے دیکھا ایک کہن سالی بڈھا دقیانوس کے زمانہ کی یادگار سر پر سفید رنگ کی ٹاپ ہیٹ لئے باہر کے بکس پر بیٹھا اور ایک پستہ قد ٹٹو اس کی گاڑی میں جتا ہوا تھا۔ میں نے گاڑی پر سوار ہوتے ہوئے اس کو آہستہ سے کہہ دیا کانٹی نینٹل ہوٹل لے چلو۔ لیکن جس وقت اس کا ٹٹو ٹھپ ٹھپ کرتا ہموار اور آہستہ چال سے ہوٹل تک کا سفر طے کر رہا تھا میرے خیالات کی رو دفعتاً ایک بار شب گذشتہ کے واقعات کی طرف گئی اور مجھ کو وہ وقت یاد آیا جب سلیپنگ کار میں میرے زرد پوش ہمسایہ نے کھڑکی سے کان لگا کر رڈی سے میری باتیں سننے کی کوشش کی تھی۔ چونکہ رڈی سے میں نے یہی بات کہی تھی کہ میں کانٹی نینٹل ہوٹل میں ٹھہروں گی اس لئے اس زرد اوورکوٹ والے جرمن نے جو خدا معلوم لنگڑے مردود کا کارکن تھا یا کوئی اور دوران گفتگو میں یہ بات ضرور سن لی ہوگی۔ کہ میں برلن پہنچ کر کس جگہ ٹھہرا چاہتی ہوں۔ اس صورت میں وہ بڑی آسانی سے میرا سراغ لگا سکتا تھا ..... اور میں ہرگز نہ چاہتی تھی کہ اپنے آپ کو ان لوگوں کا سہل شکار بننے دوں۔ پس میرے خیالات کی رو کانٹی نینٹل کی طرف سے ہٹ کر کیمپر ہوٹل کی طرف گئی۔

باب ۔ ۷

کیمپر ہوٹل

بیگم صاحب نے مختلف اوقات میں مجھ سے اس بات کا ذکر کیا تھا کہ جب کبھی وہ اپنے نامدار شوہر ڈاکٹر وان ہنش کے ساتھ برلن جائیں تو کیمپر ہوٹل میں ہی قیام

کیا کرتی ہیں۔ مائیر سٹراس میں یہ پُرانی طرز کا ایک چھوٹا سا گھریلو قسم کا ہوٹل تھا جس
درجہ اوسط کے جرمن اُمرا عموماً ٹھہرا کرتے تھے۔ اور جس میں رہتے ہوئے کسی طرز جدید کے
فیشن ایبل ہوٹل کی گھما گھمی نہ ہوتے ہوئے بھی ہر قسم کی ضروری آسائش حاصل کرنا
ممکن تھا۔ لوئیس وارے کو بذات خود یہ ہوٹل پسند نہ تھا۔ اپنے امریکن مذاق کے زیر اثر
وہ ایڈلن یا اسپلینڈڈ ہوٹل میں قیام کرنا زیادہ مناسب سمجھتیں لیکن جیسا میں
پیشتر بیان کر چکی ہوں وہ اپنے شوہر کی مرضی کو بہر حال بہت مقدم سمجھتی تھیں اس لئے
اگر ڈاکٹر وان ہنش کیمپر ہوٹل میں ٹھہرنا پسند کرتے تھے تو لوئیس وارے کو بھی اس پہ کوئی
اعتراض نہ ہوتا تھا گو مجھ سے اُنھوں نے بارہا دوران گفتگو میں ہنستے ہوئے کہا کہ اس
ہوٹل کے بیشتر نوکر سالخوردہ۔ کمروں میں پُرانی طرز کے آئینے اور کھڑکیوں پہ بدرنگ
ایلپش کے پردے لگے ہیں۔ حتٰی کہ اُوپر کی منزل پہ جانے کے لئے جو لفٹ بھی لگائی
گئی ہے نہ جانے کس زمانہ کی یادگار ہے" سچ کہتی ہوں آلیویا"، اُنہوں نے ایک بار
ہنستے ہوئے کہا تھا" امریکہ میں درخت بھی اس سست رفتار سے نہیں اُگتے جس ہلکی
رفتار سے وہ پرانا ایلی ویٹر اُوپر اُٹھتا ہے"۔

لیکن موجودہ پریشانی میں یہی کیمپر ہوٹل مجھے اپنی طوفانی زندگی کی کشتی کے
لئے ساحل عافیت نظر آیا۔ اور میں نے سوچا کہ اس جگہ میں یقیناً آرام و اطمینان
کے ساتھ رہ سکوں گی۔ دوسری بات یہ بھی میرے ارادوں پہ اثر انداز ہوئی کہ جس
صورت میں ڈاکٹر وان ہنش ایسا کفائت شعار آدمی اس ہوٹل کی سرپرستی کرتا ہے
تو یقینی طور پر اُس کے اخراجات کم ہوں گے۔ پھر اس کے علاوہ جب میں ہوٹل والوں
سے کہوں گی کہ میں ڈاکٹر وان ہنش ہی کے مکان سے اس جگہ آئی ہوں تو وہ لوگ یقینی
طور پہ مجھ سے دوستانہ برتاؤ کریں گے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی فوراً خیال آیا کہ جج
صاحب کا ذکر اس جگہ چھیڑنا شاید موزوں نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر ان لوگوں نے مجھ

سے کسی طرح کے سوالات پوچھنے شروع کر دیئے تو جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔ پس آخری فیصلہ جو میں نے کیا یہ تھا کہ کیمبر ہوٹل جا کر ٹھہروں مگر جج صاحب یا اُن کی بیگم کا ذکر کسی سے نہ کروں۔

اپنے دل میں یہ فیصلہ مضبوط کر کے میں گاڑی بان سے کانٹی نینٹل ہوٹل کی بجائے کیمبر ہوٹل کی طرف جانے کے لئے الفاظ مُنہ سے نکالا چاہتی تھی کہ دفعتاً ایک اور خیال پیدا ہوا یعنی مجھ کو یاد آیا کہ جب میں ریل کے سٹیشن سے باہر نکلنے لگی تو پھاٹک پر کھڑے ہوئے پہرہ دار سپاہی نے پیتل کی بنی ہوئی جو نمبردار تختی مجھے دی تھی۔ اس کی بنا پر میں نے کرایہ کی یہ گاڑی حاصل کی تھی۔ پس اب خیال جو دل میں پیدا ہوا یہ تھا۔ کہ یہ طریقہ نمبردار تختیاں دینے کا در حقیقت اس مصلحت سے سوچا گیا ہے کہ اگر خفیہ پولیس کسی مسافر کا پتہ لگانا چاہے تو اس طریقہ پر آسانی لگا سکتی ہے۔ کیا ہوا اگر میں کانٹی نینٹل چھوڑ کر کیمبر ہوٹل میں چلی گئی۔ حکومت یا اُس کے کارکنوں کے لئے یہ معلوم کرنا ذرا بھی مشکل نہ ہوگا۔ کہ میں کہاں جا کر ٹھہری۔ پس میں نے گاڑی بان کو کیمبر ہوٹل کی طرف چلنے کا حکم دینے کی بجائے ایک اور ترکیب سوچی۔ **یعنی** اُس سے کہا "گاڑی روک لو اور اگر کوئی ٹیکسی کرایہ کے لئے خالی نظر آئے تو بُلا دو۔"

اُس نے میرے الفاظ سُن کر غصہ اور جوش کی حالت میں جلدی سے بریک باندھی۔ جس سے گھوڑے کے چاروں پیر اُکھڑ گئے اور قریب تھا وہ پھسلنی سڑک پر گر جاتا لیکن غریب حیوان بڑی مشکل سے گرتے گرتے سنبھلا۔ اس کے بعد بڈھے گاڑی بان نے پیچھے مڑ کر حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

" بات کچھ بھی نہیں میں ذرا جلد منزل پہ پہنچنا چاہتی ہوں "

" تو کیا میری گاڑی کی رفتار سست ہے ؟ "

" رفتار اچھی ہے لیکن میرے مطلب کے لئے کافی نہیں ۔ "

اس پہ بڈھے گاڑی بان نے اپنے سر سے سفید رنگ کی نوک دار ٹوپی اُتار کر ہاتھ میں لے لی اور انداز حیرت سے سر کھجاتے ہوئے کہنے لگا ۔

" یہ کتنی عجیب بات آج آپ نے کہی ہے ۔ پچھلے پندرہ سال سے میری یہ گھوڑی ہرمنی خدا اس کو سلامت رکھے " یہ کہتے ہوئے اُس نے چابک سے اپنے مریل ٹٹو کی طرف اشارہ کیا " اپنا فرض اس خوش اسلوبی سے پورا کرتی رہی ہے کہ کبھی کسی مسافر کو شکایت کا موقعہ نہیں ملا ۔ لیکن اگر آپ کو ضروری نئی طرز کی موٹر پہ سوار ہونے کا شوق چرایا ہے تو پھر آپ جانیں میں بہر حال اُتنا کرایہ لونگا جو سرکاری طور پہ مقرر ہے "

میں نے کسی طرح اس ناخوشگوار بحث کو ختم کرنے کی غرض سے خود اشارہ کر کے ایک خالی موٹر کو روکا ۔ اپنا سوٹ کیس اُس میں منتقل کیا اور بڈھے کو جتنا کرایہ بنتا تھا اس سے کچھ اور زیادہ دے کر موٹر پہ سوار ہو گئی ۔ جس نے منٹوں میں مجھ کو کیمپر ہوٹل میں پہنچا دیا ۔

ایک سن رسیدہ ادھیڑ کنواری عورت نے ہوٹل کے دروازہ پہ میرا خیر مقدم کیا اور اس کے بعد مجھے میرا کمرہ دکھانے ساتھ ہو گئی ۔ جگہ کچھ ایسی پسندیدہ نہ تھی لیکن جب اس کے بعد میرے لئے گرم پانی کا غسل تیار کیا اور صاف ستھرے تولئے مہیا کئے گئے تو میں نہا دھو کر اور نئے کپڑے پہن کر اپنے آپ کو تازہ دم محسوس کرنے لگی ۔ پھر جب اس کے تھوڑی دیر بعد میں ناشتہ کر چکی تو پیٹ بھرنے سے حالات اور بھی زیادہ پُرامید ہو گئے ۔ اور برلن کی فضا

بھی سابق کے مقابلہ میں خوشگوار نظر آنے لگی۔ تھوڑی دیر پہلے مجھے اپنے ارادوں پر جو اوس پڑتی معلوم ہوئی تھی وہ اب رفع ہوگئی اور کام جو مجھ کو درپیش تھا سہل نظر آنے لگا۔

جب میں ناشتہ سے فارغ ہو کر اپنے کمرہ کی طرف چلی جارہی تھی۔ تو رستہ میں ہوٹل کا منیجر مجھے ملا اور مودّبانہ سر کو خم کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "فراؤلین۔ ازراہ عنایت اپنی آمد کا یہ فارم پُر کر دیجیے" اور یہ کہتے ہوئے اُس نے ایک چھپا ہوا فارم میرے ہاتھ میں دے دیا۔

اب میری آنکھیں کھلیں! میں اپنے خیال کے مطابق اُن لوگوں کو جنہیں میری تلاش تھی بالکل غلط راہ پر ڈال چکی تھی۔ لیکن جس صورت میں مجھے اس فارم پر اپنا نام اور پتہ درج کر کے دینا تھا تو پھر یقینی طور پر اُن کو میری تلاش میں کوئی دشواری نہ ہوسکتی تھی۔ میں بہت گھبرائی اور سوچنے لگی۔ کیا اپنا صحیح نام اور پتہ لکھ دوں یا کوئی فرضی نام درج کر دوں۔ میں اسی سوچ میں کھڑی تھی کہ منیجر کہنے لگا۔

" دیکھیے اگر آپ کو کوئی ضروری کام درپیش ہے تو اُس سے فارغ ہونے کے بعد فرصت میں فارم بھر سکتی ہیں کوئی خاص جلدی نہیں ہے۔"

میں نے شکر کا کلمہ پڑھا۔ غنیمت ہے حالات نے سوچنے اور غور کرنے کا موقعہ دے دیا۔ اب میں کسی نہ کسی بہانہ سے فارم کی خانہ پُری اس وقت تک ملتوی رکھوں گی جبتک کہ لندن کو میری روانگی کا وقت قریب آجائے۔ اس اثنا میں مجھے اپنی تمام تر توجہ اُس کام پر لگا دینی چاہیئے جو مجھ کو درپیش تھا۔ ایسا کرنے ہوئے میں نے اپنا تعاقب کرنے والوں کو اس وقت تک ہر طرح نیچا دکھایا تھا گویا بار جیت کے اس کھیل میں پہلی بازی میرے ہاتھ رہی تھی۔

صبح جو پہلے گرد آلود تھی اب رفتہ رفتہ صاف اور تابناک ہونے لگی جبکہ

نو بجے کے بعد جب میں کیمپر ہوٹل سے نکلی تو سورج پوری آب و تاب سے
چمکنے لگا تھا۔ میں نے اپنا ہسپانی شال مہین کاغذ میں لپیٹ کر بغل میں دبا لیا
اور اس مقصد کو حاصل کرنے چلی۔ جو فی الحال مجھ کو درپیش تھا۔ یعنی فلوریا
وان بیگ بینی کے مکان سے جس طرح ممکن ہو وہ نیلے رنگ کا لفافہ لائے۔ جس
کی بازیابی کا فرض میجر ایبیٹ نے میرے ذمہ ڈالا تھا۔

لیکن ہوٹل کے دروازہ پہ پہنچ کر میں ایک پل کے لئے کھڑی ہو گئی اور
بازار میں احتیاطاً دائیں بائیں دیکھا کہ کوئی ایسا آدمی تو موجود نہیں جس پہ میری
نقل و حرکت کی جاسوسی کا شبہ کیا جا سکتا ہو۔ لیکن نہیں! بازار میں زیادہ تر
سرکاری عمارتیں یا بنک ہی واقع تھے اور انہی سے تعلق رکھنے والے کچھ آدمی ادھر
اُدھر آتے جاتے نظر آئے۔ کم از کم وہ پیلے اوورکوٹ والا پُراسرار جرمن جو رات
کو ریل گاڑی میں میرا ہمسفر تھا اور جس کی نسبت مجھے رہ رہ کر گمان ہوتا تھا
کہ اسی نے میرے سامان کی تلاشی لی ہے دور و نزدیک کہیں نظر نہ آتا تھا نہ
کوئی اور ایسا آدمی دکھائی دیا۔ جس کی موجودگی شک انگیز ہوتی۔ دربان نے مجھ کو
اشارہ سے بتا دیا تھا کہ اگر آپ اس راہ پر تھوڑی دور تک چلی جائیں تو انٹرڈن
لنڈن کا مشہور بازار آ جائے گا۔

میں بہت جلد اس کشادہ اور وسیع سڑک پہ پہنچ گئی اور دل ہی دل میں خوش
تھی کہ میں نے گورنمنٹ کے کارکنوں کو ان کی پہلی کوشش میں خوب سا نیچا دکھایا
ہے۔ بریسٹل ہوٹل کے سامنے کرایہ کی موٹروں کا اڈہ تھا میں نے ایک موٹر کرایہ کی اور اس
پر سوار ہوتے ہوئے ڈرائیور سے ۳۰۵ ہوہن زولرن ریلی کی طرف چلنے کے لئے
کہا۔

حصہ چہارم ختم ہوا

حصّہ پنجم

میدانِ عمل

رہتا نہیں اندوہ جہاں حُسنِ عمل ہے
مردوں کی بلا دُور یہ مشہور مثل ہے

احمدی

باب - ۱

کمرہ نشست میں

موہن نودرن اپنی برلن کے ایک نو آباد حصہ میں نو تیار سٹرک کا نام تھا۔ میں
جب اس جگہ پہنچی تو دیکھا سڑک کے دو رویہ سیدھے درختوں کی قطار لگی ہوئی اور اُن
کی پُشت پر مختلف نمونوں کے اچھے شاندار مکان نئی وضع کے بنے ہوئے واقع تھے
جیسا کہ بعد ازاں معلوم ہوا یہ محلہ ابھی پوری طرح آباد نہ ہوا تھا۔ یہ سڑک تھوڑی
دور آگے جا کر سڑک ختم ہو جاتی اور کھلا میدان نظر آنے لگتا تھا

نمبر ۵۰۳ کا مکان جو میری منزل مقصود تھا آباد سٹرک کے اختتامی حصہ
میں پایا گیا۔ لیکن چونکہ میں احتیاط کو ہر حال میں ملحوظ رکھنا پسند کرتی تھی
اس لئے میں نے کرایہ کی موٹر سڑک پر داخل ہونے کے بعد قریب آدھ فاصلہ
طے کرنے کے بعد ہی چھوڑ دی تھی تاکہ کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکے کہ میں کس مکان پر
جانا چاہتی ہوں۔ احتیاط مزید کے طور پر میں اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ
ہلی جب تک کہ کار واپس جاتے ہوئے نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی۔

سڑک کی عام حالت بھی ہر لحاظ سے امید افزا ثابت ہوئی۔ تمازت
ہوئی دھوپ میں حرکت کرتے ہوئے اشجار کے نیچے سے گذرتے ہوئے
طبیعت کو ایک طرح کی فرحت ہونے لگی تھی۔ اس نو آباد محلہ میں لوگوں کی
آمد و رفت بہت کم تھی۔ ایک مقام پر کوئی موٹر ڈرائیور کھڑا اپنی کار کو دھو
رہا تھا۔ تھوڑی دور آگے ایک سپاہی ٹریفک کو صاف کرنے میں مصروف تھا
بس ان کے سوا اور کوئی متنفس مجھے ہنگام تک دکھائی نہ دیا۔ بڑے چلہ

اعتماد کے ساتھ میں آخر کار ۳۰۵ نمبر کے مکان تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئی۔ ایک بالکل نئی طرز کی خوشنما عمارت تھی۔ جس کے اطراف میں دو فرشتوں کی تصویریں دکھائی گئی تھیں۔ جن کے ہاتھوں میں کسی قسم کی دستاویز تھی جس میں جرمن زبان میں خدا معلوم کیا الفاظ لکھے تھے۔ میں جب پھاٹک میں داخل ہو کر آگے بڑھی تو زبان کی نرمی معلوم ہوا۔ فراوان بلگرینی تیسری منزل پر بائیں جانب کے حصہ میں رہتی ہیں۔ میں لفٹ پر سوار ہو کر تیسری منزل پر جا اُتری اور بائیں طرف مڑ کر دروازہ پر ہلکی سی دستک دی۔ ایک پتلے ہوئے بدن کی ... نے جو نفیس کیپ اور ایپرن پہنے ہوئے تھی آکر دروازہ کھولا اور میں نے اندازہ سے جانا یہی اس گھر کی نوکرانی معلوم ہوتی تھی۔

میری طرف حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے نرم آواز سے پوچھا۔ "کہئے آپ کس سے ملنا چاہتی ہیں؟ بیگم تو گھر پر موجود نہیں!"

حالات سازگار معلوم ہوتے تھے اب کسر اتنی ہی تھی کہ میں کسی طرح کمرہ نشست تک رسائی حاصل کر لوں۔ اگر اس کوشش میں کامیاب ہوگئی تو پھر باقی کام بالکل سہل اور صاف تھا۔

"میں بیگم صاحب کے ہاتھ بیچنے کو یہ شال لائی ہوں" میں نے نوکرانی سے کہا۔ "ایک بیش قیمت ہسپانی شال" اور یہ کہتے ہوئے میں نے کاغذ کی تہ کھول کر اُسے باہر نکالا اور نوکرانی کو دکھانے لگی۔

"میرے خدا کیسا عمدہ اور نفیس شال ہے!" خادمہ نے اسے ہاتھوں میں لے کر تعریفی لہجہ میں کہا پھر وہ اُسے اپنے بدن پر کبھی یوں کبھی ... اوڑھ کر اپنی صورت دیوار میں لگے ہوئے بڑے آئینہ میں دیکھ دیکھ کر خوش ہونے لگی ... پھر کر اس نے شال مجھے واپس دے دیا اور اب شاید

یہ معلوم کرنے کے بعد کہ میں کوئی اونچے درجہ کی عورت نہیں ایک معمولی سودا فروش ہوں اس کا لہجہ بھی سابق کے مقابلہ میں زیادہ بے تکلف ہو گیا کہنے لگی۔

" بیگم صاحب ہوا خوری کو باہر گئی ہیں اور میں نہیں کہہ سکتی کب واپس آئیں شاید ایک گھنٹہ تک یا اس کے کچھ دیر بعد۔ کیا تم اس شال کو انہیں دکھانے کے لئے چھوڑ جانا منظور کرو گی؟"

" افسوس نہیں!" میں نے جواب دیا " میں تو چاہتی تھی ان کو دکھا کر ابھی اس کا معاملہ طے کر لیا جاتا۔"

" پھر تم جاؤ" نوکرانی نے بے پروائی کے لہجہ میں جواب دیا۔" لیکن تمہاری واقفیت کے لئے میں اس قدر بیان کر دینا چاہتی ہوں کہ میڈم کے جمع خرچ کا حساب میرے ہی پاس رہتا ہے۔ اس پر بھی ۔ ۔ ۔ تم اپنی مرضی کی مالک ہو"

اور اتنا کہہ کر وہ دروازہ بند کرنے کو آمادہ نظر آنے لگی۔

اس وقت مجھ کو خیال آیا کہ نوکرانی کے اس سلوک کا کیا مطلب ہے۔ جج صاحب کی خادمہ فرانزسکا ان کے ہاں آنے سے پہلے ہیمبرگ کے ایک بڑے امیر گھر میں کام کیا کرتی تھی اور اس کے ساتھ مختلف اوقات میں میری جو بات چیت ہوئی اس سے میں اس بارہ میں کچھ معلومات حاصل کر چکی تھی کہ جرمن نوکروں کے عادات اور ان کے طریقے کیا ہیں۔ اس حقیقت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک سونے کا سکہ نکالا اور نوکرانی ہیڈوگ کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا" دیکھو اگر میڈم سے سودا بن گیا اور میں اس شال کو اچھی قیمت پر فروخت کر سکی تو بیس (۲۰) مارک اور تم کو انعام دوں گی۔ لیکن میں شال چھوڑ کر جانا نہیں چاہتی اس لئے کہ مجھ کو روپیہ کی ضرورت لاحق ہے اور میں جلد از جلد معلوم کیا چاہتی ہوں کیا میڈم اس کو خریدنا پسند کریں گی یا نہیں۔ تم کہتی ہو وہ سیر کرنے گئی ہیں۔

آیا کہ ان کی واپسی تک کہیں بیٹھ کر انتظار نہیں کر سکتی؟"

میرا دیا ہوا نوٹ اس نے اپنی جیب میں ڈال کر نوکرانی مسکرائی پھر نیم
دردی لہجہ میں کہنے لگی "کیا کیا جائے۔ زندگی کی ضرورتیں کسی نہ کسی طرح پوری
کرنی ہی ہوتی ہیں۔ سیٹھ صاحب کو اوّل تو بہت کم یاد رہتا ہے انہیں کب میری تنخواہ ادا
کرنی چاہئیے پھر اس کے علاوہ تنخواہ بھی کچھ بہت زیادہ نہیں وہ اور سچ پوچھئے
تو یہ کہ دوست احباب اور ملنے والے جو اکثر آتے جاتے ہیں ان کے دیئے
ہوئے انعام اور بخشش سے گذر اوقات ہوتا ہے۔ ویسے [illegible] کی قدردان ہیں لیکن
[illegible] طرح [illegible] کہ ان [illegible] جاتی ہوں" اتنا کہہ کر اس نے ایک [illegible] آہ کھینچی
پھر [illegible] آلود لہجہ میں کہنے لگی "میرے خدا اگر وہ ابھی آ [illegible] ہوتی
[illegible] ہے۔۔۔ لیکن اس قادر مطلق نے ہم غریبوں کو اس طرح محنت مشقت
کرکے عمر بسر کرنے کو پیدا کیا ہے۔۔۔ اچھا اندر آ جائیے میں تمہیں بیٹھنے کی جگہ دکھاتی
ہوں۔ لیکن بالکل چپ چاپ [illegible] یہ کہتے ہوئے اس نے ایک انگلی اپنے
ہونٹوں سے لگا لی۔

مجھے اندر آنے کا موقعہ دے کر اس نے باہر کا دروازہ بے آواز بند کر
دیا پھر ڈیوڑھی سے گذر کر میرے آگے آگے چلنے لگی۔ اس جگہ فرش [illegible] پر [illegible]
[illegible] قالین بچھا تھا جس پر چلتے وقت کسی طرح کی آواز پیدا نہ ہوتی تھی آگے
ایک دروازہ آیا جس میں خود بخود کھلنے اور بند ہونے والے کواڑ لگے تھے ان
کے بالائی حصہ میں دھندلے شیشے اور ان شیشوں کی پشت پر سنہرے ریشم
کے پردے تنے ہوئے نظر آئے۔ اس دوران میں [illegible] ہر قدم بڑی
احتیاط اور خاموشی کے ساتھ اٹھاتی تھی جس سے میرے دل کو بڑی حیرت ہوئی
لیکن اس کے بعد خیال آیا کہ ممکن ہے اس غیر معمولی احتیاط کی وجہ یہ ہو کہ [illegible] کہاں لیکن

وان بلگرہینی ابھی تک محو خواب راحت تھی بے شک ہیڈ وگ نے مجھ کو بتایا تھا کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر ہوا خوری کرنے گئی ہیں لیکن اونچے گھروں کے نوکر اس طرح کی حیلہ سازیاں اکثر کیا کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی ملاقات کے لئے آئے تو ایسی باتوں سے ٹال دیا کرتے ہیں۔

میں انہی فکروں میں پڑی تھی کہ لڑکی نے وہی سفید دروازہ بڑی آہستگی سے کھولا اور میں نے دیکھا اس کے آگے ایک لمبا اور وسیع کمرہ تھا جس میں روشنی بہت دھندلی تھی معلوم ہوا اس کی کھڑکیوں کے آگے جو شٹر تھے ان کی وجہ سے دھوپ اندر آتی تھی۔ اس کے علاوہ یہ بھی میں نے دیکھا کہ سبز گھاس کی رنگت کے پردے جابجا تنے ہوئے تھے۔ ایک جانب سبز رنگ کا بڑا سا پیانو رکھا تھا اور دیواروں پر بالل کے پھولوں کے لاتعداد گچھے لٹک رہے تھے جن کی وجہ سے ہوا مہکی ہوئی تھی میں نے اندازہ کر لیا کہ یہی فلوریا وان بلگرہ کا کمرہ نشست ہے جس کی مجھ کو تلاش تھی اور اب جو میں نے غور کرکے چاروں طرف نظر ڈالی تو مجھے ایک کونے میں الماری کی وضع کا بنا ہوا گراموفون بھی رکھا ہوا دکھائی دیا۔

آخرکار میں اپنی منزل مقصود تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئی۔

نوکرانی ہیڈوگ کمرہ کی کھڑکیاں کھولنے پردے ہٹانے اور شٹر اونچے کرنے کے کام میں مشغول تھی لیکن وہ اس کام کو نہایت درجہ خاموشی سے بالکل بے آواز کرتی تھی کھڑکیاں کھولنے کے ساتھ ہی کمرہ دن کی روشنی سے منور ہوگیا میں نے ایک گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی۔ معلوم ہوتا تھا فلوریا کو سبز رنگ سے غیر معمولی انس ہے دیواروں پر بھی نیلے تھوتھے کا ہلکا رنگ چڑھا ہوا اور پردے دروازے اور کھڑکیاں سب گہرے سبز رنگ کی تھیں اور یہی اس موٹے قالین

کی رنگت تھی جو ڈیوڑھی میں نیز اس کمرہ کے اندر بچھا تھا۔ ایک جانب میں نے
ایک بہت بڑا سبز رنگ کا صوفہ پڑا دیکھا۔ جس پر اونچے اونچے آرام دہ تکیئے لگے
تھے مگر ان تکیوں کے غلاف بھی نارنجی اور سنہرے رنگ کے تھے انتہا یہ کہ کمرہ میں
لگے ہوئے برقی لیمپوں کے آگے چینی وضع کے جو شیڈ لگائے گئے تھے ان کی رنگت
بھی ہلکی سبز تھی۔ میں تصور کی آنکھ سے بخوبی دیکھ سکتی تھی کہ جب رات کے وقت
کھڑکیوں کے آگے سبز پردے تنے ہوں اور لیمپ روشن کر دیئے جائیں تو ان
کی وہ روشنی جو سبز شیڈوں کی راہ سے گذر کر کمرہ کے اندر پھیلتی ہوگی۔ یقینی طور
پر اس کمرہ کو وہی صورت دے دیا کرتی ہوگی جیسی اندر سبھا کے کھیل میں سبز پری
کی آمد پر سٹیج کی ہوا کرتی ہے۔ لیکن اس وقت دن کی روشنی کمرہ کو منور کر رہی تھی
جس میں وہ پھول بھی چمکیلے اور تابناک نظر آتے تھے جو پیانو کے اوپر ایک
چینی کے گلدان میں سجا کر رکھے گئے تھے۔ اسی طرح سفید گلاب کے پھولوں
کے لاتعداد گلدستے کئی اور مقامات میں سجے ہوئے نظر آئے۔

ان تیاریوں سے فارغ ہو کر مسز ڈوگ میری طرف مڑی اور دبی آواز سے
کہنے لگی۔ "دیکھو اگر تم انتظار کیا چاہتی ہو تو اس جگہ ٹھہرو اُمید ہے میڈم ضرور
تم سے ملیں گی۔ لیکن اس کا خیال رکھنا کہ کسی طرح کی آواز یا آہٹ پیدا نہ ہو۔
بالکل خاموش رہنا۔۔۔ اس چوہے کی مانند جو دبکا بیٹھا ہو"

یہ رخصتی الفاظ اُس نے غیر معمولی موثر لہجہ میں کہے۔ اُس کے بیان
سے معلوم ہوتا تھا کہ فلوریا وان پلگینی کو ہر طرح کی آہٹ یا آواز سے سخت
نفرت ہے پھر اپنی انگلی دو بار ہونٹوں کو لگا کے وہ بے آواز چلتی رخصت
ہو گئی۔ اور میں اکیلی اُس کمرہ میں رہ گئی جس میں پہنچنے کی خواہش مجھ کو کشاں کشاں اس
جگہ تک لائی تھی!

باب - ۲

میدانِ عمل میں

اب میں نے سوچا کہ عمل کا وقت آگیا نازک لمحات میں آدمی کا دل عجیب بے تابی ظاہر کرنے لگتا ہے۔ میرا اپنا دل اس وقت بڑے زور سے دھک دھک کر رہا تھا تاہم میں نے دو باتوں کا مصمم ارادہ کر لیا یعنی ایک تو اس موقع پر ضبط کو ہاتھ سے نہ دوں گی۔ دوسرے جو موقعہ قسمت نے ازراہ عنایت میری راہ میں لا کر ڈالا تھا اس سے فائدہ اٹھانے میں دریغ نہ کروں گی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی احتیاط ہر حال میں شرط تھی خیال آیا ممکن ہے خادمہ کسی کام سے گئی ہو اور جلد واپس آ جائے۔ میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور فیصلہ کر لیا کہ دو منٹ اس کا انتظار کر کے پھر اپنے کام کا آغاز کروں گی۔ یعنی اگر وہ دو منٹ تک نہ آئی تو پھر جو ہونا ہے سو ہو میں ایک زبردست کوشش گراموفون کی الماری سے نیلگوں لفافہ کو نکالنے کی ضرور کروں گی۔

اس دو منٹ کی مہلت سے فائدہ اٹھا کر میں نے کمرہ کا جائزہ لینا شروع کیا۔ جس جگہ گراموفون کی کیبنٹ رکھی ہوئی تھی اس کے بالمقابل دیوار میں ایک دروازہ اور تھا۔ جسے دیکھ دیکھ کر میرے دل کو بے حد پریشانی ہوتی تھی یقیناً یہ پردہ عمارت کے کسی اندرونی حصہ کی طرف جانے کا رستہ تھا اور ممکن ہے اس کی پشت پر [illegible] بیگم کا کمرہ خواب واقع ہو۔ میں دبے قدم چل کر دروازہ کے پاس گئی اور کان لگا کر سننا شروع کیا . . . مگر کچھ نہیں! خاموشی . . . قبرستان کی سی گہری خاموشی ہر طرف چھائی ہوئی تھی۔ میری نظر دروازہ میں لگے

ہوئے چاندی کے ہینڈل کی طرف گئی۔ کیا میں اس دروازہ کو دھکیل کر دیکھوں وہ کھلا ہے یا بند؟ لیکن اس میں جہاں ایک طرف اطمینان کی صورت پیدا ہوتی تھی یعنی بند ہونے سے۔ وہیں اگر اس کے کھلنے سے اندر کسی شخص نے مجھ کو دیکھ لیا تو پھر کئے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ میں نے پھر ایک مرتبہ رسٹ واچ کو دیکھا دو منٹ کی مہلت پوری ہو چکی تھی۔ ایک ہاتھ سے اپنے دل کو تھامے ہوئے میں حوصلہ کر کے اس الماری کی طرف بڑھی جس میں گراموفون بند تھا!

وہ ایک معمولی قسم کا گراموفون تھا۔ یعنی ویسا ہی جو الماری کی شکل کا بنا ہوا ہوتا ہے اور جس میں گھومنے والی ڈسک اور ساؤنڈ بکس اوپر کی طرف لگے ہوتے ہیں۔ نچلے حصہ میں تین خانے ایک دوسرے کے اوپر نیچے بنے تھے۔ ریکارڈ رکھنے کے لئے۔

وہیں فرش زمین پر دو زانو ہو کر میں نے اوپر والے خانہ سے تلاش شروع کی۔ بہت سے ریکارڈ اس میں بے ترتیبی سے رکھے ہوئے تھے۔ میں نے جلد جلد اُن کو نکال کر پاس رکھ لیا۔ پھر خالی خانہ میں ہاتھ ڈال کر اوپر نیچے اطراف میں ہر جگہ ٹٹولا۔ لیکن کوئی چیز نہ ملی! ریکارڈوں کو دوبارہ اُن کے مقام پر رکھ کر میں نے یہی عمل دوسرے خانہ پر کیا اور نتیجہ پھر بھی وہی ڈھاک کے تین پات نکلا! اس بڑھتی ہوئی ناکامی سے میرا اختلاج قلب اور بھی تیز ہو گیا تھا۔

اب قسمت آزمائی کا صرف ایک ہی موقعہ باقی تھا یعنی تیسرے خانہ کی تلاشی لینے کا۔ میں نے سابق کی طرح اس میں سے بھی گرد آلود ریکارڈ نکال کر باہر رکھے لیکن دل اس خیال سے سہما جاتا تھا کہ اگر لفافہ اس میں بھی نہ ملا۔ تو پھر کیا کروں گی؟ وہ جو کہا کرتے ہیں کہ ہر بُرائی میں بھلائی پوشیدہ رہتی ہے۔ فوراً خیال آیا کہ یہ تو ایک بڑا مبارک فال ہوگا۔ کیونکہ اس کے معنی یہی سمجھے جائیں گے کہ میجر اسٹ اُس رات

دشمنوں کے نرغہ سے زندہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور مجھ سے پہلے اس جگہ آکر لفافہ نکال کر لے گیا! ایمان کی پوچھئے تو اس خیال کے بعد اب میری دلی آرزو یہی تھی کہ لفافہ نہ ملے تاکہ مجھ کو اس بات کا یقین کامل ہو جائے کہ میجر ایبیٹ زندہ اور صحیح سلامت ہے مگر کچھ ہو میں اس تیسرے خانہ کو ایک دفعہ دیکھ جانا ضروری سمجھتی تھی کہ کسی فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچ سکیں۔

ریکارڈ میرے ہاتھ میں تھے اور میں انہیں فرشی قالین پر رکھا چاہتی ہی تھی کہ ناگاہ ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی شخص پاس والے کمرہ میں نقل و حرکت کر رہا ہے! ایک بار کسی بھاری چیز کے گرنے کی مدھم آواز سنائی دی پھر اس طرح کی آوازیں کانوں میں آئیں جیسے کوئی نرم سلیپر پاؤں میں پہنے فرشی قالین پر چل رہا ہو۔ سب سے پہلا سوال جو میرے جی میں پیدا ہوا یہ تھا کہ فلوریا جس کی نسبت نوکرانی ہیلڈ وگ نے غلط گوئی کی تھی کہ گھوڑے پر ہوا خوری کرنے گئی ہے درحقیقت اس کمرہ میں پڑی سوتی تھی اور اب اٹھ بیٹھی ہے نہ جانے وہ کس وقت دروازہ کھول کر اس کمرہ کے اندر چلی آئے!

لیکن اس حد تک قدم آگے بڑھانے کے بعد میں ہر طرح کے خطرات کو نظرانداز کر کے اس کام کو جس کے سلسلہ میں میں اس جگہ آئی تھی انجام تک پہنچانے کا مصمم ارادہ کر چکی تھی پس ریکارڈ ہاتھ سے رکھ کر میں نے پھر تیسرے خانہ میں جسے دیکھنا باقی رہا تھا ہاتھ ڈال کر ادھر ادھر گھمایا۔ خانہ تنگ تھا۔ میرے ہاتھ کو اس حرکت سے تکلیف بھی ہوئی۔ ساتھ ہی میرا دل بدستور زور زور سے حرکت کر رہا تھا اور ان سب باتوں پر مستزاد یہ کہ وہ پُراسرار آوازیں جو میں نے پیشتر سنی تھیں مجھے بند دروازہ کی پشت پر قریب تر آتی معلوم ہونے لگی تھیں۔

عین اس نازک وقت میں میری انگلیاں کسی چیز کی شفاف کاغذی سطح کے ساتھ جا کر لگیں۔ اور اُس کے چھونے سے سرسراہٹ کی آواز بھی پیدا ہوئی میں نے جب ہاتھ باہر نکالا تو ایک نیلے رنگ کا لمبا لفافہ اُس میں پکڑا ہُوا تھا!

اس بات کی پروا نہ کرتے ہوئے کہ دیکھوں اس پر کس کا نام اور پتہ لکھا ہے۔ یہ معلوم کرنے کی بھی ضرورت نہ سمجھ کر کہ وہ سربمہر ہے یا کھُلا۔ میں نے جلدی سے اُس لفافہ کو اپنے فراک کی جیب میں ٹھونس لیا پھر وہ ریکارڈ جنہیں باہر نکال کے رکھا تھا دوبارہ اُسی خانہ میں جلد جلد رکھنے شروع کئے۔ عین اُس موقعہ پر تو ہی پُراسرار دروازہ جس کا ذکر میں نے پیشتر کیا ہے بڑی آہستگی کے ساتھ کھلنے لگا۔ میں جھٹ اُٹھ کر کھڑی ہوگئی اور اُس صوفہ کی طرف بڑھی جس پر میں نے اپنا شال رکھا ہُوا تھا۔ لیکن اس غیر معمولی عجلت میں ایک بھاری بھول مجھ سے یہ ہوئی کہ گو باہر نکالے ہوئے ریکارڈ الماری کے خانہ میں دوبارہ رکھ دیئے تاہم خانہ بند نہ کر سکی!

میں نے جس صوفے کا ذکر کیا ہے وہ سیلون کمرہ کی دو کھڑکیوں میں سے ایک کے قریب اس طرح کونے میں رکھا تھا کہ جو کوئی دروازہ سے باہر نکلے میں فوراً ہی اُس کو نہ دیکھ سکتی تھی لیکن اب چونکہ میں وہ کام جس کے لئے اتنے عظیم خطرات سے گذرنا قبول کیا تھا ختم کر چکی تھی اس لئے زیادہ دیر اس جگہ ٹھہرنا بے کار تھا۔ چنانچہ جب میں نے دروازہ کو کھلتے دیکھا تو اپنا شال ہاتھ میں لے کر اس طرح کھڑی ہوگئی کہ باہر نکلنے والے کی نظر فوراً ہی گراموفون کی الماری کی طرف نہ جا سکتی تھی۔ کیونکہ جیسا میں نے لکھا ہے اپنی ہر ممکن احتیاط کے باوجود میں نے الماری کا آخری خانہ کھُلا ہی چھوڑ دیا تھا۔ لیکن چاہتی تھی رخصت ہونے سے پہلے موقعہ پاکر کسی طرح اس غلطی کی اصلاح کر دوں!

لیکن آپ جو اس داستان کو پڑھ رہے ہیں۔ میری اُس وقت کی حیرت پریشانی اور سراسیمگی کا اندازہ کریں جب میں نے کھُلے دروازہ کی راہ سے کسی عورت کو باہر آتے دیکھنے کی بجائے ایک پھُولے ہوئے بدن کے جرمن نوجوان کو جس نے اپنے گلے میں ڈریسنگ گون پہن رکھی تھی۔ چوکھٹ میں لگی ہوئی کسی بدنما تصویر کی مانند دروازہ میں کھڑے دیکھا!

باب - ۳

بدصورت نوجوان

قریباً ایک منٹ وہ اُسی جگہ دروازہ میں کھڑا اس طرح آنکھیں جھپکتا رہا جیسے کوئی شخص یکایک اندھیرے سے روشنی میں آکر کیا کرتا ہے۔ مَیں بیان کر چکی ہوں کہ وہ کوئی بہت بھدّی شکل و صورت کا نوجوان تھا۔ لیکن سب سے زیادہ بدنما اُس کی چھوٹی آنکھیں تھیں جو پھولے ہوئے رخساروں کی وجہ سے اس طرح اندر کو دبی ہوئی تھیں جیسے پڈنگ کی پلیٹ میں کشمش کے دانے۔ اُس کی عام حالت ظاہر کرتی تھی کہ ابھی ابھی سو کر اُٹھا ہے کیونکہ نہ صرف اُس نے اپنے گلے میں ایک لمبی سبز اور نارنجی پھولوں سے آراستہ چوڑی آستینوں کی ڈریسنگ گون پہن رکھی تھی۔ بلکہ اُس کے سر کے بال بھی سخت بے ترتیبی سے اُلجھے اور بکھرے ہوئے نظر آتے تھے۔ اُس نے اپنے پاؤں میں سرخ رنگ کے ترکی سلیپر پہن رکھے تھے۔

یکایک اُس کے مُنہ سے کراہنے کی آواز نکلی اور اُس نے اپنے ایک ہاتھ

سے دونو کنپٹیوں کو بڑے زور سے دبایا۔ اُس وقت مجھے یہ دیکھ کر اُس سے اور بھی زیادہ نفرت ہونے لگی۔ کہ کسی نئے فیشن کے شوق میں اُس نے دائیں کلائی کے اوپر سونے کا کڑا پہن رکھا تھا!

" اے راحم خدا " اُس نے جرمن زبان میں کراہتے ہوئے کہا۔ "میرا سر پھٹا جاتا ہے!" پھر وہ دو قدم آگے بڑھ کر کمرہ کے اندر آگیا اور ایک بغلی میز کے پاس جا کر کانچ کی صراحی سے کسی طرح کے معدنی پانی کا ایک گلاس پُر کر کے مُنہ سے لگایا اور اُسے ایک ہی سانس میں پی ڈالا۔ اس سے فارغ ہو کر اُس نے پیانو پر رکھے ہوئے چاندی کے بکس سے سگریٹ نکال کر سلگایا اور اُس کا لمبا کش لگا کے دھویں کا بادل چھوڑتے ہوئے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

" تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ " اور اس کے ساتھ ہی دوبارہ آنکھیں بند کرلیں۔ جس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ اپنی موجودہ حالت میں اُس کو سوال وجواب کی طاقت ہی نہ تھی یا شاید وہ کہنے کے ساتھ ہی اپنے لفظوں کو فوراً بھول گیا تھا۔

زندگی بھر مجھ کو مردوں میں دو چیزوں سے سخت نفرت رہی ہے۔ ایک اُن کے بدن کا آماس اور فربہی۔ دوسرے ایک آنکھ کا چشمہ لگانے کی عادت۔ اور اس نوجوان میں یہ دونو عیب موجود تھے۔ عمر اُس کی پچیس سال سے زیادہ کسی حال میں نہ تھی لیکن بدن غیر معمولی پھیلا ہوا۔ اور چلا مکھن کی طرح چکنی تاہم ایک بات میں نے جلدی ہی معلوم کرلی یعنی سوسائیٹی میں وہ کوئی معمولی حیثیت رکھنے والا آدمی نہ تھا۔ کیونکہ ایک خاص شان وجاہت اُس میں پائی جاتی تھی۔ گو میرے لئے وقتی طور پر یہ معلوم کرنا غیر ممکن تھا کہ وہ سوسائیٹی کے کس طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔

مَیں نے اُس کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ اُس نے دوبارہ آنکھیں کھولیں۔ بُرا سا مُنہ بنایا اور ایک آنکھ کا چشمہ بھی اُتار ڈالا جو گلے میں پڑے ہوئے سیاہ دھاگے سے معلق تھا اس چشمہ کے اُتر جانے سے اُس کی بدنمائی اگر ممکن سمجھا جا سکے ایک درجہ کم ہوگئی۔ لیکن اس کے باوجود مجھے اُس کی صورت سے سخت نفرت تھی۔ بہت چھوٹی سُنہرے رنگ کی موچھیں۔ شہوت آمیز دہانہ ناک کا سرا ذرا سا اُوپر کو اُٹھا ہوُا ۔۔۔ اُس کی عام حالت کسی پہلو سے بھی پسندیدہ نہ تھی۔ مَیں نے اندازہ سے جانا یہ شخص والٹر پلگرینی کے اُن دوستوں میں سے ایک ہوگا جن کا ذکر نوکرانی ہیڈوگ نے کیا تھا۔

اتنے میں وہ پھر لیٹا اور بے مدعا سامنے تکتے ہوئے کہنے لگا۔

"کہاں گئی ہے بلگرینی؟"

"خادمہ کہتی تھی ہوا خوری کرنے گئی ہیں۔"

"اوہو!" اُس نے لمبی دردناک آواز سے کہا اور کسی بے جان تودہ کی مانند صوفے پر گر پڑا۔ اُس وقت پہلی مرتبہ اُس کی نظر گراموفون الماری کی طرف گئی اور متعجبانہ کہنے لگا۔

"ہیلو کون گراموفون بجاتا تھا۔"

مجھے کو وہ موقعہ مل گیا جس کی تلاش تھی اور مَیں نے جھٹ آگے بڑھ کر الماری کا دروازہ کو بند کر دیا پھر کچھ کہنے کی غرض سے کہا۔

"مَیں یونہی ریکارڈ نکال کر دیکھ رہی تھی"

اس نے ایک دو بار سر کو حرکت دی پھر کہنے لگا۔

"کیا تم لوگ اِس گھر میں کبھی گراموفون بجایا کرتے ہو؟ یہ مَیں نے ہی بلگرینی کے لئے خریدا تھا لیکن فلورا کو ریکارڈوں کی آواز سے سخت نفرت ہے اسی

لئے وہ اس کو بچانا پسند نہیں کرتی اور یوں تو کئی بار وہ مجھ سے بھی نفرت کرنے لگتی ہے! " یہ کہتے ہوئے اُس نے ایک خاص انداز سے میری طرف دیکھا اور مسکرانے کی نمائش کی۔ لیکن ایسا کرتے ہوئے اُس کے چکنے گول رخساروں پر لاتعداد شکن اس طرح پیدا ہو گئے جیسے چربی کے پہاڑ میں غاریں۔ درے اور گڑھے نظر آنے لگے ہوں۔

" تم شاید جرمن نہیں ہو؟ " دفعتاً اُس نے کہا۔

یہ سوال چونکہ اچانک پوچھا گیا تھا اس لئے میں اُسے سُن کر گھبرا گئی اور یہ نہ جانتے ہوئے کہ مجھے اس کا جواب ...... کیا دینا چاہیئے میں نے محض اتنا کہا " آپ کیوں پوچھتے ہیں؟ "

" بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے ملک کی عورتیں خوب موٹی تازی اور طاقتور ہوتی ہیں یعنی ایسی " یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے پھولے ہوئے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کیا گویا کسی فربہ اندام عورت کی تصویر پیش کیا چاہتا تھا۔ " لیکن تمہاری لاغری کو دیکھتے ہوئے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تم ضرور کوئی انگریز عورت ہو ۔ ۔ ۔ کیوں کیا یہ غلط ہے؟ " پھر مجھے انکار کی مہلت نہ دے کر وہ تقریر جاری رکھتے ہوئے شکستہ انگریزی میں کہنے لگا۔ " میں کئی بار تمہارے شہر لندن میں گیا ہوں۔ بڑا بارونق مقام ہے۔ میں اس کے ذر اور سیوائے ہوٹل میں دو دو جگہ ٹھہرا ہوں۔ ڈربی اور ایسکٹ جانے کا بھی موقعہ ملا ہے۔ ان دونو مقامات پر خوش فا گھوڑے اور حسین لیڈیاں خوب تھیں۔ لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ گھوڑے اور عورتیں ۔ ۔ ۔ نہ جانے ان دونو کا آپس میں کیا واسطہ؟ لیکن تمہارے انگلستان میں یہ دونو ساتھ ہی ساتھ رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی میں نے دیکھا ہے کہ انگلستان کی بعض میں اچھی قبول صورت

اور ملنسار ہوتی ہیں۔ وہ مجھ سے مل کر بے حد خوش ہُوا کرتی تھیں۔ کیوں کیا میں تم کو بھی پسندیدہ نظر آتا ہوں یا نہیں؟"

یہ کہتے ہوئے اس نے مسکراتی نظروں سے میری طرف دیکھنے کی کوشش کی۔ اگر میں اپنی پریشانیوں میں مبتلا یا اس قدر گھبرائی ہوئی نہ ہوتی تو شاید میں اس کی عجیب باتیں سُنکر اور اس کی عجیب حرکتیں دیکھ کر قہقہہ مار کر ہنسنے لگتی۔ لیکن اپنی کوشش میں کامیابی حاصل کرنے اور وہ قیمتی لفافہ پا لینے کے بعد جس کی مجھ کو تلاش تھی میں اب اتنا ہی اور چاہتی تھی کہ جس قدر جلد ممکن ہو۔ یہاں سے رخصت کی فکر کروں۔ یہی باعث تھا کہ میں اس سے کسی لمبی بحث میں اُلجھنا پسند نہ کرتی تھی۔ ورنہ جی تو چاہتا تھا کہ برملا اس سے کہہ دوں "تم آدمی بننے کا دعوے کرتے ہو آدمیت سیکھو۔ تم تو بڑے ہونک ہو اور تمہاری صورت کو دیکھ کر خوش پوش ریچھ کا گمان ہوتا ہے!"

باب - ۴

ظالم وحشی

مگر یہ وقت ایسا نہ تھا کہ میں اسے ناحق اپنا دشمن بنانے کی کوشش کرتی۔ پس میں نے گول لفظوں میں اس کی تھوڑی سی تعریف کر دی اور وہ پُرمسرت انداز سے سر ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

" تم بالکل بجا کہتی ہو۔ دراصل قدرت نے کچھ ایسی خوبیاں میری ذات میں پیدا کی ہیں کہ کوئی عورت میری شان دلفریبی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی

... ٹھہرو وہ کیا لفظ ہے جو تمہارے ہاں انگریزی میں ایسے آدمی کے لئے برتا جاتا ہے - ہمارے ہاں جرمن زبان میں تو اس کو ان دیلڈرسٹیہ لک کہتے ہیں ۔"

" ٹھیک ہوگا " میں نے بے پروائی کے لہجہ سے ہی جواب دیا۔

" ہوگا نہیں - ہے! " اس نے اپنے لفظوں پر زور دے کر کہا۔" اور یہی ایک بڑی مشکل مجھے ہر وقت درپیش رہتی ہے کہ عورتیں میری شکیل صورت پر یوں نثار ہوتی ہیں جس طرح شمع کے گرد پروانے لیکن اس میں میرا کیا قصور؟ قدرت نے صورت ہی ایسی بنائی ہے - کبھی کبھی تو میری جان فلوریا بھی اس لئے مجھ سے خفا ہونے لگتی ہے - حالانکہ میں بے بس ہوں ... لیکن اے میرے خدا ... میرا سر گیا! " یہ کہتے ہوئے اس نے ایک ہاتھ سے اپنی گدی کو دو تین بار کھینچا یا۔

اس دوران میں میں اسے باتوں میں لگائے رکھ کر دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ یہاں سے رخصت کا کیا بہانہ کروں اور وہ تھا کہ ہر لحظہ تیز تر گھورتی نظروں سے میری طرف دیکھنے لگتا تھا - حتیٰ کہ اس کی جمی ہوئی نگاہ میرے دل کو پریشان کرنے لگی - میں سوچ ہی رہی تھی کہ اس موذی سے کس طرح پیچھا چھڑاؤں کہ ناگاہ ایک موقعہ پر جب گفتگو تھوڑی دیر کے لئے تھم گئی تھی میں نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔

" اچھا اب اجازت دیجئے میں چلتی ہوں اگر آپ کو فرادان پیلگرینی سے ملنے کا اتفاق ہو تو میری طرف سے اتنا کہہ دیجئے کہ پھر کسی وقت ملنے آؤں گی ۔"

" مگر ٹھہرو تو ایسی بھی کیا جلدی ہے! " اس نے اپنی بے جوڑ انگریزی

میں تقریر کرتے ہو۔ کہا " اور وہ کیا کام ہے جس کے لئے تم اس سے ملنا چاہتی تھیں۔ کیا تم اس کے ذریعہ سے کسی ناٹک میں گویا عورت کا پارٹ کرنا چاہتی ہو؟"

" نہیں " میں نے اس کے جواب میں کہا " درحقیقت میں یہ شال ان کو دکھانے ساتھ لائی تھی کہ شاید وہ اس کو خرید لیں "

یہ کہتے ہوئے میں صوفہ کی طرف گئی تاکہ اپنا تہ کیا ہوا شال دستانے اور وہ بھورے کاغذ جس میں شال لپیٹ کر لائی تھی اٹھا لوں۔ لیکن اس نے موقع پاکر میری کلائی پکڑ لی اور زبردستی اپنے پہلو میں بٹھاتے ہوئے کہنے لگا۔

" ٹھہرو کیا کہہ رہی تھیں تم؟ کیا یہی شال فلوریا کو دکھانے لائی تھیں جو تمہارے پاس ہے؟ لو ذرا اسے اوڑھ کر تو دکھاؤ تاکہ معلوم ہو تمہارے خوشنما بدن پر کیسا لگتا ہے "

کسی طرح بات ختم کرنے کی غرض سے میں نے اس کی بھی تعمیل کی یعنی شال کھول کر اپنے گرد لپیٹ لیا۔ اس کے بعد وہ موٹا نوجوان طفلانہ مسرت سے دونوں ہاتھ بجا کر کہنے لگا۔

" واہ وا سبحان اللہ! اپنے سیاہ بالوں کی وجہ سے تم اس شال کو پہن کر سچ مچ کارمن نظر آتی ہو۔ ۔ ۔ اتنی ہی خوبصورت ۔ ۔ ۔ ویسی ہی دلفریب! "

میں نے شال اتار کے اسکو جلد جلد تہہ کرنا شروع کیا پھر اسے کاغذ میں لپیٹتے ہوئے کہا۔

" خیر اب میں جاتی ہوں۔ زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتی "

" مگر کہاں جاتی ہو میری جان ۔ ۔ ۔ اتنی سنگدل نہ بنو " نوجوان نے حسرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا " میں اس جگہ اکیلا رہ کے کیا کرونگا کل رات اتنی پی کہ سر پیر کا ہوش نہ رہا اور اب میرے سر میں شدت کا درد ہے

تمہاری باتوں سے وقت گذرتا معلوم نہیں ہوا۔ تھوڑی دیر اور ٹھہر جاؤ پلیز بیگ اب آتی ہی ہوگی۔"

اس کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ خواہ کچھ ہو اب مجھے اس جگہ سے ضرور رخصت ہو جانا چاہیئے پس میں نے اٹھ کر کھڑا ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"بس اب، چھٹی ہی دیجیئے میں آپ کی عنایتوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں" لیکن . . . میری کلائی پر اس کی گرفت اور زیادہ مستحکم ہو گئی۔ اس کے چوڑے نتھنے پھولتے نظر آئے اور منکر کی سی بھوری آنکھیں چمکتی دکھائی دینے لگیں کسی بدمست شرابی کی طرح ہچکیاں لیتے ہوئے کثیف لہجہ میں کہنے لگا۔

"کیا جانے سے پہلے میرا جی خوش نہ کرو گی؟ . . . لاؤ ایک چھوٹا سا بوسہ تو دیتی جاؤ!"

میں نے زبردستی اپنا بازو چھڑایا اور اچھل کر سیدھی کھڑی ہو گئی۔ میں بہت چاہتی تھی ضبط و سکون کو ہاتھ سے نہ دوں لیکن سینہ میں غصّہ اور جوش کا طوفان برپا تھا اور اس کے ساتھ ہی دہشت کی دھڑکن بھی۔ وہ بھی میرے ساتھ ہی اُٹھ کر کھڑا ہو گیا پھر غیر معمولی تیز چال چلتا اس دروازہ کی طرف گیا جو ڈیوڑھی کی جانب بنا تھا اور اس سے پہلے کہ میں اس کے فاسد ارادوں سے خبردار ہو سکتی اس نے دروازہ بند کر کے کنجی لگا دی اور اُسے اپنی جیب میں ڈال لیا۔

"میرے خدا۔ کیا حُسن ہے . . . کیا جوش . . . اور کیسی بے اعتنائی" اس نے تعریفی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "میری دلنواز حسینہ۔ میں عورت میں ایسی ہی خوبیاں دیکھ کر خوش ہوتا ہوں۔ کیونکہ جو شکار بلا مزاحمت ہاتھ آتے اس کے پانے سے کوئی خاص لذّت حاصل نہیں ہوتی۔"

یہ کہتے ہوئے وہ پھر ایک بار میری طرف بڑھا۔ اس کے موٹے موٹے ہونٹوں پر ایک ہولناک تبسم پیدا تھا۔

" صاحب خدا کے لئے دروازہ کھول دیجئے میں اب ایک پل بھر اس جگہ ٹھہرنا نہیں چاہتی " میں نے قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

لیکن اس نے میری دھمکیوں کو ہنسی میں ٹال دیا اور مجھے پکڑنے کو ہاتھ آگے بڑھایا۔ میں دو قدم اور پیچھے ہٹ گئی وہ کچھ اور آگے بڑھا۔ حتیٰ کہ اس طرح ایک ایک قدم چلتے میں اس کونے تک جا پہنچی جس جگہ صوفہ رکھا ہوا تھا۔

اس وقت مجھ کو مجبور دیکھ کر وہ مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ میرے لئے دوگونہ مشکل درپیش تھی۔ چیخ مارنا اس لئے نہ چاہتی تھی کہ معاملہ اور زیادہ پیچیدہ نہ ہو جائے کوئی اور صورت ممکن نہ دیکھ کر میں نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں کس کے اس کے پھولے ہوئے منہ پر دونوں طرف دو زور کے مُکّے رسید کئے۔ لیکن اس موذی نے میرے دونوں ہاتھ قابو کر لئے اور لگا ان کو چومنے۔ میرے دل میں نفرت اور دہشت کی تیز تھرتھری پیدا ہو رہی تھی۔ میں نے جہاں تک ممکن تھا زور لگا کر اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کی لیکن مرد اور عورت کا مقابلہ کیا۔ اُس کی پھولی ہوئی تھوتھنی ہر لحظہ میرے منہ کے قریب آتی جا رہی تھی اور میں نفرت اور خوف سے تھرتھر کانپتی اس سے اور زیادہ پیچھے ہٹنے کی کوشش کر رہی تھی کہ عین اس وقت نازک میں اس مقفل دروازہ کو جس کی کنجی میرے دشمن نے اپنی جیب میں ڈال رکھی تھی۔ کسی نے باہر سے زور زور سے کھٹکھٹانا شروع کیا پھر دوسری جانب اس کمرہ کی راہ سے جس سے یہ فریبِ اندام حیوان نکلا تھا تو کرانی ہیملوگ دروازہ کھول کر دوڑی دوڑی اندر آئی اور ہانپتے ہوئے کہنے لگی۔

" سرکار سنبھل جائیے ۔ ۔ ۔ بیگم صاحب واپس آگئیں! "

باب - ۵

شامتِ اعمال

جس تیزی اور پھرتی سے نوکرانی ہیڈوگ اپنی مالکن کی اطلاع دینے ہمارے کمرہ میں داخل ہوئی اس سے میرے لئے یہ نتیجہ نکالنا کچھ مشکل نہ ہوا کہ اس سارے عرصہ میں وہ خوابگاہ کے دروازہ کے ساتھ لگی ہوئی سوراخ کی راہ سے سب کچھ دیکھتی اور سنتی رہی ہوگی۔ میں حیرت آمیز پریشان نظروں سے کبھی اس کی طرف اور کبھی اس سجیلے نوجوان کی طرف دیکھتی تھی جس کے چہرہ پر نوکرانی کے الفاظ سن کر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ ایک دو مرتبہ پہلے اس نے نوجوان کو مخاطب کرتے ہوئے "ہوہیٹ" کا لفظ استعمال کیا تھا اور میں اس قدر جرمن زبان جانتی تھی کہ مجھ کو معلوم تھا ہوہیٹ کا لفظ کسی شہزادہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جس طرح ہماری انگریزی زبان میں ہائی نس کا لفظ۔

میں نہیں جانتی یہ بد صورت نوجوان خاندان شاہی کا کوئی رکن تھا یا کوئی دوسرا امیر زادہ۔ بہرحال نوکرانی کی زبانی وقت پر ایسی بات سن کر کہ بیگم واپس آگئی ہیں اس کے سب کس بل آن واحد میں نکل گئے۔ اتنے میں پھر ایک بار کسی نے بند دروازہ کو زور زور سے کھٹکھٹایا۔ لیکن جب شہزادہ اپنے بڑھتے ہوئے اضطراب کی وجہ سے دروازہ کھولنے سے قاصر رہا تو جو کوئی بھی دروازہ کے باہر تھا وہ کسی اور رستہ سے گھوم کر کمرہ خواب کے اسی دروازہ کی راہ سے ہمارے کمرہ میں داخل ہوا۔ جس سے پیشتر شہزادہ اور اس کے بعد نوکرانی ہیڈوگ اندر آئی تھی۔ اب جو میں نے دیکھا تو ایک دراز قد نازک تن خاتون سواری

کا حسبِ لباس پہنے قہرِ عظیم کے آثار چہرہ پر لئے کمرہ میں کھڑی تھی۔

میرے لئے یہ جاننا کچھ بھی مشکل نہ ہُوا کہ یہی وہ ریاوان پلاگریپنی ہے۔ اور اس کی صورت دیکھنے کے بعد یہ سمجھنا بھی سہل ہو گیا کہ اُسے اپنے گھر کے ساز و سامان اور اس کی زیبائش و آرائش میں سبز رنگ کیوں اتنا بھاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ سر سے پاؤں تک اس کی رنگت کیا چہرہ اور بدن کی اور کیا سر کے بالوں کی سنہری مائل سفید تھی۔ سیاہ رنگ کی سواری کی ہیٹ کے نیچے اس کے سر کے بال جتنے بھی نظر آتے شعلہ آتشین کی رنگت رکھتے تھے فقط اس کی آنکھیں بلی کی آنکھوں کی مانند چمکدار اور سبز تھیں میں پیشتر بیان کر چکی ہوں کہ وہ نازک بدن اور دراز قامت تھی۔ بدنی ساخت موزوں اور ایک حد تک اس کی خوبصورتی اس کی شان کو اس طرح دوبالا کرتی تھی۔ جیسے سنطقہ حارہ کے کسی پرندہ کے خوشنما پر اس کی دلفریبی کو نمایاں کرنے میں مدد دیتے ہیں

اس عورت کے دفعتاً اندر آنے سے میرے دل کو جو سہارا ہُوا اس کا حال محتاج بیان نہیں۔ فی الحقیقت اب میں حالات کو انکی موجودہ مضحکہ صورت میں دیکھنے کے قابل ہونے لگی تھی۔ کمرہ کے اندر میں اور وہ موٹا نوجوان پاس پاس کھڑے دو کشتی لڑنے والے پہلوانوں کی مانند ہانپ رہے تھے اس جد و جہد میں میرے سر کے بال کھل کر بے ترتیبی سے شانوں پر بکھر گئے اور ہیٹ جھک کے ماتھے تک آ گئی تھی لیکن بدرجہا زیادہ بری حالت اس موٹے حیوان کی تھی۔ جس کی صورت اپنے بھڑکیلے لباس میں اور بھی زیادہ مضحکہ انگیز معلوم ہوتی تھی۔ منہ کسی روٹھے ہوئے بچے کی مانند بنا ہُوا۔ چہرہ فرطِ جوش و غضب سے قرمزی سرخ اور اس پر میرے لگائے ہوئے دو مکّوں کے نشان بالکل واضح اور صاف۔ اس جد و جہد کے دوران میں شال میرے ہاتھ سے

پھٹ ہمارے درمیان کمرہ کے فرش پر گر گیا تھا اور اب تک وہیں پڑا تھا۔
ادھر بیگم بیتی کے دلکش چہرہ پر مارے غصہ کے ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا۔ یہ غضب ہو کر نوجوان کی طرف گھورتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

" شرم کرو! کیا تمہیں اپنے ساتھ میرے مکان پر عورتیں لانے سے بھی دریغ نہیں ہوتا؟ صبح جب میں نے تم سے کہا تھا کہ آؤ ہوا خوری کرنے چلیں تو تم نے ماندگی کا بہانہ کر دیا اور کہنے لگے میں ذرا سی دیر اور سونا چاہتا ہوں۔ لیکن میرے پیٹھ پھیرنے کی دیر تھی کہ تم نے ۔ ۔ ۔ لیکن تم یہاں کھڑی کیا کرتی ہو؟ "
یہ آخری الفاظ اُس نے قہر آلود لہجہ میں لڑکراتی ہیڈوگ سے مخاطب ہو کر کہے جو گہری سراسیمگی کی حالت میں حیرت سے مُنہ کھولے ایک جانب کھڑی تھی۔
" یا تو میں اس لئے حاضر ہوئی تھی کہ حضور سے اس عورت کے بارہ میں سارے حالات عرض کر دوں " خادمہ نے رکتے رکتے کہا اور اس کے ساتھ ہی انگلی سے میری طرف اشارہ کیا " آپ کی غیر حاضری میں وہ ایک شال دکھلانے لائی تھی۔ جسے وہ آپ کے ہاتھ بیچنا چاہتی ہے " یہ کہتے ہوئے اُس نے فرش زمین سے گرا ہوا شال اُٹھا لیا " اور چونکہ وہ سرکار کی واپسی کا انتظار کیا چاہتی تھی۔ اس لئے میں نے اس کو اس کمرہ میں بٹھا دیا ۔ ۔ ۔ پیشتر ہز ہائی نس کو اس کے آنے کی متعلق خبر نہ تھی "
بیگم بیتی نے تیز چمکیلی نظروں سے میری طرف دیکھا پھر پوچھا۔
" کیا یہی اصل حقیقت ہے؟ "
اس موقعہ پر فربہ اندام شہزادہ آگے بڑھا اور ہاتھ پیٹتے ہوئے کہنے لگا۔
" خدا کے لئے فاوزیا ہیڈوگ کو واپس بھیج دو۔ میں سب حال سچ سچ

بیان کئے دیتا ہوں "

" جاؤ تمہارے کھڑے رہنے کی کوئی حاجت نہیں ہے ، پلگرینی نے تند نظروں سے ہیڈنگ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا پھر باری باری موٹے شہزادے کی اور میری طرف دیکھنے لگی - ہیڈنگ نے شال میرے ہاتھ میں دے دیا - اور خود دوڑتی ہوئی کمرہ خواب میں غائب ہو گئی -

موقعہ پا کر شہزادہ نے میری طرف دیکھتے ہوئے آنکھ ماری - پھر اپنا پھولا ہوا ہاتھ پلگرینی کے بازو پر رکھ کر نرم لہجہ میں کہنے لگا -

" فلو ... فلوریا میری جان ذرا صبر کے ساتھ سنو اور اپنے کارنش کو یہ بیان کرنے کا موقعہ دو کہ اس نے تمہیں ستانے کی یہ نئی ترکیب کیوں سوچی تھی "

عورت نے اس کا ہاتھ جھٹک کے پرے ہٹا دیا اس کے ساتھ ہی غصہ کی حالت میں ایک پیر فرش زمین پر مارتے ہوئے بولی

" تم محض جھوٹ بکتے ہو - میں تمہاری کسی بات کا اعتبار نہیں کر سکتی "

شہزادہ نے فاخرانہ گردن اٹھائی پھر متین لہجہ میں کہا

" فلوریا کیا غضب کرتی ہو اتنا بھی نہیں سوچتیں کہ ہم اس وقت اکیلے نہیں ہیں "

اس نے اپنی ہیٹ اور دستی چابک ، جسے وہ اس وقت تک ہاتھ میں لئے کھڑی تھی دونوں چیزیں صوفہ پر ڈال دیں - اس کے خوشنما چمکیلے بال سادہ لفافہ پر آراستہ نظر آتے تھے - پھر سرد لہجہ میں بولی -

" میں پورا کی لس کے عذرات سننے کو تیار ہوں - بولو کیا کہتے ہو ؟ "

شہزادہ نے اس کے شانے پر ہلکی سی تھپکی دی اس کے ساتھ ہی التجائی نظروں سے میری طرف دیکھا پھر پلگرینی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا -

" دیکھو میں دوبارہ منت کرتا ہوں اپنے کارلش سے اتنی خفا نہ ہو۔ سچ مچ یہ ایک طرح کی نقل تھی جو تمہارے جوش محبت کو تیز کرنے کے لئے تیار کی گئی۔ جس وقت میں نے تمہارے آنے کی آواز سنی تو جھٹ یہ دروازہ بند کر لیا اور ہم دونوں مل کر . . . . " اس نے پھر ایک بار معنی خیز نظروں سے میری طرف دیکھا ہم نے مل کر یہ سوانگ رچا کر اس عورت نے قصداً اپنے بال بکھرا لئے . . . کیوں کیا میں ٹھیک نہیں کہتا ہوں؟ "

آخری الفاظ اس نے مجھ کو مخاطب کر کے کہے تھے اور اس کی چھوٹی نار کو دبی ہوئی آنکھیں جو کسی دیوہیکل ہاتھی کی چھوٹی آنکھوں سے ملتی جلتی تھیں التجائی نظروں سے میری طرف دیکھنے لگیں۔

فلوریا نے بھی میری طرف دیکھا اور محض اتنا کہا۔

" سچ کہنا کیا بات تھی؟ "

لیکن میرا فیصلہ اٹل تھا۔ یہ کمبخت خاندان کا شہزادہ ہو یا کوئی اور مجھے اس کی رتی بھر پرواہ نہ تھی۔ پس میں نے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ جو اصل حقیقت ہے صاف صاف کہہ دوں گی۔ چنانچہ میں نے بلگرینی سے مخاطب ہو کر کہا۔

" بانو میں کسی نقل تماشے کا حال بالکل نہیں جانتی امر واقعہ یہ ہے کہ میری بے بسی سے فائدہ اٹھا کر اس شخص نے دروازہ بند اور مقفل کر لیا اور مجھے بوسہ دینے کی کوشش کرنے لگا لیکن اب میں آپ کی اجازت سے رخصت ہو جانا چاہتی ہوں " یہ کہتے ہوئے میں نے تہ کیا ہوا شال بغل میں دبایا اور دیوار میں لگے ہوئے آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے بالوں اور ٹوپی کو درست کرنے لگی۔ مگر ایسا کرتے ہوئے مجھے آئینہ کے اندر شہزادہ کی آنکھوں کی ایک جھلک دیکھنے کا موقعہ ملا۔ تو معلوم ہوا وہ قہر آلود نظروں سے میری طرف

گھور رہا تھا۔

"بے شک یہی بات ہو گی" بیگم نے تیز سنسناتی ہوئی آواز سے کہا "میں پہلے دن سے جانتی ہوں تم ہر دیگی چمچے ہو کوئی عورت تم سے محفوظ یا سلامت نہیں رہ سکتی" وہ غصہ اور جوش کے عالم میں کمرہ کے اندر ٹہلنے لگی تھی۔

"لیکن غضب خدا کا میرے اپنے مکان پر! . . . میری نوکرانی کی نظروں کے سامنے! کیا تمہیں کچھ بھی شرم نہیں آتی؟" اس وقت مارے غصہ اور جوش کے اس کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے اور وہ سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔ "تم اپنی شان نجابت کو دیکھتے ہوئے اس کا بھی خیال نہیں کرتے کہ جائز اور ناجائز میں کیا فرق ہوتا ہے تم مجھے میرے مکان پر آکر ذلیل کرتے ہو۔ . . . میرے خدا یہ حالت ناقابل برداشت ہے!"

شہزادہ سے اور کچھ نہ ہو سکا تو میری طرف دیکھ کر چٹکی بجاتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم ہی اس فتنے کی بنیاد ہو . . . جاؤ یہاں سے رخصت ہو جاؤ!"

اتنا کہہ کر اس نے وہی دروازہ جو ڈیوڑھی کی طرف کھلتا تھا اور جس کی کنجی اس نے اپنی جیب میں ڈال رکھی تھی آگے بڑھ کر کھول دیا لیکن عین اسی وقت جب میں ڈیوڑھی میں قدم رکھنے لگی تھی تو کرانی ہیڈوگ اپنے دل پر ایک ہاتھ رکھے خواب گاہ کی راہ سے ہانپتی کانپتی دوڑی دوڑی آئی۔ اس وقت اس کا چہرہ کاغذ کی مانند بے رنگ اور سفید تھا۔

"بانو، ہیر گرمنٹ آ گئے" اس نے رک رک کر ہانپتے ہوئے کہا

باب - ۶

ڈرپوک شہزادہ

اس نظم کو سن کر جو کیفیت میرے دل کی ہوئی اُس کا حال محتاج بیان نہیں حیران ششدر اور سراسیمہ میں جو ڈیوڑھی میں قدم رکھنے لگی تھی سایہ دیوار کی مانند وہیں رہ گئی۔ لاتعداد خیالات بجلی کی تیزی کی رفتار سے میرے دل میں پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ صاف دکھائی دیتا تھا کہ میری ساری احتیاطیں دھری کی دھری رہ گئیں اور ہُوا وہ جس کا خواب میں بھی خیال نہ آ سکتا تھا! یقینی طور پر گرنٹ کے آدمی میرے پیچھے لگے رہے ہوں گے انہوں نے اپنی آنکھوں سے مجھ کو اس مکان کے اندر داخل ہوتے دیکھا۔ اس کے بعد اُن میں سے چند ایک پوشیدہ طور پر مکان کی نگرانی کرتے رہے اور ایک شخص جا کر گرنٹ کو بلا لایا۔ اس وقت تک خدا جانے اُن کی کتنی بڑی جماعت مکان کا محاصرہ کئے ہوئے ہو گی میں جو اپنی سہل کامیابی پر پھولی نہ سماتی تھی اب کس مشکل میں آن کر مبتلا ہوئی۔ بہت جلد گرنٹ اندر آ کر مجھے میرے کپڑوں میں چھپائے ہوئے نیلے لفافہ سمیت گرفتار کرے گا کیونکہ جیسا اس داستان کے پڑھنے والوں کو یاد ہو گا۔ میں گراموفون کی الماری سے لفافہ نکال کر اپنی جیب میں ڈالے ساتھ لئے پھرتی تھی کہ اس وقت بھی وہ میرے بدن کو چھوتا محسوس ہوتا تھا۔

لیکن جو اضطراب دہشت یا پریشانی لنگڑے شیطان کی آمد کا ذکر سن کر میرے دل کو ہوئی وہ اُس ہراس عظیم کے مقابلے میں بے حقیقت تھی جو بدنصیب شہزادہ کو لاحق ہوا میں نے جب مڑ کر اس کی طرف دیکھا تو یہ حالت تھی کہ

چھوٹی آنکھیں فرطِ حیرت سے کشادہ منہ دیوانوں کی طرح کھلا ہُوا اور پھیلے ہوئے رخساروں کی چربی زور زور سے ہلتی دکھائی دیتی تھی!

اس کے بعد میری نظر فلوریا کی طرف گئی ہیڈوگ کی چیختی ہوئی آواز سن کر اُس نے جلدی سے گھوم کر دروازہ کی جانب رخ کر لیا تھا مگر اب اُس کے چہرہ پر غصّہ یا جوش کے آثار باقی نہ تھے گہرے انتظار کی حالت میں اس طرح کھڑی ڈیوڑھی کی طرف دیکھ رہی تھی کہ آنسوؤں کا پانی جہاں تھا وہیں کا وہیں جم کر رہ گیا۔ پلکیں بھیگی ہوئی اور آنکھیں چمکدار تھیں جن کی سبز رنگت آگ کے سبز شعلوں سے ملتی جلتی تھی اور اُس کے خوشنما بدن کا ہر ایک عضلہ تنا ہُوا تھا بہ حیثیت مجموعی اُس کی حالت اُس تیندوے سے ملتی جلتی تھی جو شکاری کی آہٹ پا کر چوکنا ہو کر کھڑا ہو گیا ہو!

اُس عالمِ بدحواسی میں جب ہم میں سے ہر شخص اپنی جگہ یہ سوچنے سے قاصر تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہیئے آخر کار اسی نے آغاز عمل کیا۔ لڑکی ہیڈوگ ابھی تک ڈیوڑھی میں کھڑی تھی اُس کا بازو پکڑ کے اُس نے پورے زور سے اُس کو کمرہ کے اندر کھینچ لیا۔ میں خود بھی راہ فرار بند پا کر کمرہ کے اندر آ گئی۔ اور فلوریا نے دروازہ بند کرتے ہوئے تحکمانہ لہجہ میں ہیڈوگ سے پوچھا۔

"کہاں ہے وہ اس وقت؟"

نوکرانی نے سر کی حرکت کے اشارے سے سمجھاتے ہوئے کہا: "میں اُسے کھانا کھانے کے کمرہ میں چھوڑ آئی ہوں۔"

"نری احمق ہو تم! کس نے کہا تھا اُس کو اندر بلانے کے لئے؟ کیا بھُوٹے منہ سے یہ نہ کہہ سکتی تھیں کہ بیگم باہر گئی ہیں؟"

"لیکن سرکار اُس نے مجھے بولنے کا موقعہ بھی تو دیا ہو۔ جب میں صدر

دروازہ پر گھنٹی کی آواز سن کر دروازہ کھولنے گئی تو وہ جھٹ ڈیوڑھی میں داخل ہو گیا اور کہنے لگا۔ "میں فوراً اُن سے ملنا چاہتا ہوں"

فلوریا کی خوشنما پیشانی پر بل پڑ گئے اور اُس نے شہزادہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے اب مجھے اُس کو اندر بلانا پڑے گا۔"

اس پر شہزادے نے دیوانوں کی طرح زور زور سے اشارے کرتے ہوئے فرطِ دہشت کے عالم میں چیختی آواز سے کہنا شروع کیا۔

"خدا کے لئے ایسا نہ کر بیٹھنا۔۔۔ بالکل نہیں! اُس کو کسی حال میں اندر نہ آنے دو۔ ورنہ فلوریا تم بہتر سمجھ سکتی ہو۔ میں تباہ و برباد ہو جاؤنگا۔ کیا تم اس قدر جلد بھول گئی ہو کہ میں چھٹی لئے بغیر کام سے غیر حاضر ہوں"

"لیکن اس میں قصور کس کا ہے؟ فلوریا نے تیز نظروں سے دیکھ کر غراتے ہوئے پوچھا۔ کیا میں اس بات پر زور دیتی تھی کہ ضرور یہیں میرے پاس ٹھہرو؟ کیا میں نے کل رات تم سے بار بار نہ کہا تھا کہ اب سینڈا واپس چلے جاؤ؟"

"میرے خدا اب میں کیا کروں۔۔۔ کدھر جاؤں؟" موٹے نوجوان نے کراہتے ہوئے دردناک آواز سے کہنا شروع کیا۔ "اگر اس موذی نے مجھ کو یہاں دیکھ لیا تو بس میرے مستقبل کا خاتمہ سمجھو۔ شہنشاہ معظم اب کی مرتبہ درگذر نہ کریں گے۔ تم اُن کے عادات سے واقف ہی ہو۔ یقینی طور پر وہ مجھے سنگ ٹاؤیا سواکوپ منڈ وغیرہ کسی نوآبادی میں دھکیل دیں گے۔ اِس لئے منت کرتا ہوں فلوریا کوئی ایسی ترکیب سوچو کہ گرنٹ مجھے اس جگہ موجود نہ دیکھے تم اُسے کوئی بہانہ کر کے واپس بھیج دو۔ کوئی سا عذر جو جی میں آئے پیش کر دو لیکن زنہار اُس کو اندر نہ آنے دو!"

میری تلاش میں نہیں بلکہ اس دوان ہمت شہزادہ کو ڈھونڈتا یہاں آیا ہو۔ اگر سچ مچ یہ بات ہو تو پھر میرے اندیشے سراسر باطل اور فضول تھے۔ اس صورت میں اُسے اس گھر کے اندر میری موجودگی کا حال معلوم ہی نہ ہوگا اور اگر میں تھوڑی سی ہوشیاری سے کام لے کر اس کی نظروں کے روبرو آئے بغیر اس گھر سے رخصت ہونے میں کامیاب ہو سکوں تو پھر بازی میرے ہاتھ تھی۔

ترکیب جو میں نے سوچی یہ تھی کہ کمرہ خواب سے ہو کر اُس غلام گردش سے ہوتی ہوئی جو سیلون کمرہ۔ ڈیوڑھی اور خوابگاہ کے باہر مسلسل بنی تھی اِس بارہ میں یقین کامل حاصل کرنے کے بعد کہ گرنٹ سیلون کمرہ میں پہنچ چکا ہے۔ غلام گردش کی راہ سے ہوتی ہوئی بھاگ جانے کی کوشش کروں۔ میرے بچاؤ اور سلامتی کا بس یہی ایک ممکن طریقہ تھا۔ اِس کے سوا اور کوئی ترکیب ذہن میں نہ آتی تھی۔

آگے بڑھتے ہوئے قدم دفعتاً رُک گئے اور اُس گہری خاموشی میں جو اس وقت کمرہ پر محیط تھی مجھے دبی ہوئی سرسراتی آواز میں التجائی الفاظ سنائی دیئے جو یقیناً شہزادہ کے مُنہ سے نکلے تھے۔

" فلوریا جس طرح بن پڑے مجھے کسی مقام پر چھپا دو! "

لیکن خوبصورت خاتون نے جواب دینے کی بجائے صرف قہر آلود نظروں سے دیکھ کر ڈرپوک شہزادہ کو چپ کرا دیا۔ بظاہر اب وہ ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کو تیار تھی۔ دوسری جانب کسی نے دروازہ پر تیز دستک دی اور فلوریا نے نوکرانی کو اشارہ سے سمجھایا کہ " جا کر کھول دو "

جس وقت نوکرانی دروازہ کھولنے گئی تو اُس کی۔ فلوریا اور شہزادہ کی پیٹھ میری طرف پیٹھ تھی۔ میری نظروں کے سامنے کمرہ خواب کا دروازہ کھلا تھا۔ میں بے آواز چلتی اُس میں داخل ہو گئی لیکن دروازہ کو بند کرنے کی جرأت نہ کر سکی۔

کیونکہ اگر آواز پیدا ہوتی تو میرا سوچا ہُوا پروگرام سب کا سب درہم برہم ہو جائے گا
کمرہ خواب کی فضا دھندلی اور راحت بیز تھی۔ ابھی تک کھڑکیوں کے
شٹر کھولے یا پردے ہٹائے نہ گئے تھے میں نے اس دھندلی تاریکی میں دیکھا
ایک جانب چار استادوں کی اونچی مسہری کا پلنگ بچھا تھا اور پاس ہی سنگھار
میز کی پشت پر قد آدم آئینہ لگا تھا۔ اس کمرہ کا جو دروازہ باہر والے برآمدہ کی
طرف کھلتا تھا میں اس میں کھڑی ہو کر واقعات کا انتظار کرنے لگی۔ ظاہر ہے کہ صدر
دروازہ تک پہنچنے کے لئے مجھے سیلون کمرہ کے باہر باہر ہو کر گذرنا پڑے گا لیکن
اس کی میں تب تک جرأت نہ کر سکتی تھی جتنے کہ یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو جائے
گرنٹ اس کمرہ کے اندر آ گیا اور دروازہ بند کر دیا جا چکا ہے۔

اتنے میں مجھ کو کسی اور دروازہ کے چیختی ہوئی آواز سے کھلنے اور کسی کے
تیزی سے گذرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ میں نے اندازہ سے جانا کہ نوکرانی ہیڈوگ
باورچی خانہ میں چلی گئی ہو گی۔ اس کے بعد اس گہری خاموشی میں جو اب مکان
کے اندر ہر طرف چھائی ہوئی تھی لنگڑے شیطان کی سخت اور کرخت آواز جس
کی یاد کسی ہیبت ناک خواب کی مانند عمر بھر میرے دل میں قائم رہے گی کانوں
میں آئی۔

بظاہر وہ کمرہ میں داخل ہونے سے پہلے دروازہ کے پاس کھڑا اپنے جوش
غضب کا اظہار کر رہا تھا۔

"اُف۔ میرے خدا!" اس نے گرجتے ہوئے کہا "کیا تم لوگوں نے مجھ کو بھی
کسی دو کا ندار کا تنخواہیا سمجھ رکھا ہے کہ اندر آنے سے پہلے گھنٹوں انتظار کیا
کروں؟ کیا نوکرانی نے صاف لفظوں میں تم سے نہ کہا تھا کہ میں ایک اشد ضروری
کام سے ملنا چاہتا ہوں۔ اس صورت میں میں پوچھتا ہوں کہ ..."

میں باقی ماندہ فقرہ نہ سن سکی یا شاید گرنٹ نے فقرہ مکمل ہی نہ کیا ہوگا۔ کیونکہ اب دفعتاً اُس کے مُنہ سے غرانے کی تیز آواز نکلی معلوم ہوتا ہے اُس نے فلوریا کے ملاقاتی شہزادے کو کھڑا دیکھ لیا تھا چنانچہ وہ اس سے مخاطب ہو کر چیختے ہوئے لہجہ میں کہنے لگا۔

" ہوہینیٹ کی خدمت میں آداب بجا لانے کے بعد میں یہ معلوم کیا چاہتا ہوں وہ کونسے خاص حالات تھے جن میں آپ اپنا سرکاری کام چھوڑ کر اس جگہ چلے آئے ؟ "

شہزادے بدنصیب میں تو شاید بولنے کی طاقت ہی نہ تھی۔ بہرحال اس موقعہ پر فلوریا نے اپنی دلکش اور صاف آواز میں جواب دیا۔

" ہیر ڈاکٹر شاید آپ کو معلوم نہیں لیکن شہزادہ کی طبعیت کچھ ناساز تھی اس لئے ... "

لیکن گرنٹ نے اُسے فقرہ پورا کرنے کا موقعہ نہ دیا اور چیختے ہوئے سرد لہجہ میں کہنے لگا۔ " میں نے ہز ہائی نس سے ایک سوال پوچھا تھا اور اُنہی کی زبانی اس کا جواب سننا چاہتا ہوں "

بدقسمت نوجوان کو اب کچھ کہے بغیر چارہ نظر نہ آیا۔ دردناک التجائی لہجہ میں فلوریا کے دیئے ہوئے اشارہ پر عمل کرتے ہوئے کہنے لگا۔

" ہیر ڈاکٹر آپ بخوبی دیکھ سکتے ہیں میری صحت اچھی نہیں۔ ورنہ میں اس سے بہت پہلے بارک میں واپس چلا گیا ہوتا۔ لیکن میں بہت جلد واپس ہو کر صاحب کمان افسر سے سب حال بیان کر دوں گا۔ کونٹ ولیبٹ فریڈ سے میری خرابی صحت کا حال پوشیدہ نہیں۔ اُمید ہے وہ میرے بیان سے ہر طرح مطمئن ہو جائیں گے۔ "

گرنٹ نے زوردار آواز سے گلا صاف کیا۔ پھر تلخ لہجہ میں بولا

"میں خوب جانتا ہوں کرنیل دلیسٹ فریڈا اپنے طور پر یا اپنی بیوی کونٹس کے اشارہ سے آپ کے معاملہ میں درگذر پر آمادہ ہو سکتے ہیں لیکن اس دفعہ یہ واقعہ اُن کی نظروں میں نہیں بلکہ براہ راست قیصر معظم کے محکمہ صرف خاص کی نظروں میں لایا جائے گا۔ آیا خیال شریف میں؟"

باب - ۸

یاس و اُمید

بدنصیب شہزادہ کے منہ سے کراہنے کی آواز نکلی ہرچند میں اُس کے چہرہ کی کیفیت نہ دیکھ سکتی تھی۔ پھر بھی میرے لئے یہ جاننا کچھ مشکل نہ تھا کہ اِن الفاظ کو سن کر غریب کا سب کس بل نکل گیا اور اُس کی حالت اُس غبارہ کی طرح ہوگئی — جس میں سوراخ کر اُس کی ساری ہوا نکال دی [illegible]

سہمی ہوئی آواز سے کہنے لگا "تو کیا آپ [illegible] میری شکایت وزیر صرف خاص کے روبرو کیا چاہتے ہیں؟"

"میں مجبور ہوں" بے رحم لنگرمے نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا چونکہ آپ نے چھٹی کی باضابطہ درخواست نہ بھیجی تھی۔ اس لئے آپ کے ایجوٹنٹ نے کونٹ دلیسٹ فریڈ کی عدم موجودگی میں جو دفتر جنگ کی کسی کانفرنس میں شریک ہونے گئے تھے آپ کے بارہ میں کرنیل صاحب سے بذریعہ ٹیلیفون استفسار کیا۔ کونٹ دلیسٹ فریڈ نے تحقیقات کا فرض حکام بالن

کے ذمہ ڈالا - اس کی اطلاع وزیرِ صرف خاص کو دی گئی اور انہوں نے میرے نام احکام صادر کئے - اب آپ بہتر خیال کر سکتے ہیں کہ جس وقت ہمارے آقائے امدار شہنشاہ معظم کو جو زادوے کے بحری سفر پر گئے ہیں اس بات کی بذریعہ تار اطلاع بھیجی جائے گی کہ شہزادہ کارل البرٹ آف ٹرایسم زدیکا چھٹی کے بغیر اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر تھے اور انجام کار ان کا پتہ چلا تو دیکھا گیا کہ ۔ ۔ ۔ "

کالیسٹ نے اپنی تقریر کے ان آخری لفظوں کو حد سے زیادہ تلخ اور زہریلا بنانے کی کوشش کرتے ہوئے ایک ایک لفظ کو چبا چبا کر کہنا شروع کیا " دیکھا گیا کہ وہ نیم برہنہ حالت میں ایک ایسے مکان پر موجود تھے ۔ ۔ ۔ "

" میرے خدا کونٹ اتنے بے رحم نہ بنو " فلوریا نے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا " اگر ایک سہو مجھ سے ہو گیا ہے تو یہ کیا ضروری ہے کہ اسے شہنشاہ معظم کے کانوں تک پہنچایا جائے ؟ "

مگر لنگڑے کا فیصلہ اٹل تھا ہیبتناک آواز سے کہنے لگا - جو کچھ میرے کان سنتے ہیں وہ شہنشاہ معظم کے کانوں تک ضرور پہنچ جاتا ہے اور جو کچھ میری آنکھوں کو دکھائی دیتا ہے وہ میرے آقائے نامدار سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا لیکن ہم ان فضول باتوں میں ناحق وقت ضائع کر رہے ہیں حالانکہ مجھے بہت سے کام درپیش ہیں - اب میں یور ہائی نس سے درخواست کرتا ہوں کہ ازراہ عنایت ۔ ۔ ۔ "

" دیکھو میرے ڈاکٹر میرے حال پر رحم کرو " شہزادہ نے گھبرائے ہوئے لہجہ اور چیختی ہوئی آواز سے کہنا شروع کیا - " میں خوب جانتا ہوں خدا نے تم کو ذی اختیار بنایا ہے - لیکن اس کے ساتھ ہی ہر انسان میں درگذر کا مادہ بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہونا چاہیئے آپ بڑی آسانی سے اس معاملہ کو قیصر معظم کی نظروں

میں لائے بغیر دیا سکتے ہیں . . ہاں میں اس کا یقین کامل رکھتا ہوں کہ آپ کو اس طرح کے معاملات میں اختیارات کلی حاصل ہیں۔ پس میرے حال پر احسان کرو اور اطمینان رکھو کہ تم مجھے ناشکرا نہ پاؤ گے۔ ہمارے ہاں ایک تمغہ ڈرایم زدلیکا کے دربار سے مخصوص آرڈر آف پورٹ کلس کا ایسا ہے جو میں بڑی آسانی سے تم کو دلوا سکتا ہوں "

" غالباً وہی جسے کونٹ ولسٹ فریڈ بھی پہنے پھرا کرتے ہیں"؟ گرنٹ نے خشک لہجہ میں جواب دیا

" بے شک وہی ایک سبز رنگ کا ربن جو سفید قمیض پر لگا ہوا خوب سجتا ہے اور اطمینان رکھیئے ہیر ڈاکٹر جب میں والد سے اس کے متعلق درخواست کروں گا تو نامدار ڈیوک یقینی طور پر . . . "

لیکن گرنٹ کی تلخ اور پرجوش آواز کے سامنے شہزادہ کو فقرہ ختم کرنے کی مہلت نہ ملی کہنے لگا۔

" صاحب میں ایک بدنصیب اپاہج آدمی ہوں لوگ جسے کلب فٹ کے نام سے یاد کرتے ہیں لیکن اپنی اس کمزوری کے باوجود مجھ میں ایک وصف ایسا ہے جس پر میں بجا طور پر فخر کر سکتا ہوں یعنی آج تک کوئی شخص مجھے رشوت پیش کر کے ادائے فرض سے باز نہیں رکھ سکا۔ آپ اگر اپنے والد سے اس کے متعلق پوچھیں گے تو فوراً اصل حقیقت معلوم ہو جائے گی نہیں میرے مکرم میں کسی سے انعام لینے کی خواہش نہیں رکھتا البتہ دینے کی توفیق رکھتا ہوں . . . "

ہرچند گرنٹ کا لہجہ استقلال آمیز تھا لیکن اس پر بھی میں اس کے بدلے ہوئے لہجہ سے یہ جانے بغیر نہ رہ سکی کہ اس کا انداز سابق کے مقابلہ

میں بہت کچھ تبدیل ہو چکا ہے۔

کمرہ میں پھر نقل و حرکت کی آوازیں سنائی دیں۔ میرے کانوں میں اس طرح کی آواز آئی جیسے مہمیز کی جھنکار سے پیدا ہوتی ہے پھر فلوریا کی آواز نرم لہجہ میں کہتے سنائی دی۔

"گرینٹ میں درخواست کرتی ہوں اس معاملہ کو یہیں دبا رہنے دو۔ میں ایسا انتظام کردوں گی کہ شہزادہ بلا تاخیر اپنے کام پر واپس چلا جائے۔ اگر تم ضرور ہی اظہار حقیقت پر تلے ہو تو دفتر پولیس میں میرا نام بھی بدناموں کی فہرست میں لکھا جائے گا اور یہ مجھے کسی حال میں منظور نہیں اس لئے دیکھو میری درخواست رد نہ کرو۔"

تھوڑی دیر سکوت رہا پھر گرینٹ کی سخت آواز کہتے سنائی دی

"خیر تم جاؤ۔۔۔"

اس پر فلوریا نے شہزادہ سے مخاطب ہو کر کہا

"جاؤ کارلش کپڑے پہنو اور فوراً رخصت کی تیاری کرو۔"

الفاظ سنتے ہی ایک غیر معمولی گہرا اضطراب مجھ پر طاری ہونا شروع ہوا۔ اب میرا اس جگہ ٹھہرنا خطرہ سے خالی نہ تھا اس سے پہلے کہ شہزادہ اس کمرہ میں داخل ہو۔ مجھے ضرور کسی نہ کسی طریقہ پر رخصت ہو جانا چاہیئے یہ سوچ کر میں نے کمرہ کا وہ دروازہ جو باہر بنی ہوئی لمبی غلام گردش کی طرف کھلتا تھا کسی قدر کھول کر باہر نظر ڈالی۔ بے شک برآمدہ حد نگاہ تک خالی پڑا تھا لیکن سیلون کمرہ کا دروازہ جو اس طرف کو واقع تھا۔ کھلا ہوا نظر آیا اب اگر گرینٹ رخصت ہونے لگے اور شہزادہ تبدیل لباس کرنے خوابگاہ میں داخل ہو تو میرے لئے کتنی بڑی مشکل کا سامنا ہوگا۔

پس میں دروازہ کے پیچھے ہی کھڑی تھرتھر کانپتی حالات کا انتظار کرنے لگی پھر مجھے شہزادہ کے بھاری قدموں کے اٹھنے کی آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی گرنٹ نے پُرشور تلخ آواز سے کہنا شروع کیا۔

"فلورا اس احمق کو جلد رخصت کرو اس لیے کہ میں قیامت تک انتظار نہیں کر سکتا۔ میں تم سے اس انگریز جاسوس ایبٹ کا ذکر کرنے آیا تھا جو۔۔۔"

اور ان لفظوں کے ساتھ ہی مجھے کمرہ نشست کا وہ دروازہ جو برآمدہ کی طرف کھلتا تھا بند ہوتا سنائی دیا۔

حصّہ پنجم ختم ہُوا

حصّہ ششم

شوربختی

کشتی اش ہوا شور بختی ہا بگرداب افگند

باب - ۱

خیالات پریشان

خدا کو ہی بہتر معلوم ہے میں کن حالات میں اس مکان سے باہر نکلنے اور رخصت ہونے میں کامیاب ہوئی۔ کچھ ایسا گہرا اضطراب مجھ پر طاری تھا کہ جو کچھ ہُوا نیم بے خبری کی حالت میں ہُوا۔ ان واقعات کے بارہ میں کسی طرح کی یاد میرے سینہ میں باقی نہیں اور گو یہ سچ ہے کہ میں گرنٹ کی زبانی میجر ایبٹ کے بارہ میں وہ حالات جو وہ فلوریا سے بیان کرنے آیا تھا سُننے کی خواہش مند تھی۔ لیکن دوسری طرف مجھ کو اپنی سلامتی کی فکر دامنگیر تھی۔ اب اگر چپکے نکلنے کا موقعہ درپیش تھا تو اس سے فائدہ نہ اٹھانا ناعاقبت اندیشی اور حماقت کی انتہا سمجھا جاتا۔ صرف دھندلی سی یاد اس بات کی میرے دل میں ہے کہ میں کمرہ خواب کا دروازہ بے آواز بند کر کے برآمدہ میں نکلی اور اس کے بعد نیم بے خبری سی حالت میں تیز چلتی لمبی غلام گردش طے کر کے اس ڈیوڑھی سے ہوتی جس میں سبز قالین بچھا تھا اب کی مرتبہ لفٹ کا بھی انتظار نہ کر کے سیڑھیوں کی راہ سے ہی اتر کر کھلی سڑک تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئی۔

ہوبن زدلرن ایلی کی سڑک اب بھی اتنی ہی پُرسکون اور غیر آباد تھی۔ جتنا پیشتر میں نے اسے دیکھا تھا۔ اس سے زیادہ فقط اتنا اور یاد ہے کہ میں بے تحاشا چلتی ایک فوارہ کے پاس پہنچی۔ جہاں بہت سی کرایہ کی موٹریں کھڑی تھیں۔ میں بھاگتی ہوئی ایک پر سوار ہوگئی اور ڈرائیور سے کہا جس مقام پر نارڈن لنڈن اور فریڈرک سٹراس کے بازوؤں کا اتصال ہے وہاں مجھ کو اتار دینا کیمبر

ہوٹل سے روانہ ہونے سے پیشتر میں برلن کے ایک دیوارگیر نقشہ سے یہ بات معلوم کر چکی تھی کہ اس مقام سے ٹوبن سٹراس کا فاصلہ صرف چند قدم باقی رہ جاتا ہے - اور اب اس نیلگون لفافہ کو پا لینے کے بعد میری واحد آرزو یہ تھی کہ جس قدر جلد ممکن ہو لفافہ مسٹر جوزف بیل کے حوالہ کر کے اپنے فرار اور سلامتی کی تدبیر سوچوں -

جس وقت کرایہ کی موٹر کول ٹار بچھی ہوئی چمکیلی شفاف سڑکوں پر سفر طے کرتی چلی جا رہی تھی اور مجھے نئے نئے بازار اور رستے دیکھنے کا اتفاق ہُوا جہاں ہر مکان کی بالکونی پھولوں اور بیلوں سے ڈھکی ہوئی تھی تو میں آنکھوں سے شہر کا نظارہ کرتے ہوئے دل ہی دل میں کچھ اور گنتی کر رہی تھی یعنی اس وقت تک جتنے واقعات مجھ کو برلن پہنچکر پیش آئے تھے - اُن سے آخری نتیجہ کیا اخذ کیا جا سکتا تھا ؟

نمبر اول پر وہی موذی گرنٹ تھا جس کی ہولناک تصویر کسی دیو سیاہ کی مانند میری آنکھوں کے سامنے پھرتی تھی - سوال جو پیدا ہُوا یہ تھا کہ پلگرینی کے مکان پر اس کی آمد صحیح معنوں میں کیا مطلب رکھتی تھی ؟ کیا وہ اس جگہ شہزادے کو ڈھونڈنے گیا تھا یا میری تلاش میں ؟ اس کے لب و لہجہ اور انداز گفتگو سے میرے لئے یہ معلوم کرنا دشوار نہ ہو سکا کہ فادر ریا کے مکان پر شہزادہ کو موجود پا کر اسے بڑی حیرت ہوئی تھی جس کے معنی یہی سمجھے جا سکتے تھے کہ وہ اس کی موجودگی سے بے خبر تھا - اور وہ اس کو ڈھونڈنے اس جگہ نہ گیا تھا - لیکن دوسری جانب اگر وہ میرا تعاقب کرتے ہوئے اس مکان تک پہنچا تھا تو پھر کیوں نہ اُس نے آتے ہی میری نسبت سوالات پوچھے ؟ قدرتی طریقہ یہی سمجھا جا سکتا تھا کہ وہ میری نسبت دریافت حال کرتا - میری تلاش میں مکان

کے چپّہ چپّہ کو کھوج ڈالتا اور مجھے پائے بغیر نہ رہتا . . .

عقل و دانش نے میرے ان سوالوں کا یہ جواب دیا کہ درحقیقت گرنٹ کو اس بات کا مطلق علم نہ تھا کہ نیلا لفافہ کسی جگہ چھپا کر رکھا ہوا ہے کم از کم اس کا بھولے سے بھی اس کو خیال نہ آیا ہوگا کہ وہ فلوریا کے کمرہ نشست میں پڑا ہے تو پھر سوال درسوال پیدا ہوتا تھا کہ وہ ہوہن تولرن ایلی میں گیا کیوں تھا؟ اس میں تو کسی شک کی گنجائش نہ تھی کہ وہ اس قلعہ نسلاز والے معاملہ پر سر ٹکراتا پھر رہا تھا۔ فلوریا سے جو الفاظ اُس نے کہے تھے ان سے یہ بات پورے طور پر واضح ہوتی تھی لیکن سوچ پیدا ہوئی کہ اس معاملہ سے اس پُر شکوہ عورت کا تعلق کیا ہے؟ ایک بات ظاہر تھی یعنی فلوریا اور گرنٹ ایک دوسرے کے پُرانے شناسا تھے لیکن ایبٹ سے اس عورت کا کیا تعلق تھا؟ شاید وہ فلوریا کا دوست تھا . . . یا چاہنے والا . . . اس کا حال کون جانے۔

اور اس وقت آن واحد میں مجھ کو میجر ایبٹ کے مُنہ سے نکلے ہوئے وہ الفاظ یاد آئے جو اُس نے اس نہ بھولنے والی طوفانی رات کو کمانڈ نٹین ہوس میں مجھ سے کہے تھے۔ اُس نے کسی عورت کی بے وفائی کا ذکر کیا تھا۔ اور اپنی ہولناک حماقت کا بھی غالباً وہ حماقت یہی تھی کہ وہ جو ملک انگلستان سے کسی خفیہ کام کے سلسلہ میں جرمنی آیا تھا۔ یہاں آکر فلوریا کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو گیا اور اس بے وفا عورت نے گرنٹ سے اس کا سب حال کہہ دیا۔ ضرور یہی بات ہوگی۔ کیونکہ میجر ایبٹ نے دوران گفتگو میں مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنی عزت برلن میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں" ضرور وہ عزت اس نیلے لفافہ کی موجودگی سے تعلق رکھتی تھی۔

مَیں نے سوچا ۔ گرنٹ اپنی موٹر پر سوار ہو کر شلاز سے کہاں کہاں گیا ہوگا ؟ لیکن غور کرنے پر معلوم ہُوا کہ وہ اس عرصۂ قلیل میں سیدھا برلن ہی چلا آیا تھا۔ کیونکہ جہاں میں نے ریل کا سفر کیا اُس نے کار کی سواری کی۔ ہمارے اس جگہ پہنچنے کا وقت تقریباً ایک ہی سمجھا جا سکتا تھا۔ فرق اگر کچھ ہوگا تو بہت کم ۔ اور برلن پہنچتے ہی وہ سیدھا ہوہن زولرن ایلی والے مکان پر جا پہنچا۔ تاکہ فلوریا کو شلاز والے واقعہ سے واقف و خبردار کر سکے ۔

خیالات کے اس نہ ختم ہونے والے سلسلہ میں اس کے آگے ایک سوال اور پیدا ہُوا یعنی اگر فلوریا نے سچ مچ بدنصیب میجر ابیٹ سے بیوفائی کی تو پھر کیا وجہ ہوئی کہ اس کو نیلے لفافہ کا حال معلوم نہ ہو سکا ؛ اور کن خاص حالات کی وجہ سے یہ لفافہ اب تک اپنے پوشیدہ مقام پر ہی پڑا رہا تھا حالانکہ اگر اس کمرہ کی سرسری تلاشی بھی لی جاتی تو وہ فوراً مل جاتا ۔ یہ سوال بڑی دیر تک میرے دل میں احساس حیرت پیدا کرتا رہا ۔ آخری نتیجہ جس پر میں پہنچی یہ تھا کہ گو اس میں شک نہیں گرنٹ کو نیلگون لفافہ کا حال معلوم تھا لیکن کسی وجہ نامعلوم سے وہ اس بات سے بالکل بے خبر رہا کہ وہ لفافہ فلوریا کے سیلون کمرہ کے ایک کونے میں پڑا ہے ۔

اب میں سوچنے لگی کہ اس لفافہ میں کیا چیز بند ہے ؟ لفافہ بے شک میری جیب میں رکھا اور چھاتی کے ساتھ لگا ہُوا تھا ۔ لیکن میں اس بات سے بالکل بے خبر تھی کہ اس میں کیا چیز بند کی گئی ہے لیکن گرنٹ کو یقینی طور پر اس کا حال معلوم ہوگا ۔ ۔ ۔ رہ رہ کر میرے خیالات کی رَو اس درد جراد و پُراسرار کی طرف جاتی تھی لوگ جس کی تنظیم کرنے اور جس کی موجودگی سے ڈرتے تھے ۔ نیک سیرت جج صاحب وان ہنش سے لے کر فلوریا کے شیدائی اس فربہ اندام شہزادہ تک جو

خاندان شاہی سے تعلق رکھتے ہوئے بھی گرنٹ کی موجودگی میں تھر تھر کانپتا تھا۔
... آخر اس لنگڑے کو انتظام حکومت میں کونسا رتبہ عالی حاصل تھا جس کی بدولت اس کو اتنے وسیع اختیارات ملے ہوئے تھے؟ ... اس طرح کے عظیم اختیارات کہ بیچارے ڈاکٹر وان ہنش کو بھی مجبوراً تسلیم کرنا پڑا تھا کہ وہ اس آدمی کے اثرات سے مقابلہ کرنے سے عاجز تھا پھر اس کے علاوہ وہ وقت بھی مجھ کو یاد تھا جب ہمارے خانہ باغ میں کھڑے ہو کر گرنٹ نے ڈرامیٹک انداز سے دونو بازو اوپر اٹھا کے نظر نہ آنے والے قادر مطلق سے فریاد کی تھی کہ اپنے فرض کی ادائیگی میں اس کو کئی طاقتور دشمنوں سے ٹکر لینی پڑتی ہے

لیکن طاقتور دشمن اسی آدمی کے ہو سکتے ہیں جس کو اختیارات وسیع حاصل ہوں اور لنگڑے کے اختیارات کا کوئی حساب ہی نہ تھا اس نے شہنشاہ معظم کا ذکر کرتے ہوئے انہیں اپنا آقائے نامدار بیان کیا تھا اور میں نے اپنی گذشتہ چھ ماہ کی سکونت جرمنی کے دوران میں یہ حقیقت بخوبی معلوم کر چکی تھی کہ ہمارے ملک برطانیہ کے برخلاف حدود جرمنی کے اندر قیصر کے اختیارات ہی سب سے بلند و بالا ہیں اور اس کی مرضی قانون کا درجہ رکھتی ہے۔ اس صورت میں ...

اُف میرے خدا کیا اس لفافہ کے مضمون کا تعلق کسی طریقہ پر قیصر کی اپنی ذات سے تو نہ تھا؟

خیال کے پیدا ہوتے ہی سنسنی کی تیز لہر میرے بدن میں پھر گئی۔ اتنے میں موٹر یولس ڈیمر پلاز کے بارونق بازار میں داخل ہو چکی تھی جہاں انسانی سروں کا بہتا ہوا سمندر دکھائی دیتا تھا جن کی باقاعدہ آمد و رفت کے لئے ہر چوراہے پر وردی پوش سپاہی کھڑے تھے۔ خلقت کے اس بہتے دریا کو دیکھ کر مجھے اپنی

تنہائی یاد آئی۔ جو حیثیت کسی قطرہ بے مقدار کی بحر بے پایاں میں ہو سکتی ہے وہی اس وقت برلن میں میری تھی۔ کوئی میرا ہمدرد نہ تھا۔ کسی سے میری جان پہچان نہ تھی کہیں سے مجھ کو حصول امداد کی بھی توقع نہ تھی البتہ ایک نہایت زبردست دشمن سے میرا واسطہ پڑ چکا تھا۔ خلقت کے اس ہجوم کی پشت پر لیکن اس سے بہت اونچی اٹھی ہوئی لنگڑے گرنٹ کی تصویر میری آنکھوں کے سامنے پھر رہی تھی جو دیو قد۔ شہ زور اور اختیارات وسیع کا مالک تھا۔ میں گو اس سے ٹکر لینے پر مجبور تھی لیکن اس کے مقابلہ میں میری ہستی ایک پشہ بے مقدار سے زیادہ نہ تھی۔ میں کہاں تک اس کی گرفت سے بچنے کی کوشش کر سکتی تھی؟ ان سارے حالات کو دیکھتے ہوئے یہی تمنا دل میں پیدا ہوئی کہ اب چونکہ میں اپنے حصہ کا فرض ادا کر چکی ہوں۔ اس لئے مجھے جلد از جلد اس ہولناک آدمی کی گرفت سے دور ... بہت دور انگلستان پہنچ جانا چاہیئے وہیں پر میں اس سے سلامت و محفوظ ہو سکتی تھی۔

گھڑی میں وقت دیکھا تو پونے دس ہوئے تھے میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ لفافہ جوزف بیل کے حوالے کرنے کے بعد میں برلن کی گرد اپنے پیروں سے جھاڑنے کی فوراً فکر کروں گی۔ کیا ہوا اگر میں نے رڈی سے رات کے وقت ملنے کا پکا وعدہ کیا تھا۔ میری آزادی اور سلامتی کا تقاضا یہی تھا کہ میں اس وعدہ کو بھی نظر انداز کر کے دوپہر کی ٹرین پر سوار ہو کے سیدھی لندن چلی جاؤں!

باب - ۲

زرد کوٹ اور سبز ٹوپی

وسیع اور کشادہ فریڈرک سٹراس کے اطراف میں جو بہت سے تنگ اور کثیف بازار واقع ہیں ٹوین سٹراس ان میں سے ایک تھا اور جب میں وہاں پہنچی تو جگہ اور بھی زیادہ بدنما اور تیرہ و تار نظر آئی۔ اس میں شک نہیں کہیں کہیں کسی کمپنی کے دفتر کی شاندار عمارت بنی ہوئی یا بعض دکانوں کے سامنے پلیٹ گلاس کے نئی طرز کے سائن بورڈ لگے ہوئے تھے لیکن ان کی موجودگی اس تنگ بازار کی ظاہری زار حالت میں کوئی اصلاح نہ کر سکتی تھی۔ شہر عظیم برلن کو اگر کوئی ہستی جاندار تصور کر لیا جائے تو اس کے گندے خون کے نکاس کی ایک نالی یہ بھی سمجھی جا سکتی تھی۔ جا بجا چھوٹے درجے کے قہوہ خانے بنے ہوئے جن کے دروازوں پر میلی اور ناصاف جالی کے پردے ان کی اندرونی خستہ حالی کو عوام کی نظروں سے چھپانے کا ذریعہ ثابت ہوتے تھے۔ رات کے وقت ممکن ہے غریب طبقہ کی آمد سے ان قہوہ خانوں میں کچھ رونق یا چہل پہل ہو جاتی ہو۔ لیکن فی الحال قبل دوپہر ان کی فضا گندی اور حالت افسوسناک تھی۔

رفتہ رفتہ میں نے ۷۹ نمبر کا مکان تلاش کر لیا۔ بازار کے وسط میں یہ ایک اونچی لیکن بدنما عمارت تھی اور اس کے دروازے پر پیتل کی ایک پلیٹ پر یہ الفاظ درج تھے کہ "مسٹر جوزف بل نائک کے ایجنٹ چوتھی منزل پر رہتے ہیں" میں نے اِدھر اُدھر دیکھا اوپر چڑھنے کے لئے

لفٹ موجود نہ تھی اور سیڑھیوں سے اس طرح کی بدبو آتی تھی۔ جیسے کوئی بٹھیا جمبی میں گوبھی کے پتّے تل رہا ہو۔ جس طرح ممکن ہؤا اپنے احساس نفرت اور ہراس پر قابو پا کر میں سیڑھیوں پر چڑھنے لگی۔

چوتھی منزل پر پہنچی تو آگے ایک لمبا دالان نظر آیا۔ جس کی دیواروں پر جابجا ناٹک کے اشتہار لگے تھے اور بے شمار مرد اور عورتیں جن کی شکلیں ظاہر کرتی تھیں ناٹک کے سٹیج سے تعلق رکھنے والے ادنےٰ حیثیت کے لوگ ہیں کسی دیوانی عدالت کے موکلوں کی مانند یا تو بے مدعا ٹہلتے پھر رہے تھے یا دیوار کے ساتھ لگی ہوئی بنچوں پر بیٹھے دبی آواز سے باتیں کر رہے تھے۔

کمرہ کے دور افتادہ حصہ میں جہاں ہیٹ اور کوٹ رکھنے کا ایک ریک بنا تھا۔ مجھے ایک لمبی سی میز نظر آئی۔ جس کی پشت پر شیشہ کا دہ دروازہ بنا تھا جس کے اندر جوزف بیل بیٹھا کام کرتا ہوگا۔ کیونکہ دروازہ کے شیشہ پر رنگدار حرفوں میں جرمن زبان کے یہ الفاظ درج تھے۔

ہیر ڈائریکٹر بیل

کیمن زد ٹرٹ

ادھر اُدھر نظر ڈالتے ہوئے میں سوچنے لگی۔ اب کس کے ذریعہ سے اپنی آمد کی اطلاع کراؤں؟ کونٹر کے دوسری جانب یعنی جس سمت دفتر کا دروازہ بنا تھا یہودی شکل و شباہت کا ایک نوجوان چمکیلا سوٹ پہنے چاندی کی خلال ہاتھ میں لئے دانتوں کو کریدتا اور ایک فربہ اندام سرخ چہرہ عورت کی کبھی نہ ختم ہونے والی تقریر سن رہا تھا جو کونٹر کے اُس جانب کھڑی خدا معلوم کیا حالات اُس سے بیان کر رہی تھی ہر چند مجھ کو اصل حقیقت معلوم نہ تھی تو بھی میں نے اندازہ سے جانا کہ یہی نوجوان جس کا میں نے ذکر کیا ہے ملاقاتیوں کے کارڈ اندر پہنچانے جایا کرتا ہوگا۔ لیکن وہ

بے حد مصروف اور منہمک نظر آتا تھا۔ مَیں اس انتظار میں ہوئی کہ وہ اس عورت سے فارغ ہولے تو مَیں چند لفظ ایک پرزہ کاغذ پر لکھ کر اُس کے حوالہ کردوں۔ یہ سوچ کر مَیں لوگوں کے اُس ہجوم سے گذر کر جو کونٹر کے اِس جانب بظاہر بیل کی ملاقات کے منتظر تھے۔ کونٹر کی طرف بڑھی۔ ایسا کرتے ہوئے میری نگاہ ایک لاغر بدن کثیف پوش نوجوان پر گئی۔ جس کے سر کے بال بے ترتیبی سے اُلجھے ہوئے اور وہ ایک اخبار ہاتھ میں لیے اِدھر اُدھر مارا مارا پھر رہا تھا۔ ایک عورت کو بھی مَیں نے دیکھا جس نے چہرہ پر غازہ اور سرخی کی غیر معمولی مقدار تھوپ رکھی تھی۔ اُس کے ہاتھ میں بھی اسی طرح کا ملاقاتی کارڈ تھا بظاہر یہ سب میری طرح اسی انتظار میں تھے کہ اس موٹی عورت کی طوطا کہانی ختم ہو تو وہ اپنے اپنے نام اندر بھجوائیں۔

لیکن میرے پاس ان کی طرح ضائع کرنے کو فالتو وقت نہ تھا۔ کیونکہ میری سب سے بڑی خواہش اب یہ تھی کہ لفافہ جوزف بیل کے ہاتھوں تک پہنچا کر دوپہر کی گاڑی سے لندن روانہ ہو جاؤں دفعتاً مجھ کو وہی ترکیب یاد آئی جو مَیں نے پیشتر نوکرانی ہیڈنگ سے بنی تھی۔ چنانچہ اپنا لپیٹا ہُوا شال اور زنانہ چھتری کونٹر پر ایک طرف رکھ کر مَیں نے پرس نکالا تاکہ اس میں سے پانچ مارک کا ایک سکّہ نکال کر اس یہودی نما نوجوان کو چڑھاوا پیش کروں تاکہ وہ میرا کام باقیوں سے پیشتر کردے لیکن ایک طرف سرخ چہرہ عورت کی کہانی ختم ہونے میں ہی نہ آتی تھی اور دوسری جانب وہ اسرائیلی نوجوان اس کی باتوں میں ایسا مگن تھا گویا اُسے دنیا ومافیہا کی کوئی خبر ہی نہ تھی۔

مَیں نے بے مدعا ایک گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی۔ کسی ناٹک کا ایک بڑا سا اشتہار جس کا کھیل غالباً اُسی رات ہونے والا تھا ایک جانب دیوار کے ساتھ لگا ہوا اور اُس کے قریب ہی کسی رقص گاہ کا پروگرام چسپاں تھا۔ لیکن ان

اشتہارات سے قطع نظر میری نگاہ خاص طور پر ایک آدمی کی طرف گئی جو دیوار کے ساتھ لگی ہوئی بیچ پر اخبار ہاتھ میں لئے بیٹھا تھا۔ مگر میں نے دیکھا کہ وہ اخبار پڑھنے سے بہت زیادہ میری طرف گھور گھور کر دیکھنے میں مشغول تھا۔ اس آدمی کا عجیب رویہ دیکھ کر میں بہت سٹ پٹائی۔ میرے خدا یہ لنگڑے گرنٹ کے کارکنوں میں سے تو کوئی نہ تھا؟ میں نے گھبرا کے دوسری طرف کو منہ پھیر لیا۔

اور اُس وقت کیا دیکھتی ہوں۔ سامنے دیوار کے ساتھ لگے ہوئے ریک پر وہی پیلے رنگ کا اوور کوٹ ٹنگا ہے جسے اُس مسافر نے پہن رکھا تھا جو شب گذشتہ سلیپنگ کار میں میرے برابر والے خانہ کے اندر سویا تھا اور جس کی طرف سے کئی طرح کی شک انگیز باتیں میرے دیکھنے سننے میں آ چکی تھیں۔

لیکن اگر تنہا اُس کوٹ کی موجودگی میرے دل میں ناگفتہ ہراس پیدا کرنے کا ذریعہ بن سکتی تھی تو آپ میری اُس وقت کی حالت کا اندازہ کریں جب میں نے اُس کے قریب ہی سبز رنگ کی وہ ہیٹ بھی ٹنگی ہوئی دیکھی جسے اُس نے سر پر اوڑھ رکھا تھا . . . بے شک وہی ہیٹ تھی جس کو لاکھوں میں پہچاننا دشوار نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس میں وہی پر ایک تاب سا ہوا نظر آتا تھا جسے دیکھ کر مجھے ریل کے سفر میں ہی تعجب آمیز استکراہ ہونے لگا تھا۔

اپنی اُس وقت کی حالت میں نہیں جانتی کن لفظوں میں بیان کروں۔

میں نے ہجوم میں چاروں طرف دیکھا لیکن وہ آدمی جس نے یہ اوور کوٹ اور ہیٹ پہن رکھی تھی کہیں نظر نہ آیا۔ اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ غالباً وہ میر ڈائریکٹر جوزف بیل کے پاس اندر بیٹھا میرے ہی بارہ میں کچھ حالات بیان کرتا ہے لیکن وہ کمرہ کے اندر تھا یا نہیں تھا یہ اس قسم کی جزوی باتیں تھیں جن کی تحقیق میں پیش آمدہ حالت میں نہ کر سکتی اور نہ کرنا چاہتی تھی۔ میرے لئے

بچاؤ اور سلامتی کی فقط ایک راہ باقی تھی یعنی جس قدر جلد ممکن ہو اس مقام سے رخصت ہونے کی کوشش کروں

اس فیصلہ پر پہنچکر میں سیدھی اس کشادہ دالان کے دروازہ کی طرف بڑھی میں اب اس جگہ ایک پل بھر ٹھہرنا بھی منظور نہ کر سکتی تھی اضافہ کس کو دینا چاہیئے اور کس کو نہیں - ان باتوں کا فیصلہ بعد کو ہوتا رہے گا - اگر لنگڑے کے جاسوسوں نے سچ مچ مجھے دیکھ لیا اور کسی طریقہ پر میری جامہ تلاشی لی تو پھر میرا کہاں ٹھکانا تھا؟

پس جیسا میں نے لکھا ہے میں نے راہ فرار میں ہی سلامتی سوچی - لیکن جب میں پیچھے مڑ کر اس دروازہ کی طرف جا رہی تھی جس کے آگے زینہ بنا تھا - تو اس آدمی نے جو سر پر تنکوں کی ٹوپی سے لیئے اخبار دیکھنے کے بہانہ سے میری طرف گھور گھور کے دیکھ رہا تھا - دبی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے چند الفاظ کہے لیکن وہ الفاظ کیا تھے یا وہ کس کو مخاطب کر کے کہے گئے - میں نے ان باتوں پر دھیان دینے کی ضرورت نہ سمجھ کر جس قدر جلد ممکن تھا رخصت کی تیاری کی . . .

باب - ۳

جوزف بیل کا دفتر

دروازہ پر پہنچنے تک میں نے کوئی غیر معمولی عجلت ظاہر نہ کی تھی تا کہ کسی کے دل میں میرے برخلاف کوئی شبہ پیدا نہ ہو لیکن اس کے آگے جہاں سے زینہ شروع ہوتا تھا میں نے بے تحاشہ اندھا دھند اترنا شروع کر دیا لیکن میں چند ہی سیڑھیاں طے کر پائی تھی کہ اس قسم کی آواز میرے کانوں میں آئی - گویا کوئی میری طرح جلد جلد

پیچھے چلا آ رہا ہے گو اس کے ساتھ ہی اُس کے پیروں کی دبی آواز ظاہر کرتی تھی کہ وہ بڑی احتیاط سے قدم اُٹھا کر دھرتا ہے۔ ایک بار میں نے جی کو سمجھایا کوئی آدمی میری طرح رخصت ہو رہا ہو گا لیکن دل اس خیال سے ڈوبا جاتا تھا کہ وہ میرا ہی پیچھا تو نہیں کر رہا؟ بہترا دماغ لڑایا لیکن ایسی کوئی ترکیب ذہن میں نہ آئی جس سے کام لے کر میں اپنے آپ کو پیچھا کرنے والے سے محفوظ کر سکوں۔ دل تمنّا یہ تھی کہ جسقدر جلد ممکن ہو سیڑھیاں طے کر کے اپنے آپ کو بازار کے ہجوم میں پوشیدہ کر لوں لیکن نہ رکنے والے قدم بدستور میرے پیچھے پیچھے چلے آتے تھے۔ صاف دکھائی دیتا تھا کہ تعاقب کرنے والوں نے آخر کار میرا پتہ پا لیا اور اب وہ کسی حال میں میرا پیچھا نہ چھوڑیں گے۔

اتنے میں پس پشت آنے والی آواز تیز تر اور واضح ہونے لگی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ جو کوئی بھی ہے درمیانی فاصلہ کو ہر لحظہ کم کر کے میرے قریب تر پہنچا جاتا ہے سب سے نچلی منزل کی سیڑھیوں پر پہنچنے کے بعد میرے لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا کہ پیچھے مڑ کر دیکھ تو لوں کون آتا ہے؟ اُسے اپنے بالکل قریب پا کر یہ جانتے ہوئے کہ اب میں بھاگ کر کسی طرح اُس سے بچ نہیں سکتی میں نے قصداً اپنی رفتار کم کر دی اور اس کے بعد ایک جانب نیلی دیوار کے ساتھ پیٹھ لگا کر کھڑی ہو گئی تا کہ جو کوئی میرے پیچھے چلا آتا تھا اگر اُس کا واسطہ میری ذات سے نہیں تو آگے نکل جائے۔ مکان کے کسی حصے میں کوئی شخص پیانو بجانے میں مشغول تھا اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد پیٹی ہوئی سی لے آواز میں کچھ گانے بھی لگتا تھا۔ مگر اُس کو کیا معلوم اُس کی بدمزہ آواز سننے والوں کے دلوں کو کتنا پریشان کر سکتی ہے۔

میں اب اس عمارت کے زیریں حصے کی سیڑھیوں پر پہنچ چکی تھی۔ ایک

میرا پیچھا کرنے والا بالائی موڑ پر نظروں سے اوجھل تھا۔ میں نے دھڑکتے ہوئے
دل کے ساتھ نیچے کی طرف نظر ڈالی۔ ایک کافی کھلا دروازہ سیڑھیوں کے سرے
پر بنا تھا جس کا صرف ایک پٹ کھلا اور دوسرا بند تھا۔ میں سوچنے لگی تھی کہ اس
فاصلہ کو طے کرنے میں مجھے کتنا عرصہ لگیگا کہ اتنے میں وہ شخص جو میرے پیچھے
چلا آتا تھا موڑ سے گذر کر سامنے دکھائی دینے لگا۔ مجھ کو کھڑا دیکھ کر اس نے بھی
رفتار کم کردی۔ اُس وقت پہلی بار میں نے دیکھا وہی آدمی تھا جو بیل کے دفتر
کے باہر تنکوں کی ہیٹ سر پہ لئے اخبار کے اوپر سے رہ رہ کر میری طرف گھور
رہا تھا!

جس وقت میں خوفزدہ اور سہمی ہوئی دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھی وہ
پاس آکر میرے بالمقابل رک گیا اور اتنی ہلکی آواز میں کہ جس سے فقط اُس کے ہونٹ
ہلتے نظر آئے اور الفاظ صرف خواب کی مانند سنائی دیتے تھے کہنے لگا۔

"بیل سخت بے وفا اور غدار ثابت ہوا ہے۔ جس وقت آپ اُس سے ملنے
آئیں تو میں نے تبھی آپ کو اشارے سے سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر آپ نے
نہ دیکھا۔ اس کے بعد خود ہی کسی نامعلوم وجہ سے آپ کو خطرہ کا احساس ہونے
لگا اور آپ واپس چلی آئیں اور میں کہتا ہوں آپ نے بہت اچھا کیا۔" پھر مسکراتے
ہوئے میری طرف دیکھ کر اس نے کہا "بڑی حوصلہ مند عورت ہیں آپ اور میں آپ
کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

یہ سب باتیں اُس نے اس طرح کی منجھی ہوئی شستہ انگریزی میں کہی تھیں
جن کی نقل اُتارنا کسی غیر ملکی آدمی کے لئے ناممکن ہے۔ میں حیران و ششدر
اُس کے منہ کو تکنے لگی!

میری حیرت کی ایک وجہ اور بھی تھی یعنی گو اُس کی عام حالت زلمہ۔ کپڑے

میلے اور پرانے اور چہرہ نیم گرسنگی کے آثار لئے تھا۔ تاہم اُس کا لہجہ اور انداز گفتگو وہ نوباتیں ظاہر کرتی تھیں وہ کوئی اُونچے درجے کا آدمی ہے لیکن پھر خیال آیا ممکن ہے سیاہ بال نیز نیلی آنکھیں اور لمبی فاخرانہ ناک رکھتے ہوئے بھی وہ کسی دوسرے ملک کا باشندہ ہو لیکن نہیں! جیسا میں نے پیشتر بیان کیا ہے اُس کا لب ولہجہ اور اس کے مُنہ سے نکلتے ہوئے لفظوں کی بناوٹ ایسی تھی جس کی نقل کوئی غیر ملکی آدمی نہیں کر سکتا پھر جب وہ مسکرایا تو اُس کا تبسّم بے حد حلیمانہ اور رفاقت کی جھلک لئے تھا۔ مجھے اُس کی مسکراہٹ بہت پسند آئی یہ سچ ہے کہ میرا دل اس وقت چھاتی کے اندر بڑے زور سے دھڑک رہا تھا۔ پھر اس آدمی کے انداز کو دیکھ کر جو بے قراری نہیں سکون حاصل ہوتا تھا اُس سے مل کر بے اختیار میرے سینہ میں مسرت کی وہ تیز لہر پیدا ہوئی جو ملک غیر میں اپنے کسی ہموطن سے مل کر ہُوا کرتی ہے۔ اُس کی آواز۔ اُس کے لب ولہجہ اور اُس کی آنکھوں کی پوشیدہ چمک نے مجھے اس بات کا یقین دلایا کہ وہ خواہ کوئی ہو دشمن نہیں دوست ہے!

اس رسمی گفتگو کے بعد وہ فوراً اصل معاملہ کی طرف آتے ہوئے کہنے لگا۔

" آئیے اس مکان میں میرا یا آپ کا ٹھہرنا خطرہ سے خالی نہیں ہم اس سے جس قدر دُور پہنچ جائیں بہتر ہو گا۔" اُس نے میرا بازو پکڑ کر اپنے ساتھ ساتھ اس دروازہ کی طرف لے جانا شروع کیا جو بازار کی سمت میں کھلتا تھا اور جس کی نسبت میں پیشتر بیان کر چکی ہوں کہ اُس کا ایک کواڑ بند اور ایک کھلا تھا پھر وہ رستہ میں دبی آواز سے کہنے لگا۔ " مجھے اس کا یقین کامل ہے کہ میرے سوا کسی نے آپ کو نہیں دیکھا اور میں سچ پوچھئے تو آپ ہی کے انتظار میں اُس جگہ بیٹھا تھا یہ بھی آپ کی خوش نصیبی تھی کہ اس وقت وہاں آئیں جب کسی طرح کا خطرہ درپیش

نہ تھا ورنہ امر واقعہ یہ ہے کہ ایک سادہ پوش سپاہی اس وقت بھی بل کے پاس بیٹھا باتیں کر رہا ہے اور یقینی طور پر وہ سب باتیں آپ ہی کے متعلق ہیں اگر بدقسمتی سے وہ آدمی آپ کو دیکھ لیتا تو بس پھر سارا کھیل ختم تھا!

رفتہ رفتہ ہم اُس مقام تک پہنچ گئے تھے جہاں سے ٹوین سٹراس میں خلقت کی آمد و رفت صاف دکھائی دیتی تھی لیکن میرے دل کی دھڑکن اب تک فرو نہ ہوئی تھی - اس لئے میں چھاتی پر ہاتھ رکھ کر ایک پل بھر کے لئے دم لینے کو کھڑی ہو گئی۔ میرے ساتھی نے اپنی گھڑی میں وقت دیکھا پھر سوچتے ہوئے کہنے لگا: "ہمیں ایک دوسرے سے بہت سی باتیں کہنی اور سننی ہیں میں فوراً ہی آپ کے ہمراہ چلا جاتا لیکن میں دیکھنا چاہتا ہوں یہ لوگ جو زن بل کے ساتھ مل کر اب کیا نیا طریق عمل اختیار کیا چاہتے ہیں - تاہم دیکھئے اس جگہ کے بالکل قریب ایک قہوہ خانہ ہے جب آپ بازار میں نکل کر بائیں طرف کو مڑیں گی تو آپ کو کافی زرنلک کا سائن بورڈ نظر آئے گا بے تکلف اس کے اندر چلے جائیے ادیسٹی نام کی ایک عورت اس جگہ کام کرتی ہے اُس سے کہنا میں میکس کا انتظار کیا چاہتی ہوں جگہ بے شک اچھی نہیں لیکن گذارہ لائق خوب ہے اس کے علاوہ بڑی بات یہ ہے کہ کوئی ہمیں ڈھونڈھتے اُس جگہ نہ آئے گا . . . لیکن کیوں! کیا ہوا؟ . . . "

میں حالت اضطراب میں دو قدم پیچھے ہٹ کر بند دروازہ کی پشت پر دیوار کے ساتھ لگ کے کھڑی ہو گئی تھی - اس لئے کہ عین اس موقعہ پر ایک کالس دروازہ سے تھوڑی دور پیدل چلنے کی پٹڑی کے پاس آ کر رکی اور چوڑی چکلی پیٹھ کا ایک بھاری بھر کم آدمی پچھلے پیروں موٹر سے اُترتا نظر آیا - اُس کا ایک پیر لنگڑا اور اُس میں بھاری بوٹ پہنا ہوا تھا - میں فوراً سمجھ گئی میرا دشمن جانی لنگڑا شیطان ہے!

عالمِ دہشت میں میرے مُنہ سے فقط وہ ایک لفظ نکلا "ڈرسٹیلن"
جس کے معنی لنگڑے کے ہیں ۔ میرے ساتھی کی آنکھیں فرطِ حیرت سے کشادہ ہوئیں
تاہم اُس نے کسی طرح کی گھبراہٹ ظاہر نہ کی اور یوں آن واحد میں پتے آپ پر قابو پالیا کہ
مَیں سوچے بغیر نہ رہ سکی ۔ قدرت نے اُس کے بدن میں گوشت اور پوست کے بدلے
فولادی تار چھپا کر رکھے ہوئے ہیں!

"اچھا یہ ہے وہ آدمی جسے کلب فٹ کہتے ہیں!" اُس کے مُنہ سے بے
اختیار نکلا ۔ پھر اُس نے اپنے مضبوط بازو کا سہارا دے کر مجھے اور بھی زیادہ بند
دروازہ کی پشت پر اس طرح چھپا دیا کہ کوئی شخص جو دفعتاً باہر سے آئے میری موجودگی
سے واقف نہ ہو سکتا تھا ۔ مجھے اس حالت میں کھڑا کر کے اُس نے اِتنا اور کہا ۔

"تھوڑی دیر یہیں ٹھہرو جتنے کہ رستہ صاف ہو جائے پھر موقعہ پا کر پاس ہی
اُس قہوہ خانہ میں چلی جانا جس کا حال مَیں نے بتایا ہے مَیں بھی عنقریب وہیں آ جاؤنگا"
اور اتنا کہہ کر وہ تیز چلتا دوبارہ سیڑھیوں پر چڑھ گیا ۔

جس مقام پر مَیں اب کھڑی تھی وہاں بے شک کسی لمبے آدمی کی نظر جس کا
رخ زینہ کے بالائی حصّہ کی طرف ہو نہ جا سکتی تھی ۔ لیکن اس پر بھی مَیں اس بدنام لنگڑے
کی موجودگی میں اپنے آپ کو اُس وقت تک محفوظ نہ سمجھتی تھی جتنے کہ وہ نظروں سے
غائب نہ ہو جائے ۔

مَیں اسی حالت میں کھڑی تھی کہ پھُولے ہوئے دم کی آواز جو کسی مست سانڈ
کی پھنکار سے ملتی جلتی تھی اور اس کے ساتھ ہی دستی لکڑی کے فرشِ زمین پر
بجنے کی ٹھپ ٹھپ میرے کانوں میں آنی شروع ہوئی ۔ پھر اس کے بعد میں نے
دیکھا کہ وہ جو لاٹھی کا سہارا لئے اپنے ایک پاؤں کو گھسیٹتا ہوا چلتا تھا وہی
لنگڑا موذی ہے جس سے باوقات میرا واسطہ پڑ چکا تھا اُس نے اب بھی وہی سیاہ

الپاکے کا کوٹ پہن رکھا تھا اور گو اُسے پیدل قدم اٹھانے یا سیڑھیوں پر چڑھنے میں کافی تکلیف ہوتی ہوگی۔ لیکن اس پر بھی یہ عالم اُس کے ضبط عظیم کا تھا کہ وہ ادائے فرض میں کسی بدنی تکلیف کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔

میری نظروں کے سامنے وہ بڑی مشکل سے قدم اُٹھاتا سیڑھیوں پر چڑھنے لگا اُس کے پیچھے دو باوردی آدمی اور تھے جن میں سے ایک تو بالکل اُس مقام کے پاس ہو کر گزرا جہاں میں سایہ دیوار بنی کھڑی تھی اور میں نے دیکھا اس آدمی کا چہرہ پیلے رنگ سفیدی پر تھا اور ہم کے آثار لئے تھا اُس کے خشک استخوانی چہرہ پہ گہرے سرخ رنگ کی لمبی لمبی مونچھیں تھیں!

میں اس وقت تک دروازہ کی پشت پر بے حرکت اور چپ چاپ دبکی ہوئی کھڑی رہی جتنے کہ آگے آگے کلب فوٹ اور اس کی پشت پر دو ساتھی یہ تینوں آدمی رفتہ رفتہ زینہ کے اگلے موڑ پر نظروں سے غائب ہو گئے۔ تب میں تیز چلتی اپنی کمین گاہ سے نکلی اور سیدھی اس قہوہ خانہ کی طرف چلی جس کا ذکر میرے بے نام محسن نے کیا تھا۔ جس کی بروقت ہوشیاری سے میں خطرہ عظیم میں مبتلا ہونے سے بال بال بچی تھی!

باب - ۴

قہوہ خانہ

بازار فریڈرک سٹراس اور اس کے بعد لوبن سٹراس سے گذرتے ہوئے میں نے جو بے شمار چھوٹے چھوٹے قہوہ خانے دیکھے تھے اُن میں سے ایک وہی کافی ذلک

تھا۔ جس میں پُراسرار میکس نے مجھ کو پناہ گیر ہونے اور انتظار کرنے کا مشورہ دیا تھا۔

شیشہ کے بنے ہوئے بند دروازہ کے باہر میلی سفید جالی کا پردہ تنا تھا میں نے جب دروازہ کو اندر دھکیل کر کھولا تو کسی پوشیدہ تار کے ذریعہ سے قہوہ خانہ کے اندر گھنٹی بجنے کی آواز پیدا ہوئی۔ اور اس آواز کو سن کر ایک فربہ اندام عورت جس نے اپنی غیر معمولی طور پر پھولی ہوئی چھاتی کو اونچے کالر کے ریشمی بلوز میں دبا کر رکھنے کی ناکام کوشش کی اور تیز سرخ رنگت کے لمبے بالوں کا جوڑا فرق سر پر باندھ رکھا تھا یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کون ہے میری طرف کو آئی۔

بند دروازہ کی پشت پر بازار میں گذرتی ہوئی خلقت کے ہجوم کا مدھا شور صرف ہلکا سا کانوں میں آتا تھا۔ دیواروں پر سرخ پلش کے پردے تنے ہوئے اور سفید چینی مٹی کی بنی ہوئی لاتعداد برہنہ پریوں کے مجسمے جا بجا رکھے ہوئے تھے ایک سرخ رنگ کا پردہ قہوہ خانہ کی عمارت کو دو حصوں میں تقسیم کرتا تھا۔ اور اس حصہ سے جو پردہ کے پیچھے میری نظروں سے اوجھل تھا کسی کے پیانو بجانے کی بے آہنگ آواز جیسی کسی نو آموز کی مشق سے پیدا ہوتی ہے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کانوں میں آنے لگتی تھی۔ کمرہ کی چھت نیچی۔ ہوا کی آمد و رفت کا انتظام ناقص۔ ہر چیز گرد و غبار سے ڈھکی ہوئی اور فضا میں سگار کے دھوئیں بیر شراب کی بُو اور ایسی ہی چیزوں کی ہیبک بسی ہوئی تھی۔

جو عورت میرا خیر مقدم کرنے آگے بڑھی۔ اس کا چہرہ بد نما طور پر پھولا ہوا اور انداز بے رحمانہ تھا۔ اس کی آنکھیں کو ڈ مچھلی کی آنکھوں سے ملتی جلتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ دنیا کی ہر چیز کو شک اور بدگمانی کی نظروں سے دیکھتی ہے اس طرح کے کثیف لہجہ میں جو صرف بسیار نوشی سے پیدا ہوتا ہے وہ شک آمیز نظروں

سے میرے منہ کو تکتے ہوئے کہنے لگی

"کیوں کیا چاہتی ہو؟"

میں نے جواب دیا "فرالین اوٹیلی سے ملنا چاہتی ہوں"۔

عورت نے پھر ایک بار شک و شبہ کی نظروں سے میری طرف گھورتے ہوئے دیکھا۔ اس کے بعد زور سے آواز دی "اوٹیلی ادھر آؤ۔ ۔ ۔ یہ عورت تم سے ملنا چاہتی ہے"

اس کے ساتھ ہی پیانو بجنے کی آواز بند ہوگئی اور ایک متوسط العمر لڑکی مکان کے اس حصہ سے جو پردہ کے پیچھے چھپا تھا داخل ہوئی۔

نووارد لڑکی مقدم الذکر عورت سے عمر میں بہت چھوٹی تھی۔ لیکن اس عہد شباب میں ہی اس کی جلد بدن کی رنگت بے جان سفید نظر آتی تھی۔ اور سنے ہوئے چہرہ پر کہیں کہیں آثار اس کے آثار پیدا تھے۔ بحیثیت مجموعی اس غازہ کی تہ کے پیچھے جو اس نے بکثرت سے اپنے منہ پر مل رکھا تھا مجھے اس کا چہرہ لاغر بے رنگ اور بیمار نظر آیا۔ میری طرف حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ چپ چاپ کھڑی ہوگئی۔ بظاہر اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ میں کون ہوں اور کیوں اس سے ملنا چاہتی ہوں۔

اس پر میں نے بیان کیا۔ "میں دراصل میکس سے ملنے یہاں آئی ہوں۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ یہیں آپ کے پاس رہ کر اس کا انتظار کروں"

"کیا کہتی ہو میکس!" اس نے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "میکس تو بڑے گھر پہنچ چکا!"

"بڑے گھر؟"

"تم سمجھی نہیں ہو۔ ۔ ۔ موبیٹ میں"

"موبیٹ؟"

"میرے خدا۔ کیا تم نے کبھی موبیٹ کے جیل خانہ کا نام نہیں سُنا؟"

"میرے خیال میں ضرور کچھ غلط فہمی ہو رہی ہے" میں نے لڑکی کو سمجھایا۔ "میں جس میکس کا ذکر کرتی ہوں وہ تو تھوڑی دیر پہلے مجھ سے ملا تھا۔ اسی نے مجھ کو یہاں بھیجا ہے اور اس بات کی تاکید کی تھی کہ میں یہیں رہ کر اس کی آمد کا انتظار کروں۔"

لڑکی کی اندر کو دھنسی ہوئی آنکھیں جن میں کسی مریض تپ کی سی چمک پائی جاتی تھی میرے مُنہ کو بغور تکنے لگیں ایسا معلوم ہوتا تھا میرے چہرہ کی ہر ایک تفصیل کا بغور مشاہدہ کر رہی ہے۔ آخر کار سوچتے ہوئے کہنے لگی۔

"کیا کیا جائے۔ میکس نام کے کئی آدمی یہاں آتے ہیں۔ آخر تم کس کا ذکر کرتی ہو؟ ... میرے کہنے کا یہ مطلب ہے۔ وہ آدمی کیا کام کرتا ہے؟"

"میرے خیال میں شاید ایکٹر ہے۔"

لڑکی کے چہرہ پہ ایک نئی طرح کی چمک پیدا ہو گئی اور اب جو وہ مسکرائی تو میں نے پہلی مرتبہ یہ بات محسوس کی کہ گو حالات کے زیر اثر وہ پیش از وقت بڈھی نظر آتی تھی لیکن واقعہ میں بہت کمسن تھی۔

"آہ میں سمجھی" اس کے بعد وہ کہنے لگی "پہلے میرا خیال تھا تم اس میکس کے لئے پوچھتی ہو جو لوٹی کا مرد ہے۔ اُسے پچھلے دنوں چھ ماہ کے لئے قید کی سزا دے دی گئی تھی۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے انگوٹھے کو پہلی انگلی سے ملا کر اس طرح ناک کی طرف اٹھایا جیسے نسوار لیا کرتے ہیں۔ پھر بدستور مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔ "وہ کیا سمجھ گئی ہو؟"

لیکن میری سمجھ میں کوئی بات نہ آئی تھی۔ بظاہر میرے چہرہ کے آثار سے حال

دل سمجھ کر وہ خود ہی کہنے لگی۔

"وہ خفیہ طور پر برف بیچا کرتا تھا!"

"میں اب بھی نہیں سمجھی۔کیا برف بیچنا جرم ہے؟"

"آہ تم تو بہت بھولی انجان نظر آتی ہو" لڑکی نے حقارت آمیز لہجہ میں کہا "کیا اتنا نہیں سمجھ سکتی کہ کوکین کا اصطلاحی نام برف ہے۔چونکہ تمہارے اسلئے اکثر خوش پوش عورتیں اس سے ملنے آیا کرتی تھیں اور اُن کا اس سے لین دین ہوتا تھا اس لئے قدرتی طور پر میں یہ سمجھی تھی۔۔کہ تم اُسی کو پوچھ رہی ہو۔لیکن ایسا معلوم ہُوا تمہارا اشارہ جیں میکس کی طرف ہے۔ہمارے ہاں لسے "کونٹ" کہتے ہیں۔اگر تم اس کا انتظار کیا چاہتی ہو تو بیٹھ جاؤ وہ عنقریب آجائے گا۔"

اتنا کہہ کر اس نے ایک طرف سے لگا ہوُا میلا سا پردہ ہٹایا اور میں نے دیکھا دیوار کے ساتھ لگی ہوئی بنچ کے سامنے چھوٹی چھوٹی میزیں سجی تھیں لیکن کھڑکیاں چونکہ بند تھیں اس لئے روشنی حاصل کرنے کو دن کے وقت بھی لائٹ جلا دی گئی تھی۔وہی گرد و غبار اور بدبو جس کا احساس اس جگہ آنے کے بعد مجھ کو ہُوا تھا عمارت کے اس حصّہ میں بھی ہر طرف دیکھنے میں آئی تھی۔

باب - ۵

بے زر

بنچ پر دو جوان لڑکیاں نیچی تراش کے نیم عریانی پیدا کرنے والے کپڑے زیب تن کئے۔گھٹنوں تک سکرٹ پہنے چہروں پر بہت غازہ اور سُرخی جمائے جرم

عصیاں کی تصویر بنی بیٹھی تھیں۔ اُن میں سے ایک جس کی آنکھیں سیاہی مائل رنگت رکھتی تھیں اور جو مقابلہ میں پستہ قد نظر آئی تھی۔ دوسری کے ساتھ جو ڈھیلے بدن اور بدنما خط و خال کی اس سے زیادہ سن رسیدہ تھی ایک ٹانگ دوسری پر رکھے تاش کھیلنے میں مشغول تھی۔ کچھ ان کو دیکھ کر اور کچھ قہوہ خانہ کی عام حالت کو مدِنظر رکھ کر میرے دل کو اس جگہ آنے سے کسی طرح کے سکون فرحت یا اطمینان کا احساس نہ ہوا تھا۔ ہر طرف جرم ناداری اور بے عصمتی کے آثار پیدا تھے اور فضا اتنی گندی تھی کہ میرے دل کو ابھی سے استکراہ ہونے لگا تھا۔

اوٹلی نے میرے بیٹھنے کو ایک کرسی کھینچ دی اور ان دو آوارہ صورت لڑکیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگی۔

" کونٹ کے شناساؤں میں سے کوئی ہے "

اس پر وہ دونوں میرے منہ کو تکنے لگیں گویا میں کوئی نئی قسم کا حیوان تھی جسے پیشتر کبھی انہوں نے نہ دیکھا تھا۔ اتنے میں ایک موٹی عورت جو غالباً اس قہوہ خانہ کی منتظم تھی اس جگہ آپہنچی اور اس طرح کی نرم آواز سے جو سراسر مصنوعی اور نمائشی تھی میری طرف دیکھ کر کہنے لگی۔

" فرالین اگر آپ کسی کا انتظار کیا چاہتی ہیں تو وقت گذارنے کے لئے کوئی چیز کھا پی لیجئے۔ آپ جو چاہیں منگوا دوں "

" لیکن مجھے کسی چیز کی حاجت نہیں ہے " میں نے جواب دیا۔

اس کا منہ چوہے دان کے ڈھکنے کی مانند بند ہوتا معلوم ہوا۔ سابق کے مقابلہ میں زیادہ ترش ہو کر بولی

" سوال ضرورت کا نہیں ہمارے قہوہ خانہ کا ایسا ہی دستور ہے "

میں مجبور ہو گئی۔ آخرکار میں نے تھوڑا سا قہوہ لانے کے لئے کہا لیکن موٹی

عورت اس آسانی سے پیچھا چھوڑنے والی نہ تھی۔ لڑکیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"ان غریبوں کے لئے بھی تو کچھ منگوا دیجئے۔"

کسی طرح بات ختم کرنے کی غرض سے میں نے کہا جو یہ چاہتی ہیں لا دو۔ اس پر اوٹیلی نے سٹاوٹ شراب طلب کی۔ باقی دو لڑکیوں میں سے ایک نے لنشن جس کا نام معلوم ہوا تھا بیر طلب کی اور دوسری نے ہرمینی جس کا نام تھا ایک خاصی شان تمکنت کے ساتھ پورٹ شراب کا چھوٹا گلاس لانے کا حکم صادر کیا پھر عذر خواہی کے طور پر رخسار رکھا تے ہوئے کہنے لگی "میں سٹاوٹ نہیں پی سکتی۔ کیونکہ اس سے میرا ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے"

موٹی عورت نے تعمیل کی اور ان سب کے لئے جو جو چیز درکار تھی لا کے رکھ دی۔ پھر خود اپنے لئے سٹاوٹ کی ایک بوتل کھول کر جسے وہ فراغت سے پینا چاہتی تھی۔ پردہ کے دوسری جانب دوکان کے اگلے حصہ میں چلی گئی تینوں لڑکیاں یعنی دو وہ اور تیسری اوٹیلی مجھ سے کونٹ کے بارہ میں صدہا سوالات پوچھنے لگیں مجھے اس کا حال کچھ بھی تو معلوم نہ تھا۔ بہر صورت جس طرح ممکن ہوا میں ان سے اپنی لاعلمی چھپائے رکھنے کی انتہائی کوشش کی اور ان کے استفسار پر کہا کہ "جہاں تک میرا خیال ہے آج اس وقت تک کوئی کام نہیں مل سکا۔"

میں نے اندازہ سے جانا وہ ان سب میں کافی ہر دلعزیز تھا خصوصاً اوٹیلی کی باتوں سے پایا جاتا تھا کہ وہ اس کے مداحوں میں سے ایک ہے دوسری لڑکیوں میں سے وہ جس کا نام لنشن تھا اس کی پُر رومان اطالوی شکل و صورت کی تعریف کرنے لگی اور ہرمینی نے پورٹ شراب کا گلاس منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔

"یہ بڑا شاہ خرچ آدمی ہے اور کبھی کسی کو مایوس نہیں کرتا۔"

تینوں لڑکیاں میرے پہنے ہوئے کپڑوں کی تعریفیں کرتی نہ تھکتی تھیں۔ باری باری انہوں نے میرے کپڑوں کو ہاتھ لگا کر دیکھا اور پوچھا یہ کس بھاؤ سے خریدے تھے؟ سب سے زیادہ تعریف وہ میری ریشمی جرابوں کی کرتی تھیں جنہیں لوسی والدے نے امریکہ سے منگا کر بطور تحفہ مجھ کو دیا تھا۔ اسی پر بس نہ کر کے لڑکیوں نے مجھے ہیٹ اتارنے پر مجبور کیا کہ وہ میرے بالوں کو اچھی طرح دیکھ سکیں۔ میں اس مردِ پُر اسرار میکس کے کہنے سے یہاں آن پھنسی۔ لیکن میری حالت اس بدنصیب سیاح سے ملتی جلتی تھی جو پھرتا پھراتا کسی وحشی قوم کے گاؤں میں جا پہنچا ہو اور اس جگہ کے لوگ اس کی صورت اور چیزیں دیکھتے ہوئے نہ تھکتے ہوں۔

کم و بیش ایک گھنٹہ یہ کیفیت جاری رہی۔ لیکن اس دوران میں وہ جس کی آمد کا مجھ کو ہر لحظہ انتظار تھا نہ آیا۔ گھڑی نے ساڑھے گیارہ بجا دیئے لڑکیوں کے گلاس دوبارہ پُر کئے جانے کے بعد ختم ہو گئے اور موٹی عورت معنی خیز طریقہ پر ہماری میزوں کے آس پاس منڈلاتی پھرنے لگی تھی۔

جوں جوں وقت گزرتا جاتا میرے دل کی دہشت بڑھتی چلی جاتی تھی۔ حیران ہو کر سوچتی کہ وہ تو مجھ سے یہ کہہ کر رخصت ہوا تھا میں ابھی تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔ پھر اس نے اتنی دیر کیوں لگائی؟ آخر میں کب تک اس قہوہ خانہ میں بیٹھی اس کی راہ تکتی رہوں گی۔ نیلا لفافہ اب تک میری جیب میں تھا۔ میجر ایسٹ نے مجھ کو بتایا تھا اگر کوئی اور صورت ممکن نہ ہو تو پھر ایم۔ آئی ۵ معرفت دفتر جنگ کا پتہ لکھ کر لندن روانہ کر دینا۔ آخری چارہ کار اب یہی نظر آتا تھا کہ میں کہیں ہوٹل سے سوٹ کیس لے کر دوپہر کی گاڑی پر لندن روانہ ہو جاؤں لیکن پھر خیال آیا کہ اگر میرے دشمنوں نے ہوٹل کی نگرانی شروع کر رکھی ہے۔

یا اس قہوہ خانہ کے آس پاس ان کے کچھ آدمی چھپے کھڑے ہیں تو پھر میں کیا کر سکتی اور کہاں جا سکتی ہوں ۔ ۔ ۔ ؟

ان خیالات کی اُلجھن میں کسی فیصلہ کُن نتیجہ پر پہنچنے سے قاصر رہ کر اور فربہ اندام عورت کو اس گِدھ کی طرح جو کسی مرنے والے کے پاس اس انتظار میں پھرا کرتا ہے کہ کب اس کی جان نکلے اور میں اپنا پیٹ بھروں بار بار آتے دیکھ کر پریشان ہونے لگی تھی ۔ ناچار میں نے اُسے اپنا بل لانے کو کہا لیکن بل کی رقم دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گئی ۔ ان چند ایک چیزوں کی قیمت اس نے ساٹھ مارک سے کچھ اوپر لگا رکھی تھی ۔ جو تین پونڈ کے برابر ہوتے ہیں ۔ حالانکہ دیکر چند شلنگ کی قیمت کی چیزیں تھیں ۔ میں اس جانی ہوئی جگہ پر ۔ خاص طور پر ان حالات میں جو مجھ کو درپیش تھے میں ایسے معاملات میں جھگڑا کرنا پسند نہ کرتی تھی اس لئے یہی بہتر معلوم ہوا کہ سینہ پر پتھر رکھ کر جو کچھ اس عورت کا مطالبہ ہے پورا کر دیا جائے

لیکن آپ میری اس وقت کی سراسیمگی ۔ دہشت اور پریشانی کا اندازہ کریں جب میں نے اوورکوٹ میں ہاتھ ڈال کر پرس نکالنے کی کوشش کی اور دیکھا کہ پرس ندارد ہے !

باب ۔ ۶

ذِلّت و رسوائی

میں بہت گھبرائی ۔ اِدھر اُدھر دوسری جیبوں میں ہاتھ ڈال ٹٹولا لیکن پرس کہیں ہو تو نظر آئے ۔ اس وقت آنِ واحد میں یہ حقیقت مجھ پر روشن

ہوئی کہ جب میں جوزف بیل کے دفتر کے باہر اس سوال پر غور کر رہی تھی کہ مجھے اس سے ملنے کی کیا ترکیب کرنی چاہیئے - ہجوم میں سے کسی شخص نے میرا بٹوہ نکال لیا - مجھ کو اچھی طرح یاد تھا کہ میں نے بیل کے اسرائیلی محرر کو دینے کے لئے پانچ مارک کا سکہ نکالا تو پرس کو پھر اوورکوٹ کی جیب میں ڈال لیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے ان لوگوں میں سے کسی نے جو آس پاس کھڑے تھے مجھے ایسا کرتے دیکھ لیا اور موقعہ پاکر بٹوا نکال کر لے گیا۔ پرس کی گمشدگی کا صدمہ اتنا شدید تھا کہ میری آنکھوں کے سامنے تارے سے اُڑنے لگے نہ صرف میری ساری پونجی اس میں بند تھی بلکہ لندن تک کا ٹکٹ بھی اسی میں رکھا ہوا تھا - اب میں دوپہر کی ٹرین پر کیسے سوار ہو سکتی تھی؟ میری جیب میں تو بس کا کرایہ ادا کرنے کو بھی چند چھوٹے سکے بھی نہ تھے اور ابھی تین پونڈ کے لگ بھگ قہوہ خانہ کی رقم میرے ذمہ نکلتی تھی ہوٹل والوں کا بل اس سے جدا تھا۔

سردی کی تیز لہر مجھے اپنی پیٹھ پر اُترتی معلوم ہوئی۔ میری اس اضطرابی کیفیت کو دیکھ کر موٹی عورت تند اور تیز نظروں سے میری طرف گھورنے لگی تھی۔ ناچار میں نے اس کو بتایا کہ کسی نے پرس میری جیب سے نکال لیا۔ میرے اس بیان کو سن کر اوٹیلی کی تھکی ہوئی آنکھوں میں ہمدردی کے کچھ آثار پیدا ہوئے لیکن باقی دو آوارہ لڑکیاں دوسری طرف کیمنہ پھیر کر کانا پھسکیاں کرنے لگیں اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد حقارت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھنے لگتی تھیں - اتنے میں وہی عورت جو اس قہوہ خانہ کی مہتمم تھی کثرت شراب نوشی سے کثیف تر لہجہ میں کہنے لگی۔

" کیا کہتی ہو۔ - - پرس گم ہو گیا! پھر اپنی پھولی ہوئی انگلی میز پر رکھے ہوئے بل کے پاس لے جا کر وہ قہر آلود نظروں سے دیکھ کر بولی" میں نہیں جانتی تمہارا

پرس گم ہو گیا ہے یا نہیں۔ میرا روپیہ مجھے فوراً ملنا چاہیے!"

حالت یاس میں [illegible] ہیر نسیم والوں کا خیال آیا۔ سوچا ٹیلیفون پر مولی سے درخواست کرتی ہوں کہ مجھے کچھ تھوڑا سا روپیہ قرض دے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی فکر دامنگیر تھی کہ میں کس منہ سے اس کو بتاؤں گی کہ میں اس شرمناک قہوہ خانہ میں گھری بیٹھی ہوں، اور روپیہ ملنے تک یہاں سے ہل کر بھی نہیں جا سکتی۔ بڑی مشکل در پیش تھی لیکن زیادہ غور کرنے کا موقع بھی نہ تھا۔ اس [illegible] موٹی عورت فرشتہ اجل کی مانند میرے سر پر سوار کھڑی تھی۔

مجبور ہو کر میں نے اس سے پوچھا "کیا تمہارے ہاں ٹیلیفون ہے؟"

"ہاں [illegible] ہے" یہ کہتے ہوئے موٹی عورت نے قہوہ خانہ کے پچھلے حصے کی طرف بڑھ کر ایک دروازہ کھولا۔ آگے ایک چھوٹی سی تنگ گلی تھی [illegible] جس کی دیوار میں ٹیلی فون کا آلہ لگا تھا۔ میں نے کتاب میں مولی کا نمبر دیکھا اور فون کیا۔ [illegible] اس دوران میں فربہ اندام عورت خاموش لیکن بے رحم نظروں سے میری طرف دیکھتی چند قدم کے فاصلہ پر پہرہ دار کی مانند کھڑی تھی۔

دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز جرمن زبان میں کچھ کہتے سنائی دی۔ معلوم ہوا گھر کا داروغہ بول رہا ہے۔ اس نے میرے استفسار پر بیان کیا کہ "بیگم صاحبہ کہیں باہر گئی ہیں۔"

یہ نئی بپتا میرے سر پر آن پڑی۔ میں بے دم ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹی۔ پھر فوراً ہی سوچ کر ناہموار آواز سے فون پر اگلا سوال پوچھا

"کیا ہیر نسیم گھر پر ہیں؟"

"جی نہیں" دوسری طرف سے جواب ملا۔ "ہیر نسیم بھی بیگم صاحبہ کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ بیگم صاحبہ کی ماں کا سویزرلینڈ کے کسی

مقام پر ناگہانی انتقال ہو گیا تھا وہ تو دہاں سے گئے ہیں۔ ۔ لیکن آپ کون ہیں اور کہاں سے بول رہے ہیں؟"

میں اس کا جواب کیا خاک دیتی۔ ریسیور کو وہیں دیوار سے ساتھ ٹانگ کر میں بیٹھی رہی۔ بالفرض میں دارو غہ سے اپنی مشکل کا ذکر کرتی یا نام بتاتی بھی تو وہ میرے لئے کیا کر سکتا تھا؟ اس کے علاوہ میں یہ بھی جانتی تھی کہ معمولی کوشش از وقت میری آمد کا انتظار ہی نہ تھا۔ ممکن ہے اُس نے میرے نام شملہ میں کوئی خط بھی لکھا ہو اور وہ میرے چلے آنے کے بعد اس جگہ پہنچا ہو۔ ۔ ۔

بڑی مصیبت میں جان پھنسی اب کیا کروں کدھر جاؤں

"میرے پاس بل ادا کرنے کو روپیہ موجود نہیں ہے" میں نے آخر کار رُکتے رُکتے موٹی عورت سے کہا۔ "میں نے بعض دوستوں کو تار دے کے روپیہ طلب کرنا چاہا تھا لیکن وہ بھی کہیں باہر گئے ہوئے ہیں اب میرے خیال میں آخر دو چار دن اور میرے مشفق میر میکس کی آمد کا انتظار کر لیا جائے وہ آکر یقیناً اس بل کی رقم ادا کر دے گا۔ ۔

لیکن موٹی عورت بلاسے بے درماں کی طرح ہاتھ دھو کر پیچھے پڑی تھی۔ غضبناک ہو کر کہنے لگی۔

"میں اس طرح کے حیلے بہانے خوب سمجھتی ہوں۔ مجھے میرے بل کی رقم فوراً ادا ہونی چاہیئے۔ اب میں ایک لمحہ کے لئے بھی انتظار نہیں کر سکتی!"

"لیکن تم میری مجبوری کو بخوبی سمجھ سکتی ہو۔ ۔ ۔"

اس کا لہجہ اور بھی تند اور تیز ہو گیا چیختے ہوئے کہنے لگی۔

"میں کچھ نہیں جانتی تم خواہ جہنم سے لا کر دو۔ لیکن میری رقم فوراً مجھ کو ادا ہونی چاہیئے۔ تم اس بھک منگے میکس کا ذکر کرتی ہو۔ اُس کے پلّے کیا ہے جو مجھ کو

دے گا۔ نہیں میں تو اپنے بل کی رقم تم سے وصول کروں گی۔ اور اسی وقت سیدھے ہاتھ سے اس میز پر رکھاؤں گی۔"

اتنا کہہ کر وہ ذرا سی ایک طرف کو مڑی اور اس گلی کے اندر منہ پھیر کر جس میں ٹیلی فون کا آلہ لگا تھا کسی مرد کو آوازیں دینے لگی۔

"ہنس ... کہاں ہو تم جلد ادھر آنا۔"

لٹکتے ہوئے پردہ کے پیچھے سے ایک آدمی آتا نظر آیا جس نے فقط قمیض اور پتلون پہن رکھی تھی۔ سر پر کسی دھاری دار کپڑے کی کیپ اور دونوں بڑے بڑے کان خرگوش کے کانوں کی طرح باہر نکلے ہوئے تھے۔ میں اسے دیکھ کر سمجھی بہشتی قہوہ خانہ کے کمرہ تک آ گئی معلوم ہوا۔ کسی نے بند دروازہ کے آگے ایک اور پردہ چھوڑ دیا تھا۔ میں کسی بلے کے شکار کی مانند اس کے سامنے ہوا اور اب اس کمرہ میں اس مرد بھڑوے اور ان عورتوں کی صحبت میں اکیلی رہ گئی جو میری نسبت سے ہمدردی کا رتی بھر خیال اپنے دلوں میں نہ لا سکتی تھیں۔ اور میں نے دیکھا وہ آدمی جو شکل و صورت سے کسی طرح کا بھڑوا نظر آتا تھا سیدھا میری طرف کو بڑھتا چلا آتا ہے۔

"ادھر دیکھو" موٹی سیاہ قلب عورت نے دونوں بازو چھاتی پر لپیٹتے ہوئے اس آدمی سے کہنا شروع کیا۔ "اس عورت نے اتنی چیزیں طلب کیں کہ اس کا بل ۳۴ مارک [illegible] فینگ کا بن گیا اور اب یہ ٹکا سا جواب دیتی ہے کہ میرے پاس ادا کرنے کو روپیہ موجود نہیں۔"

اس دوران میں یہ شخص ناکوڑے بے آواز چلتا میری طرف کو آتے ہوئے بالکل [illegible] پہنچ گیا تھا۔ تینوں لڑکیاں اس کی آمد پر ادھر ادھر غائب ہو گئیں۔ لیکن وہ سیدھا میری طرف چلا آیا اور اس سے پہلے کہ میں اپنی سلامتی یا بچاؤ کا کوئی طریقہ اختیار کر سکتی۔

اس نے اپنا ایک ناپاک ہاتھ میرے شانہ پر رکھ دیا۔

"کیا کہتی ہو ۔ ۔ ۔ روپیہ پاس نہیں ہے" اس نے استہزائی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "چلو اچھا نہ سہی لیکن یہ خوشنما قیمتی کپڑے کس دن کے لئے رکھے ہیں؟ انہیں بیچ کر کچھ نہ کچھ رقم ادا کی جا سکے گی۔"

اتنے میں وہ لڑکی ہرمنی جس کا نام تھا اور جو پیشتر کہیں ادھر اُدھر غائب ہو گئی تھی اب تماشہ دیکھنے کو سامنے آگئی اور چیختی ہوئی آواز سے کہنے لگی۔

"تم اس کا کوٹ اتار لو۔ جب یہ اعلیٰ درجے کے ریشمی کپڑے پہن سکتی ہیں اور نخرے تلّے کرتی ہے کرایہ ادا کرنے کو پیسے نہیں ہیں ۔ ۔ ۔ کھڑے کیا منہ دیکھ رہے ہو اس بدذات کے کپڑے اتارنے شروع کر دو!"

"وہ تو کرنا ہی پڑے گا" مرد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "اچھا اگر تم اسے پکڑے رہو میں کپڑے اتار لیتا ہوں۔"

ڈیلی تو اپنی جگہ سے نہ ہلی البتہ موٹی عورت اور دونوں لڑکیاں جوش میں آئی ہوئی بھڑوں کی مانند مجھ پر ٹوٹ پڑیں۔

لیکن یہی وہ وقت تھا کہ دروازہ کی گھنٹی بجی اور وہ نوجوان جس کی آمد کا میں بے صبری سے انتظار کر رہی تھی پردہ ہٹا کے اندر آتا دکھائی دیا!

باب ۔ ۷

احسان کار

میرا نو یافتہ دوست محسن یا سرپرست ۔ ۔ ۔ جو کچھ آپ کا جی چاہے

پیدا کرو اور اس کے بعد تو کو دھکے دے کر باہر نکال دو! "

اس موقعہ پر ادیتی نے دو قدم آگے بڑھ کر دبی آواز میں کونٹ سے اتنا کہا۔

" یہ آدمی خطرناک یا فوجیانہ ہے ذرا اس کی طرف سے محتاط رہنا! "

لیکن میرا نوجوان پوری بے فکری کی حالت میں تھا۔ اس نے مقابلہ کرنے کی کوئی خاص تیاری کرنے کی ضرورت ہی نہ سمجھی۔ میرے آگے کھڑا ہو کر جوٹ کھلے ہوئے ہنس کی طرف اس طرح دیکھنے لگا گویا بے آواز کہتا تھا کہ " واپس چلے جانے میں ہی تمہاری سلامتی ہے! "

اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا تیز اثر تھا کہ جرمن پہلوان اس کے مقابلہ کی جرأت نہ کر سکا۔ اس نے نظریں جھکا لیں۔ ٹوپی جو اس کے سر سے زمین پر گر پڑی تھی جھاڑ کر اٹھائی پھر موٹی عورت کی طرف دیکھ کر غراتے ہوئے کہنے لگا۔

" میں ان جھگڑوں میں الجھنا پسند نہیں کرتا۔ تم اپنے آپ فیصلہ کر لو " پھر اپنے حملہ آور کی طرف قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے اتنا اور کہا " اور تم بھی ذرا چوکس رہنا میں تم کا بدلہ لئے بغیر نہ چھوڑوں گا! "

اور یہ بزدلوں کی ایسی دھمکی دینے کے بعد وہ سابق کی طرح بے آواز چلتا ہوا گلی میں غائب ہو گیا کسی نادیدہ مقام پر دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنائی دی۔ اور بس!

" چلیئے ایک موذی کا قصہ تو یوں پاک ہوا " نوجوان نے ہنستے ہوئے کہا۔ پھر وہ مسکراتے ہوئے اس موٹی عورت کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

" وہ کہاں ہے تمہارا بل؟ " عورت نے میز پر رکھے ہوئے پرزے کاغذ کی طرف اشارہ کیا۔ نوجوان نے اس پر ایک سرسری نظر ڈالی پھر قہقہہ مار کر ہنسنے لگا اس کے

بعد بڑی بے تکلفی سے اُس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا چمڑے کا بٹوہ نکالا اور دس مارک کا طلائی سکہ میز پر ڈالتے ہوئے عورت سے کہنے لگا "اس کو اُٹھا لو" اور مجھ سے جرمن زبان میں کہا "اب آؤ چلیں"

"ٹھہرو! کہاں بلستم ہو؟" یہ کہتے ہوئے موٹی عورت ہمارا رستہ روک کر کھڑی ہو گئی اور چیختی ہوئی آواز سے کہنے لگی "میں اس آسانی سے تم دھوکے بازوں کو رخصت نہ ہونے دوں گی۔ میرا بل ۶۳ مارک ۵۰ فینگ کا بنتا ہے اور میں اس سے ایک کوڑی کم نہ لوں گی"!

"فراؤ ذرا عقل کے ناخن لو" نوجوان نے جھڑکتے ہوئے کہا "یہ جو زہریلی شراب تم نے اس بے چارے دیسی خرچ پر اپنے پروہنوں کو پلائی ہے اُس کی قیمت درحقیقت جتنی چاہیئے میں اُس سے دوگنی ادا کر رہا ہوں اس سے زیادہ اور کیا چاہتی ہو؟ کیا تجھے بھی کوئی دیہاتی گنوار سمجھ رکھا ہے؟ جس طرح بھی چاہیے اینٹھ لو۔"

میں نے دیکھا وہ جرمن زبان حیرت انگیز روانی سے بول سکتا تھا۔ پھر بڑی بات یہ کہ اس کا لب و لہجہ اور انداز تکلم سب جرمن باشندوں کے ملتے جلتے تھے۔ سچ مچ ویسی ہی گڑبڑاس کی بولی تھی جیسے اُس سپاہی کی جس نے ریل کے سٹیشن پر مجھے اور میرے ساتھی فلی کو دھمکایا تھا۔ اُس کی حالت دیکھ کر پہلے یہی معلوم ہوتا تھا کوئی غریب اور خستہ حال جرمن ہے جو تھیٹر میں کسی طرح کی ملازمت تلاش کر رہا ہے۔ میں اس سے پہلے بھی بعض جرمنوں کے کالے بال دیکھ چکی تھی اور ایمان کی بات یہ ہے کہ اگر میں اُس کی انگریزی کی تقریر نہ سنتی تو اُس کی شکل و شباہت دیکھ کر یہی خیال کرتی برلن کا رہنے والا کوئی جرمن ہے۔

"تم سخت دھوکے باز آدمی ہو" فراؤ نے چیختی ہوئی آواز سے کہا اور اس کے بعد "سیدھے ہاتھ سے میرے بل کی رقم دے دو۔ ورنہ میں ابھی پولیس کو بلاتی ہوں"

لیکن میرے نوجوان نے اُس کی دھمکیوں کو یکسر نظر انداز کر دیا۔ اس موقع پر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کوئی چیز نکالی اور میرے حوالے کی۔ معلوم ہُوا وہ چہرہ پر پہننے کی نقاب تھی... مہین جالی کی نقاب جس کا فیشن گو اب بالکل مسدود ہو گیا ہے۔ تاہم ۱۹۱۴ء تک جب کا یہ ذکر ہے بے شمار عورتیں اسے پہنا کرتی تھیں۔ بہرحال معنی خیز ظرافت سے مجھ کو سمجھاتے ہوئے کہنے لگا۔ "آپ اسے بھول کر چھوڑ آئی تھیں اس لئے مَیں لیتا آیا ہوں"

مَیں نے اپنی عمر میں کبھی نقاب نہیں پہنی لیکن پیش آمدہ حالات میں میرے لئے اپنے چہرہ کو چھپائے رکھنا اشد ضروری تھا اور مجھے یہ سوچ کر حیرت ہونے لگی کہ اس آدمی نے اس معاملہ میں کتنی دور اندیشی کی ہے۔ بڑی خوبی ایک اور جو مَیں نے دیکھی یہ تھی کہ میرے فراک کی رنگت کے مطابق نقاب کا رنگ تھا۔ کبھی کبھی تو [illegible] مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص جو اس طرح میری زندگی میں حائل ہُوا جب کسی کام کو ہاتھ لگاتا تو اُس کی خفیف سی تفصیل بھی نظر انداز نہ کرتا تھا۔ اُس نے مجھ کو [illegible] کے ساتھ نقاب باندھنے میں مدد دی جس کے بعد مَیں نے اُسے اپنے چہرہ پر ڈال لیا۔ اس اثنا میں موٹی فراہلڈا جس کی آواز فرط غضب سے گلوگیر تھی برابر چلائے جاتی تھی۔

"کیا سنتے نہیں ہو... میرے بل کی پوری رقم ادا کرو ورنہ مَیں تم دونوں کو حوالہ پولیس کرتی ہوں"

میرا ساتھی اُس کی طرف دیکھ کر مسکرایا اس کے بعد صورت انکار میں ہلاتے ہوئے کہنے لگا۔

"ہلڈا تم مذاق کرنے سے باز نہ آؤ گی پولیس کی دھمکی مجھے دیتی ہو حالانکہ مَیں اگر چاہوں تو تمہاری خوبیاں ظاہر کر کے آج ہی دو سال کیلئے جیل میں بھجوا دوں"

"یہ جھوٹ ہے! ... سراسر جھوٹ ہے!" وہ پُرشور آواز سے کہنے لگی۔ "میں ایک ایماندار نیک عورت ہوں میں نے پولیس کا کیا بگاڑا ہے؟"

"تم بے شک نیک ہوگی لیکن جب راز کی باتیں ظاہر کی گئیں تو سب نیکیاں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔ کیا اُس کاشتکار کا واقعہ بھول گئیں جس کا تھیلا تمہارے قہوہ خانہ میں گم ہُوا تھا... یا کیا اُن لوگوں سے ناواقف ہو جو رات کے اندھیرے میں ناجائز طور پر نشیلی چیزیں بیچا کرتے ہیں؟ سکارت لوار بلیک والا کو یاد کرو۔ ان کے علاوہ کچھ نام اور بھی ہیں۔ ان میں سے کون کون سے گنواؤں۔ سننا چاہتی ہو؟"

لیکن زاہدہ کا چہرہ اتنے ہی میں بے رنگ سفید پڑ گیا تھا۔ اُس کے بدن میں دہشت کی تھرتھری نظر آنے لگی۔ ایک کانپتی ہوئی انگلی سے دروازہ کی سمت میں اشارہ کرکے کہنے لگی۔

"جاؤ میری دوکان سے نکل جاؤ! ورنہ میں کوئی ایسی ویسی بات کر بیٹھوں گی۔"

"تم جاتو رہے ہیں ورنہ ہم تو دوپہر کا کھانا بھی یہیں تناول کیا چاہتے تھے،" میرے ساتھی نے جس کی ابرو پر ذرا بل نہ آیا تھا سیدھے لہجے میں جواب دیا۔ "لیکن اگر تمہیں گاہکوں کی ضرورت نہیں تو ہم بھی ٹھہرنے کے لیے اصرار نہیں کرتے۔"

اتنا کہہ کر اُس نے اپنی سفید ہیٹ میز سے اُٹھا کر سر پہ رکھ لی اور مجھے ساتھ دروازہ کی طرف لے جاتے ہوئے کہنے لگا۔ "کہتے ہیں علم میں بڑی طاقت ہے۔ اس کا ایک ثبوت ابھی تم نے دیکھ لیا۔"

ہر چند میں نے اپنا چہرہ نقاب میں چھپا رکھا تھا لیکن پھر بھی سربازار چلتے ہوئے بے حد جھجک ہوتی تھی۔ اِس لئے کہ میرے دشمن لاتعداد تھے اور میں

نہیں جانتی تھی کب کسے سابقہ پڑے۔ معلوم ہوتا ہے اُس نے میرے خیالات ذ لی بھانپ لئے ہوں گے کیونکہ وہ اطمینان بخش لہجہ میں کہنے لگا۔" گھبراؤ نہیں اب کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے "

جب ہم رخصت ہونے لگے تو ژالین اوٹیلی ہمارے لئے دروازہ کھول کر کھڑی ہو گئی اور اُس نے حسرت آلود نظروں سے میرے ساتھی کی طرف دیکھا۔ وہ اُس کے جواب میں حوصلہ افزا طریقہ پر مسکرایا اس کے بعد ہم دونو بازار میں نکل آئے۔ میرا ہاتھ ایک پل کے لئے اپنے ہاتھ میں لے کر اُس نے بازار میں اِدھر اُدھر چاروں طرف نظر ڈالی۔ اس کے بعد پُر مسرت لہجہ میں کہنے لگا۔

" رستہ صاف ہے بے کھٹکے چلی آؤ "

اکٹھے ہم پُر ہجوم بازار میں ایک طرف کو چلنے لگے ؛

حصہ ششم ختم ہوا

حصّہ ہفتم

تجویزیں اور تدبیریں

ہرچہ آید بسر فرزند آدم بگذرد

باب - ۱

کدھر کو؟

سچ پوچھیئے تو اپنے ساتھی کے اطمینان بخش لفظوں کے باوجود میرا دل فرط خوف سے سینہ کے اندر بیٹھا جاتا تھا - ہر ایک آدمی جو ہمارے پاس سے گذرتا دشمن دکھائی دیتا تھا - میری نظریں چلنے والوں کے پاؤں کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ کہیں ان میں وہ شگرا شیطان نہ چھپا ہو۔ لیکن میرا ساتھی پوری بے فکری سے میرے ساتھ بڑھا جاتا تھا۔

اس طرح ہم رفتہ رفتہ فریڈرک سٹراس کے سرے تک پہنچ کر سمت شمال میں مڑ گئے - جس کے آگے نیبرٹ ڈن لندن کا مشہور بازار آ گیا - دفعتاً وہ کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا ۔

" اس کمبخت فرانڈ نے آپ کو بے حد پریشان کیا۔ لیکن میں تسلیم کرتا ہوں۔ خطا میری اپنی تھی کاش مجھ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ آپ کے پاس نقا بیز نہیں ہے "

اس وقت تک نے پرس کے چرائے جانے کا سب حال اس سے بیان کیا تھا مِن کراس نے مختصر طور پر کہا " اس کا بے حد افسوس ہے - لیکن پیش آمدہ حالات میں سوال فقط روپیہ کا نہیں ہے، پھر اس سے پہلے کہ میں لفظوں مطلب صاف کرنے کے لئے کہتی - اس نے اور آگے پوچھا - " کیا آپ کو یقین کامل ہے کہ کسی نے اس کو چرایا تھا ؟ "

" مگر اس کے سوا اور کیا صورت ممکن ہو سکتی ہے ؟ " میں نے جواب دیا۔

"میرے دل کو صرف اس بات کی تشویش لگی ہے کہ بڈھے کلاب فٹ یا اُس کے ساتھیوں میں سے کسی کی نظر آپ کے خریدے ہوئے لندن کے ٹکٹ پر نہ جا پڑے" میرے ساتھی نے فکرمند لہجہ میں کہا۔ "پھر یقیناً اُن کے دلوں میں شبہات پیدا ہو جائیں گے یعنی وہ سمجھ لیں گے کہ آپ جوزف بیل کے دفتر میں کسی خاص مطلب کے لئے گئی تھیں اگر ٹکٹ کا حال اُن کو معلوم نہ ہو تو پھر شک بھی پیدا نہ ہوگا کیونکہ آپ بہت زیادہ عرصہ تک اس جگہ نہ ٹھہری تھیں۔ اور نہ میرے خیال میں ہجوم کی کثرت کے باعث بیل کے محرر ایزی نے آپ کو پہچانا ہوگا"

رفتہ رفتہ دوپہر کی گرمی تیز ہونے لگی تھی۔ چنانچہ جس وقت ہم پُر شور بازاروں میں سے گذر رہے تھے تو گرمی کی حرکت کرتی ہوئی لہریں فضا میں اٹھتی معلوم ہونے لگیں۔ اس دوران میں مَیں اپنے ساتھی کے چہرہ مہرہ کو بغور دیکھنے کے قابل ہوگئی تھی۔ سلونی رنگت کا ساکن دصامت نوجوان آنکھیں روشن نیلی۔ اور خود ضبطی کا وہ عالم جس کی مثال آپ دیکھ ہی چکے ہیں۔ مجھ کو خیال آیا کہ غالباً یہی وہ آدمی ہوگا جس کی نسبت اس قابل یاد طوفانی رات کو اس پُر اسرار نوجوان نے میجر دوین ایبٹ جس کا نام تھا مجھ سے اس بارہ میں سوالات پوچھے تھے کہ کیا حال میں مَیں نے قصبہ شلازمیں کسی جگہ یا قلعہ کے آس پاس کسی دوسرے انگریز کو بھی دیکھا تھا؟ لیکن حیرت یہ سوچ کر ہوتی تھی کہ اس شخص کو میرے جیمتی آنے کا حال کس طرح معلوم ہوا۔ کیونکہ یہ بات وہ پیشتر بیان کر چکا تھا کہ میں جوزف بیل کے دفتر کے باہر تمہارے ہی انتظار میں بیٹھا تھا۔

میجر ایبٹ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے مجھ کو بتایا تھا کہ اچھی طاقت اور قابلیت کا آدمی ہے اور اب جو مَیں نے غور کے ساتھ دیکھا تو معلوم ہوا اپنی ظاہری لاغری کے باوجود نہ صرف آہنی ارادہ بلکہ بدن کے اندر بھی

اعصاب کی جگہ فولادی تار رکھتا تھا۔ جس طریقہ پہ اس نے فرایلڈ اکے کافی خانہ میں شیطان سیرت بنس کو دبایا اور نیچا دکھایا تھا اس واقعہ کو یاد کرکے میں اب بھی سوچ رہی تھی کہ اس نے اور باتوں کے علاوہ جسمانی کسرت میں بھی اچھی تربیت حاصل کی ہوئی۔ مجھے کچھ کچھ یاد پڑتا تھا کہ میجر ایبٹ نے اس آدمی کا نام بھی لیا تھا۔ لیکن فی الحال مجھے بالکل یاد نہ آتا تھا۔ وہ نام کیا تھا۔

ہم دونوں پہلو بہ پہلو چپ چاپ پیدل جا رہے تھے کہ دفعتاً وہ کسی فوری خیال کے زیر اثر قہقہہ مار کے ہنسا اور کہنے لگا۔

" کیا خوب۔ یہ تھا وہ نامی گرنٹ جس کے افسانے مشہور ہیں۔ میرے خدا کس قد و قامت کا آدمی ہے میں نہیں جانتا بیل سے ملنے کے بعد وہ اس کے پاس بیٹھا کس مضمون پر گفتگو کرتا تھا لیکن اس کی آواز بادل کی گرج سے ملتی ہوئی دفتر میں ہر سو پھیل رہی تھی۔ اس کی باتیں ختم ہونے میں نہ آتی تھیں۔ جوش میں آئے ہوئے سانڈ کی طرح لگاتار پیٹھ چوڑے کئے جاتا تھا۔"

" کیا مجھے قہوہ خانہ میں بھیجنے کے بعد آپ دوبارہ بیل کے کمرہ میں گئے تھے؟" میں نے بے اعتباری کے لہجہ میں پوچھا۔

" ہاں گیا تھا" اس نے قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے کہا " جس کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ میں نے کیپٹن کلیب فٹ کا نام سُنا تھا لیکن اُسے اس کے اصلی روپ میں کسی موقعہ پہ نہ دیکھا تھا اور میں چاہتا تھا کہ اب موقعہ ملنے پہ خوب سیر ہو کر اسے دیکھ لوں۔ سچ پوچھو تو میرے لئے ایسا کرنے میں کوئی خطرہ بھی نہ تھا کیونکہ اس کو میرا حال بالکل معلوم نہیں " پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے ان لفظوں میں اپنے بیان کی اصلاح کی۔" کم از کم وہ میرا صورت آشنا نہیں ہے۔ اور چونکہ میں پچھلے ایک ہفتہ سے کام کی تلاش کا بہانہ کرکے ہر وقت بیل کے آس پاس پھر رہا ہوں۔

اس لئے اب اگر دفعتاً کلب فٹ کی آدھ پہ غائب ہو جاتا تو بات یقیناً شک انگیز ہوتی پس میں اس خیال سے بیٹھ گیا کہ جوزف بیل سے گرنٹ کی باتیں ختم ہولیں۔ تو میں خود بھی اس سے مل لوں۔ یہی وجہ تھی کہ مجھ کو واپس آنے میں دیر ہو گئی۔ آخر جب دونو باتیں کرتے ہوئے کمرہ سے باہر نکلے تو میں نے یاد دہانی کرتے ہوئے بیل سے کام کے بارہ میں کہا۔ اس پر وہ بڈھا مردود قہقہہ مار کے ہنسنے لگا اور کلب فٹ سے مخاطب ہو کر بولا۔ یہ لوگ رات دن میری جان کھائے جاتے ہیں۔ اگر آپ بُرا نہ مانیں تو میں ایک کو ٹھوکر رسید کر کے سیڑھیوں سے نیچے گرا دوں " اتنا کہہ کر وہ ہنسنے لگا اور میں خود بھی اُس کی ہنسی میں شریک ہو گیا۔

اس طرح باتیں کرتے ہم انڈر ڈن لنڈن کے وسیع اور کشادہ بازار میں پہنچ گئے تھے۔ اس جگہ ہجوم کی اور بھی زیادہ کثرت تھی۔ دوکانیں زیادہ خوشنما اور سجی ہوئی اور لوگ متفرق سامان ضرورت و تعیش کی چیزیں خرید کر اِدھر سے اُدھر جا رہے تھے۔ بعضوں کے ہاتھوں میں قیصر کے پلاسٹر کے بنے ہوئے بُت تھے۔ جن کی خرید اُن دنوں زوروں پر تھی۔

" پھر آپ کہاں جانے کا ارادہ ہے " میں نے آخر کار اپنے ساتھی سے پوچھا

" جس جگہ مومی تصویروں کا عجائب گھر واقع ہے میں وہاں آپ کو لئے چلتا ہوں "

" مومی تصویروں کا عجائب گھر! " میں نے حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "آخر وہاں جا کے کیا کریں گے ؟ "

وہ میری حیرت دیکھ کر مسکرایا اس کے بعد دبی آواز سے کہنے لگا۔

" آپ سمجھی نہیں۔ مجھے آپ کی زبانی کئی ایک حالات معلوم کرنے ہیں اور خود آپ کو بھی میری زبانی کئی باتیں سننے کی خواہش ہوگی۔ اب میں سوچتا ہوں ایسا

خلوت کا مقام کونسا ہے - جہاں ہم علیحدگی اور تنہائی میں بیٹھ کر تبادلہ خیالات
کر سکیں - ہمارے ہاں لندن میں میڈم ٹساڈ کی مومی مورتوں کا عجائب گھر
مشہور ہے - یہاں اس کی ایک چھوٹی سی نقل تیار کی گئی ہے - پینوپٹیکم اس
کا نام ہے اور وہ ایک ایسا مقام ہے جہاں دیہات سے آئے ہوئے گنوار
آدمیوں کے سوا کوئی شہری جانے کی ضرورت نہیں سمجھتا یہ جگہ ہمارے
تبادلہ خیالات کے لئے موزوں رہے گی - گرنٹ کو خواب میں بھی خیال نہیں
آ سکتا کہ ہمیں ڈھونڈنے وہاں جائے - اس کے علاوہ اس مقام کے قریب ہی
ایک رستوران موجود ہے جہاں ہم دوپہر کا کھانا کھا سکیں گے - ایسا کرتے ہوئے
میں آپ سے اپنے دوست کے بارہ میں حالات سننا چاہتا ہوں" اس کی
نیلگوں آنکھیں اب میرے چہرہ پر جمی ہوئی تھیں - سوچتے ہوئے کہنے لگا
"غالباً پچھلے دنوں آپ نے ضرور اسے دیکھا یا اس کا حال سنا ہوگا؟"
یہ پہلا سوال تھا جو اس نے مجھ سے پوچھا اور اس کے جواب میں میں
نے اس کو بتایا کہ "ہاں میں بے شک اس سے ملی ہوں"

باب - ۲
مومی تصویروں کے سامنے

میری گوناگوں واقعات سے پر انقلاب آمیز زندگی میں وہ ملاقات جو غیر معمولی
حالات میں اپنے نویافتہ ساتھی سے ہوئی ہمیشہ یادگار رہے گی - ہم رستوران کے
ایک بے رونق کمرہ میں سنگ مرمر کی میز کے آر پار بیٹھے تھے اور کسی دور افتادہ

مقام سے ہمیں ان مومی تصویروں کی بو جن کے لئے یہ عجائب خانہ مشہور تھا۔ اس طرح آتی معلوم ہوتی تھی گویا کسی کارخانہ میں موم کی بڑی مقدار پگھلائی جا رہی ہو۔

جس جگہ ہم بیٹھے تھے وہاں سے عجائب گھر کی گیلری صاف دکھائی دیتی تھی۔ ہماری نظروں کے سامنے گذشتہ اور رفتہ نسلوں کے آدمی بے جان مومی تصویروں کی صورت میں خاموش لیکن زندہ نما کھڑے تھے حتیٰ کہ بعض اوقات مجھ کو ایسا معلوم ہوتا کہ وہ ہماری بے جا مداخلت پر سخت افسردہ و پریشان خاطر ہیں اور ان کی فکر آلود پیشانیاں ان کی دلی ناراضگی ظاہر کرتی ہیں۔

یہیں ہم نے جدید جرمن سلطنت کے بانی بادشاہ بسمارک کی تصویر دیکھی جس کے گلے میں سفید کوٹ اور پاؤں میں بڑے بڑے جیک بوٹ پہنائے ہوئے تھے اور وہ اس طرح گھورتی ہوئی نظروں سے ہماری طرف دیکھ رہا تھا کہ کئی بار مجھ کو دوسری طرف منہ پھیرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ ایک جانب شیشہ کے صندوق میں حسن خفتہ کی صورت بنا رکھی ہوئی تھی جس میں اس خوبی سے گھڑی کی مانند کوئی کل لگا دی گئی تھی کہ جب غور کے ساتھ دیکھا جائے تو اس کی متحرک چھاتی تنفس کی آمد و رفت ظاہر کرتی تھی۔ . . لیکن میں کہاں تک بیان کروں ملک جرمنی کے سبھی طرح کے مشاہیر بادشاہ۔ شہزادے مدبر۔ جرنیل۔ سپاہی۔ سائنسدان اور بدنصیب مجرم جن کے نام تاریخوں میں یادگار ہیں سب کے سب موجود تھے اور ان کی شکلیں دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ابھی باتیں کر رہے تھے لیکن ہماری آمد پر خاموش ہو گئے۔

دوپہر کے وقت جب ہم وہاں پہنچے جگہ قریباً خالی پڑی تھی اور بہت کم کسی طرف کی آواز اس سکوت عظیم کو قطع کرتی معلوم ہوتی تھی۔ جو اس جگہ ہر طرف چھایا ہوا تھا۔

میں نے دیکھا میرا ساتھی اپنی دُور بینی پر ہر طرح خوش و مسرور تھا۔ وہ اس بات کا اندازہ کر سکے کہ یہ مقام ہماری پوشیدہ گفتگو کے لیے موزوں ہوگا مجھ کو یہاں لایا تھا اور واقعہ میں اس قسم کی خلوت و تنہائی جیسی اس جگہ ہم کو نصیب ہوئی برلن ایسے آباد شہر میں کسی دوسرے مقام پر مشکل حاصل ہو سکتی تھی۔ میرے ساتھی کا اشارہ پا کر ریسٹوران کا نوکر شراب کی وہ بوتل لینے گیا جس کے لئے اس کو آرڈر دیا گیا تھا۔ اور اس کی غیر حاضری میں میرے ساتھی نے حکومت جرمنی کے بانی مبانی ان لوگوں کی طرف اشارہ کر کے جن کی زرِ نام مورتیں ہماری نظروں کے سامنے تھیں چھیڑ چھاڑ کی گفتگو شروع کر دی۔ شاید وہ اس طریق پر میری افسردگی رفع کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن میرا دل بجھا ہوا اور ان تموں کا جدید سبز پیانہ ڈیلے ہوئے تھا۔ جن سے مجھ کو فی الحال واسطہ پڑا تھا۔ رفتہ رفتہ نوکر بھی ہماری ضروریں اور مطالب لیے پورا کرنے کے لیے کھانا کھانے کو رخصت ہو گئے۔ میرے ساتھی نے مجھے دل گرفتہ دیکھ کر ایک پُر مذاق گیت گانا شروع کر دیا اور اس خوش اسلوبی کے ساتھ گا کر سُنایا کہ میں ہنسے بغیر نہ رہ سکی۔ اس سے اس کے دل کو بے حد اطمینان ہوا۔ اور جب نوکر کے چلے جانے کے بعد اس جگہ ہم دونوں اکیلے رہ گئے تو اصل مطلب کی طرف آتے ہوئے کہنے لگا۔

"ہاں اب کہیئے وہ چیز کیا آپ کے پاس موجود ہے؟"

میں سمجھ گئی اس کا اشارہ اس نیلگوں لفافہ کی طرف تھا لیکن مصلحتاً میں نے اس اشارہ کو سمجھنے سے معذوری ظاہر کی۔ اس پردہ معاملہ کو صاف کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں اس رپورٹ کے لئے پوچھتا ہوں جس کا پتہ ایجنٹ نے آپ کو دیا تھا۔"

جب میں اس پر بھی خاموش رہی تو وہ دبی آواز سے کہنے لگا۔

" میں آپ کی احتیاط پسندی سے بہت خوش ہوں۔ اس طرح کے معاملات میں آدمی کو ہمیشہ دُور اندیشی سے کام لینا چاہیئے۔ اچھا دیکھئے۔ میں اس معاملہ کو زیادہ صاف کرتا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کیا آپ میرے نام سے واقف ہیں؟ "

" ٹھہریئے " میں نے ہاتھ کے اِشارہ سے روکتے ہوئے کہا۔" میں نے آپ کا نام بے شک سُنا تھا۔ لیکن اب میرے ذہن میں نہیں رہا۔ حالات کے زیر اثر ذہن سے بھول گئی۔ آپ ذرا اپنے نام کے ابتدائی حرف کہہ دیں پھر اُمید ہے یاد آ جائے گا۔"

" این۔ ڈی " اُس نے فوراً جواب دیا۔

" آہ! اب بے شک یاد آ گیا " میں نے فاتحانہ مسرت کے لہجہ میں کہا۔" آپ کا نام ہے نیگل ۔ ۔ ۔ نیگل ڈریلو "

" ڈریلو نہیں ڈروس " اُس نے اصلاح کی۔

" آہ بے شک نیگل ڈروس "

" اور آپ کا نام ہے آلیویا ڈیبیر؟ "

" ہاں "

" اور آپ سروس میں کام کرتے ہیں؟ "

" کیا آپ کی مراد برطانیہ کی سیکرٹ سروس سے ہے؟ "

اُس نے سر کے اِشارہ سے ہاں کہی

" نوجوان لیجئے میرا اس محکمہ سے کوئی تعلق نہیں " میں نے جواب دیا۔" کیا آپ کا ہے؟ "

اُس نے اپنے سر کو اس طرح خفیف سی حرکت دی جیسے بمشکل دیکھا جا سکتا

تھا اس کے بعد کہنے لگا " میری طرح ایبٹ بھی! "

" لیکن اُس کو کیا ہُوا؟ " میں اس وقت تک اُس کا حال معلوم نہیں کر سکی "

وہ اپنی تیز نیلگوں آنکھیں میرے چہرہ پر جمائے میرے حالات دلی جاننے کا خواہشمند تھا۔ مجھ کو دفعتاً خیال آیا کہ غالباً وہ ایبٹ کا دوست ہوگا یہی وجہ تھی کہ ایبٹ نے اُس کا نام بے تکلفانہ لیا تھا۔ مجھے اُس کے وہ الفاظ اب تک یاد تھے کہ نیگل نے اپنی عمر میں کبھی وعدہ وفائی سے دریغ نہیں کیا صریحاً اُس کا اشارہ اسی آدمی کی طرف تھا۔

میں جب اِن خیالات کی اُلجھن میں چپ چاپ سوچ رہی تھی تو میرے ساتھی نے اس خاموشی کا مطلب کچھ اور سمجھ کر کہا۔

" ٹھہریئے میں اس معاملہ میں آپ کی مدد کرتا ہوں۔ واقعات یہ ہیں کہ ایبٹ ۵ رجولائی کو اس غرض سے برلن آیا کہ ایک لفافہ حاصل کر کے بل کے ہاتھوں تک پہنچائے اُس کے بعد وہ پُراسرار طریقہ پر عدیم پتہ ہوگیا اور لفافہ بل کے ہاتھوں تک نہ پہنچا۔ عام حالات میں ایبٹ کو چوتھے دن یعنی ۸ رجولائی کو لندن پہنچ جانا چاہیئے تھا لیکن جب وہ مقررہ تاریخ کو اُس جگہ نہ پہنچا تو ہمارے افسرا علیٰ نے یہ کام میرے ذمہ ڈالا کہ جا کر دیکھوں اُسے کیا اُفتاد پیش آئی ہے "

" لیکن اس کو تو شاید میں آپ سے ملنے کا اِنتظار تھا؟ "

" بے شک مجھ کو معلوم ہے لیکن جو ہدایات اس بارہ میں دفتر سے میرے نام بھیجی گئی تھیں اُن کا خط کہیں اِدھر اُدھر ہوگیا۔ چونکہ میرا قیام کسی ایک مقام پر مستقل نہ تھا۔ اور مجھے کہیں کہیں مارا مارا پھرنا پڑتا تھا اس لئے دفتر والوں کی بھیجی ہوئی وہ چٹھی آج ہی صبح مجھ کو ملی تھی حالانکہ عام حالات میں میرا فرض منصبی یہ تھا کہ تین دن پہلے شلانبہ پہنچ کر آپ کو ایبٹ کی تجویز فرار سے آگاہ کرتا

اور کچھ روپیہ آپ کو دے آتا۔ جس سے آپ ایبیٹ کی جیب وہ آپ کے پاس آتا مدد کر سکتیں۔ پیش آمدہ حالات میں جب میں کوئی فیصلہ کن پروگرام نہ سوچ سکتا تھا یہی ایک ترکیب قابلِ عمل نظر آئی کہ میں سیدھا بیل کے پاس جا کر ایبیٹ کا انتظار کروں۔ اور چونکہ بیل اس دوران میں ہم سے بے وفائی کرنے لگا تھا اس لئے خواہش یہ تھی کہ جب وہ لفافہ پہنچانے آئے تو اُسے دُور ہی سے اشارہ کر کے واپس بھیج دوں لیکن وہ تو نہ آیا۔ البتہ آپ آگئیں۔۔۔!"

"لیکن آپ تو میرے صورت آشنا بھی نہ تھے پھر آپ نے کس طرح مجھ کو پہچانا؟"

"اُس خط میں آپ کا جو حلیہ درج تھا جو لندن کے صدر دفتر نے میرے نام روانہ کیا تھا اُس میں آپ کی خوبصورتی کی بے حد تعریف کی گئی تھی گو میری اپنی رائے میں" اُس نے مسکراتے ہوئے کہا "وہ اتنی کافی نہ تھی جتنی ہونی چاہیئے"

میں اس بیان کو سن کر حیرت زدہ رہ گئی اور کہا۔

"لیکن میں سیکرٹ سروس کے کسی آدمی سے واقف نہیں ہوں۔ ان لوگوں نے میرا حلیہ کیونکر معلوم کیا؟ اور آپ کو لکھ کر بھیج دیا۔"

میرے ساتھی نے انجن کو حرکت دی اس کے بعد کہا۔

"مس ڈبز آپ ہمارے افسرِ اعلیٰ سے چونکہ واقف نہیں اس لئے نہیں جانتیں کہ اُس کی معلومات کا دائرہ کتنا وسیع اور لامحدود ہے۔ لیکن فی الحال میں آپ کی زبانی ایبیٹ کا حال سُننا چاہتا ہوں۔۔۔ وہ اب کہاں ہے؟۔۔۔ کیا اُن لوگوں نے دوبارہ اُس کو شلاز کے قلعہ میں بند کر دیا۔۔۔ میرے خیال میں ضرور یہی بات ہوگی ورنہ اُس کی عادت کو جانتے ہوئے میں اس بات کا یقین کامل رکھتا ہوں کہ وہ ضرور مجھ سے ملتا۔"

وہ جواب کے لئے میرے مُنہ کو تکنے لگا لیکن مَیں خاموش تھی کوئی چیز مجھے گلے میں اٹکتی معلوم ہوئی اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس کے بعد میرے لئے زبانی کچھ اور حالات کہنے کی حاجت نہ رہی۔ اُس نے انداز سے سب کچھ معلوم کر لیا مجھے خاموش دیکھ کر اُس کے چہرہ پر سختی کے آثار پیدا ہوئے اور تیز نیلگوں آنکھیں دھندلی نظر آنے لگیں۔

"ضرور وہ اُن کے ہاتھوں مارا گیا ہے" اُس نے آخر کار موسی تصویروں کی طرف بے مدعا تکتے ہوئے کہا "آہ میرا ستم رسیدہ دیوی کتنا عزیز دوست تھا وہ بہادروں کا بہادر اور دلیروں کا سرتاج۔ لیکن خودسر بہت تھا۔ مَیں نے بارہا اُس کو سمجھایا کہ ہمیں اپنا ہر قدم پوری احتیاط سے اُٹھانا چاہیئے لیکن وہ کسی کی نہ سنتا تھا۔"

"آپ دونو بہت گہرے دوست تھے؟" مَیں نے تھوڑی دیر کے بعد پُوچھا اُس نے سر کے اشارہ سے ہاں کہی پھر تفصیل بیان کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"دوین ایبٹ میرا بہت پرانا دوست تھا اور اتنا وفادار کہ مَیں جس کی تعریف نہیں کر سکتا ایک موقعہ پر جب مجھے سخت مشکل درپیش تھی اُس نے میری مدد کی اور مَیں اُس کا احسان آج تک نہیں بھولا ہوں۔"

آنسو کا ایک قطرہ میری آنکھ سے نکل کر رخسار پر بہتا ہوا سنگ مرمر کی میز پر گر پڑا۔ اُس وقت میری چشم تخیّل نے پھر ایک بار اُس رات کا نقشہ پیش کیا جب کمانڈنٹین ہوس کے دفتر میں میری ایبٹ سے دیر تک باتیں ہوئی تھیں اور مجھے اس بات کا افسوس بھی ہُوا کہ کیوں مَیں نے اپنی لاعلمی سے اُس کے ساتھ وہ روکھا برتاؤ کیا جس کا وہ کسی حال میں مستوجب نہ تھا کچھ اتنا گہرا اثر ہوا کہ اُس وقت مجھ پر طاری ہُوا کہ مجھے اُس کی ہیولانی صورت اپنی کرسی کے پاس کھڑی نظر آئی۔

وہ اب بھی اسی لیے تنگدی سے مسکراتا تھا جس طرح اُس نہ کھیلتے والی رات کو میں نے اُسے دیکھا تھا۔

میں نہیں جانتی یہ گہری محویت کتنا عرصہ مجھ پر رہی لیکن آخر کار ڈروس کا لاغر ہاتھ میرے ہاتھ سے چھوتا معلوم ہُوا اور اُس نے نرم آواز سے کہا۔

" زحمت نہ ہو تو اُس رات کے سارے حالات مجھ سے بیان کیجئے "

اور اس طرح اُس ویران کمرہ میں بیٹھ کر بسمارک کی گھورتی ہوئی نظروں کے سامنے میں نے پوری داستان اپنے ساتھی سے بیان کی۔

باب - ۳

حالات و خیالات

ایک بڑا نادر وصف جو بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے دوسروں کے دلوں پر اپنا اثر ڈال کر اُن کے سینوں میں اعتماد کا احساس پیدا کرنے کا ہے جن لوگوں میں یہ خوبی پائی جاتی ہے وہ اپنے اندر ایک طرح کی مقناطیسی قوت رکھتے ہیں جس کی بدولت دوسرے کا دل خود بخود اُن کی طرف کھچا چلا جاتا ہے اور آپس کے تعلقات کی بے تکلفی بڑھنی شروع ہوتی ہے۔ یہ خوبی نیگل ڈروس میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ اُسے ہر شخص کو اپنا دوست بنانے کا ڈھنگ یاد تھا۔ فی الحقیقت جب کبھی میرے خیالات کی رَو اُس دن کی طرف جاتی ہے جب میں نے پہلے پہل اُس کو جوزف بل کے دفتر کے باہر اخبار ہاتھ میں لیے بیٹھا دیکھا تھا تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتی ہوں کہ ہم کسی زمانہ میں بھی ایک دوسرے کے لئے اجنبی نہ تھے۔

کچھ ایسا مکمل اعتماد مجھے اس شخص کی ذات پر تھا کہ اس کے ذرا سے اشارہ پر میں سارے حالات بیان کرنے پر مجبور ہو گئی۔ میں نے کوئی چھوٹی سی تفصیل بھی اُس سے چھپا کر نہ رکھی تھی۔ اُس وقت سے لیکر کہ بیجر ابیٹ قلعہ کی حراست سے نکال کر میرے پاس امداد طلب کرنے آیا تھا۔ صبح کے اُن واقعات تک۔ جو مجھے وہاں بلگریبی کے مکان پر پیش آئے تھے میں نے سارے حالات من و عن اُس سے بیان کر دیئے وہ چپ چاپ گہری توجہ سے میرے ہر ایک لفظ کو سنتا رہا ایک ہاتھ سے اُس نے اپنی ٹھوڑی کو سہارا دے رکھا تھا اور اس کی نظریں میز کی مرمری سطح پر لگی ہوئی تھیں۔

رفتہ رفتہ میں نے دیکھا ایک عظیم تغیر اُس کی حالت میں پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ چنانچہ جب میں نے اپنا بیان ختم کرنے کے بعد دوبارہ اس کی طرف دیکھا تو آنکھوں کی مسکراہٹ نابود تھی اور لاغر چہرے پر جو بدبختی کے آثار پیدا تھے وہ اُس کے چھیڑ چھاڑ کے طریقے اور ہنسی ٹھٹھے کی باتیں جن کا نمونہ میں نے کافی زرنلاک کے قہوہ خانہ میں دیکھا تھا۔ اب بالکل باقی نہ رہے تھے۔ وہ ناخوش نظر آتا تھا۔ اُس کی حالت اُس آدمی سے ملتی جلتی تھی۔ جو اپنے آپ کو مشکلات اور مصیبتوں میں گھرا ہوا تنہا اور بے یار و مددگار محسوس کرتا ہو۔ اُس کی حالت دیکھ کر میرے سینہ میں درد کی تیز ٹیسیں اٹھیں۔ مجھ کو ایسا معلوم ہوا کہ وہ میری ہمدردی اور امداد کا محتاج ہے اور میں اس کام میں ہر ممکن طریقہ پر اُس کی مدد کرنے کو تیار ہو گئی۔

" بلگریبی "، اس نے آخرکار اُس وقفہ سکوت کو ختم کرتے ہوئے کہا جو میری داستان کے خاتمہ پر پیدا ہوا تھا۔ " میں نے بے شک اُس کا نام سنا ہے لیکن ابتک اتنا ہی معلوم تھا کہ وہ شہزادہ کارل کی داشتہ ہے۔ اس کا مجھے بالکل علم نہ

تھا کہ وہ کسی خفیہ ایجنٹ کا کام بھی کرتی ہے۔ بدنصیب دیوی کا حال یاد کر کے میں پہلے ہی اس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ ضرور وہ کسی عورت کی بے وفائی کا شکار ہوا ہے۔ ایک بار لندن میں اُس نے مجھ سے باتیں کرتے ہوئے کسی بے نام خوش قد حسینہ کا ذکر بھی کیا تھا۔ جس سے کسی موقعہ پر اُس کی اتفاقیہ ملاقات ہوئی تھی۔ وہ اس قدر اُس کا شیدائی تھا کہ جتنی آمدنی ہوتی اُس سے بھی زیادہ اُس پر صرف کئے جاتا تھا۔ لیکن یہ بات مجھے بالکل معلوم نہ تھی کہ وہ عورت کون ہے یا کہا وہ برلن میں اُس سے ملا تھا؟ میں پہلے دن سے خوب جانتا تھا کہ اُس کی طبیعت میں لاابالی پن بہت ہے لیکن حیرت تو اس بات کی ہے کہ وہ ایک ایسی قیمتی رپورٹ ساتھ لیکر اُس عورت کے مکان پر گیا . . . غالباً اُس رپورٹ کا لفافہ اب تک آپ کے پاس ہوگا؟ "

میں نے سر کے اشارہ سے ہاں کہی اور اپنے فراک کی جیب کو ہاتھ لگایا۔ لیکن اس سے پہلے کہ میں وہ لفافہ نکالتی نیگل نے فوراً اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر میری کلائی کو مضبوط پکڑ لیا۔ میں حیرت آمیز نظروں سے اُس کے منہ کو تکنے لگی اور اُس وقت اصل حقیقت یہ منکشف ہوئی کہ ایک مرد اور ایک عورت دو نوجوان لیکن بظاہر دیہات کے رہنے والے اس طرح کے اچھے کپڑے پہنے جیسے گنوار لوگ کسی میلہ یا تقریب پر پہنا کرتے ہیں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے بڑی بڑی چھتریاں ساتھ لئے عجائب گھر کی چیزیں دیکھتے اُس مقام پر آنکلے تھے۔ جہاں سے میرے ساتھی نے اُن کی صورتیں دیکھ کر میرا ہاتھ احتیاطاً روکا تھا۔ بظاہر وہ کوئی بے ضرر آدمی تھے لیکن نیگل ذرہ بھر احتیاط کو کسی حال میں ہاتھ سے دینا پسند نہ کرتا تھا چنانچہ جتنا عرصہ وہ ہمارے سامنے کھڑے ان مومی مورتوں کو دیکھتے رہے جو ہماری نظروں کے سامنے رکھی ہوئی تھیں۔ ہم دونوں خاموش رہے۔ لیکن اُن کے

رخصت ہو کر عجائب گھر کے دوسرے حصّہ کی طرف چلے جانے کے بعد ڈروس نے
دبی آواز سے پھر کہا۔ "ہاں اب نکالو"۔

میں نے جیب سے لفافہ نکال کے اُس کے ہاتھ میں دیدیا۔ وہ تھوڑی دیر
اُس کو اُلٹ پلٹ کر دیکھتا رہا پھر بڑے غور سے اُس کا جائزہ لینے کے لئے لفافہ اپنے
نیلے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ریسٹوران کا نوکر
ہمارے لئے خواہشات لے کر آگیا اور جب وہ اُن کی پلیٹ رکھ کر رخصت ہوا
تو میرے ساتھی نے پوچھا "کیا دلوی۔۔۔ میرے کہنے کا مطلب ہے ایبٹ
نے آپ کو بتایا تھا کہ اُن لوگوں نے کہاں پر اُس کو گرفتار کیا تھا؟"

"نہیں اس کا موقعہ ہی نہیں ملا" میں نے اس کو جواب دیا "لیکن جیسا میں
بیان کر چکی ہوں ہماری ملاقات اس طرح کے شک انگیز حالات میں ہوئی تھی کہ جس میں
زیادہ سوال و جواب کی گنجائش نہ تھی۔ میں نے فقط اندازہ سے یہ بات معلوم کی تھی کہ
میجر ایبٹ نے کسی صورت بلگینی کے مکان پر اپنے عرصہ قیام میں وہ لفافہ کسی وجہ سے
گراموفون کی الماری میں چھپا کر رکھ دیا تھا۔"

میرے ساتھی نے صورت انکار سر ہلایا۔ اس کے بعد کہا۔
معلوم ہوتا ہے آپ ابتک کیلیب فسٹ کی عادتوں کو صحیح طور پہ نہیں سمجھ
سکیں۔ ہر ایک جرمن کی طرح وہ جس کام کو ہاتھ میں لیتا ہے۔ مکمل کر کے ہی چھوڑتا
ہے۔ اگر وہ بلگینی کے کمروں کی تلاشی لیتا تو رپورٹ کا لفافہ یقینی طور پر اس کو مل جاتا۔
لیکن اس کا اُسے وہاں تلاش نہ کرنا اس بات کا ثبوت کافی ہے کہ اُسے بالکل معلوم
نہ تھا ایبٹ کسی دفعہ پر اس عورت کے مکان پر بھی گیا تھا۔ لیکن آج صبح آپ نے
جو باتیں بلگینی کے مکان پر سُنیں۔ اُن سے اتنا ضرور واضح ہوتا ہے کہ جیبن فلوریا
اور گرنٹ دونو در پردہ ملے ہوئے ہیں۔ اور اگر آپ میری رائے پوچھیں تو میں

ممکن ہے اپنی طرز کی دوسری خوبصورت عورتوں کی مانند پلگریبی بھی جرمن سیکرٹ سروس میں کام کرتی ہو۔ تاہم ایک بات ظاہر ہے یعنی ڈوین ایبٹ سے اپنے میل جول کا حال اس نے سربسر پوشیدہ رکھا یا کم از کم کلب فٹ پر ظاہر نہ ہونے دیا تھا۔ یہ محض اس لئے کہ شہزادہ کو اس کی خبر نہ ہونے پائے۔ ایبٹ کے متعلق میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ حسین عورتوں کے معاملہ میں وہ اپنی ساری مصلحت اندیشی کھو بیٹھتا تھا اور اسے اپنی سرکاری ذمہ داریاں بھی یاد نہ رہتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ فلوریا سے کسی مقام پر ملنے کے بعد اس کی میٹھی باتوں میں آ کر اس نے ایک رات اسی کے مکان پر رہنا منظور کر لیا۔ گرنٹ نے صحیح معنوں میں اس عورت کو ایسے ہی نوجوانوں کو ورغلانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔ جن کو دام فریب میں لا کر فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ہر ایک عورت میں کچھ نہ کچھ کمزوری ضرور ہوتی ہے۔ فلوریا میں یہ کمزوری تھی کہ اس نے طے کر لیا تھا کہ اگر ایبٹ کی گرفتاری عمل میں آتی ہے تو وہ کم از کم اس کے مکان پر نہ پکڑا جائے۔ بدنصیب ڈیوبنی آپ سے جو یہ بات کہی تھی کہ میں اپنی عورت برلن میں اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں اس سے میرے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہئے آپ کی کیا رائے ہے؟"

"بے شک یہی بات ہوگی"، میں نے تسلیم کیا۔ "لیکن اب تک میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ کلب فٹ کو میجر ایبٹ کے برلن آنے کا حال کیونکر معلوم ہوا تھا؟"

باب ۔ ۹
نیگل ڈروس کی کہانی

ڈروس کے چہرہ پر غصہ کے آثار پیدا ہو گئے کہنے لگا۔ "یہ سب اسی نابکار

بیل کے کارنامے ہیں۔ پیشتر وہ ہمارا ساتھی تھا۔ لیکن بعد میں ہمارے دشمنوں کے ساتھ جا ملا۔ اور سچ پوچھئے تو زندگی کے جس صیغہ میں ہمیں کام کرنا پڑتا ہے اس میں سب سے بڑی خرابی یہی ہے کہ کسی آدمی پر ہمیشہ کے لئے بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ شخص بیل ذات کا یہودی ہے۔ لیکن برطانیہ میں پیدا ہوا اور وہیں پرورش پائی تھی۔ کچھ عرصہ پہلے تک وہ ہمارا یار وفادار تھا اور ہم اس پر بھروسہ کر سکتے تھے۔ لیکن اس کے بعد معلوم ہوتا ہے گرنٹ نے کسی طرح اس کو آڑے ہاتھ لگا لیا۔ میں نہیں جانتا روپیہ کے لالچ سے یا دھمکیاں دے کر۔ ان میں سے ایک نہ ایک ذریعہ ضرور برتا گیا ہوگا۔ وہ تھا ایک حریص اور ڈرپوک یہودی جھٹ پہلو بدلنے کو آمادہ ہو گیا۔ اتنا غنیمت ہے کہ کلب فٹ کو بیل پر دباؤ ڈالنے کی ضرورت اس وقت تک محسوس نہ ہوئی تھی حتیٰ کہ ایبٹ انگلستان سے چل کر برلن پہنچ گیا۔ ورنہ سہل اور آسان طریقہ یہ تھا کہ جب میرا دوست رپورٹ کا لفافہ جیب میں ڈالے پھر رہا تھا۔ کلب فٹ اپنے آدمیوں سے اس کا سراغ لگا کر فوراً ہی اس کو گرفتار کر لیتا۔"

گفتگو اس مقام تک پہنچی تھی کہ ریسٹوران کا نوکر ہمارے لئے قہوہ لیکر آ گیا اس پر میرا ساتھی اس کی موجودگی میں چپ رہا۔ لیکن جب وہ آخر کار رخصت ہو گیا تو اس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

"بہرحال بڈھے کلب فٹ نے آخر کار اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر لی۔ یعنی ایبٹ کو پا لیا۔ البتہ خدا کا شکر ہے آپ کی ہمت و استقلال سے ہم لفافہ پانے میں کامیاب ہو گئے۔"

" لیکن یہ تو کہئے میجر ایبٹ کے بارہ میں آپ کا اپنا خیال کیا ہے؟" میں نے سہمی ہوئی آواز سے پوچھا "کیا وہ دوبارہ کلب فٹ کی قید میں آ گیا یا ...

جان سے مارا گیا؟"

میرے ساتھی نے ہونٹ بھینچ لئے اور تھوڑی دیر گہری سوچ میں رہا۔ اس کے بعد کہنے لگا۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو بدنصیب دوین ضرور اس رات مارا گیا۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو گرنٹ شلاز سے چل کر فوراً اس جگہ نہ آتا۔"

"کیوں۔ کس لئے؟"

"دیکھئے میں سمجھاتا ہوں۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ جس وقت ان لوگوں نے ایبٹ کو گرفتار کیا تو رپورٹ کا لفافہ اس کے پاس نہ تھا۔ بعد ازاں گرنٹ نے اسے شلاز کے قلعہ میں قید کر دیا۔ لیکن جب کہ اس کے فرار کی خبر کانوں تک پہنچی تو وہ اس لئے دوڑا دوڑا آیا کہ قید سے نکلنے کے بعد ضرور اس نے وہ لفافہ اس مقام سے نکال کر جہاں اس کو چھپا رکھا تھا کسی کے ہاتھوں تک پہنچا دیا ہوگا غریب ایبٹ کے پاس نقد روپیہ کی کمی تھی۔ کیونکہ وہ اپنی ساری پونجی عیش و عشرت میں برباد کر چکا تھا۔ ان ساری باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے گرنٹ آخرکار اس نتیجہ پر پہنچا کہ ضرور وہ روپیہ حاصل کرنے اور لفافہ مقام محفوظ پر پہنچانے کی غرض سے اپنے کسی ہم وطن سے ملا ہوگا۔ قلعہ شلاز کے آس پاس اور کوئی اس کا ہم وطن نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے ڈاکٹر وان ہلش پر زور ڈال کر آپ کو فوراً شلاز سے رخصت کرنے پر مجبور کیا۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ رپورٹ ضرور آپ کے قبضہ میں ہے اور وہ اپنے آدمی آپ کے پیچھے لگا کر اسے حاصل کرنا چاہتا تھا یہی وجہ تھی کہ اس کے ایک کارکن نے دوران سفر آپ کے سامان کی تلاشی لی تھی۔۔۔"

"ذرا ٹھہریئے" میں نے اس موقعہ پر کہا۔ "ایک بات اب تک میری سمجھ

میں نہیں آئی یعنی یہ آدمی کلب فٹ کون ہے اور سرکار میں کیا عہدہ رکھتا ہے۔ کہ جس سے اس کو اتنے لامحدود اختیارات حاصل ہیں۔ ان سے کام لے کر اس نے ڈاکٹر وان ہنش ایسے آزاد خیال جج کو اپنی مرضی کے تابع بنایا۔ اور وان اتنگ میش ایسے خاندانی سپاہی کو منٹوں میں موقوف کر کے اس کے وطن پہنچانے کا انتظام کر دیا۔"

ڈروس مسکرایا اس کے بعد کہنے لگا۔" میں آپ کی زبانی اس سوال کا انتظار ہی کر رہا تھا۔ اور اب اس کا جواب دیتے ہوئے میں یہی سمجھ رہا ہوں کہ آپ درحقیقت ہم سے جدا نہیں۔ پس جو باتیں آپ سے کہی جائیں گی وہ ہمیشہ صیغہ راز میں رہیں گی۔"

اس نے قہوہ کی خالی پیالی ایک طرف سرکا دی۔ پھر میز پر کسی قدر آگے جھک کر دبی آواز سے کہنے لگا۔

" آج پندرہ دن ہوئے میرے افسر اعلیٰ نے مجھے ایبٹ کی تلاش میں اس جگہ بھیجا تھا زیادہ صحیح لفظوں میں میں خود ہی اپنی مرضی سے آیا تھا۔ اس لئے کہ ایبٹ میرا بہت گہرا دوست تھا اور میں تحقیق کرنا چاہتا تھا کہ اسے کیا حادثہ پیش آیا ہے۔ میں اس سے پہلے بھی کئی دفعہ اس ملک میں آ چکا ہوں۔ لیکن اس مرتبہ جونہی میں نے جرمنی کی حد فاصل کو پار کیا۔ مجھے اس ملک کی فضا بالکل ہی بدلی ہوئی نظر آئی۔ انتہا یہ کہ برلن پہنچے مشکل سے ایک گھنٹہ گذرا تھا کہ مجھ کو محسوس ہونے لگا۔ نظر نہ آنے والی آنکھیں ہر وقت مجھے دیکھتی رہتی ہیں۔ اس میں شک نہیں میرے پاس برلن آنے کا معقول بہانہ تھا۔ اجازت نامے بھی موجود تھے اور میں ایڈلون ایسے اونچے درجے کے ہوٹل میں سکونت رکھتا تھا لیکن اس کے باوجود جب میں نے اپنے ملک کے ان مقامی ایجنٹوں کو تلاش کرنا شروع کیا۔

جو مستقل طور پر برلن رہ کر ہمارے لئے معلومات فراہم کرتے رہتے ہیں . . . تو
اُف میرے خُدا ! "

اُس نے گہری پریشانی کی حالت میں اپنے لمبے سیاہ بالوں میں انگلیاں پھیرنی شروع کیں۔ اُس کے بعد پُر خیال انداز سے بولا۔

" اس وقت مَیں نے دیکھا وہ لوگ میرے سایہ تک سے گھبراتے تھے کوئی مجھ سے ملنا منظور نہ کرتا تھا اور اگر مَیں کبھی اتفاقاً کسی سے مِلا بھی تو وہ منہ کو قفل لگائے نظر آیا۔ صرف ایک آدمی شراب کے نشہ میں بہکتے ہوئے اتنا کہہ گیا کہ میں اب ہمارا ساتھی نہیں ہے۔ اور اسی بات نے مجھے چونکنا کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ جب سے مَیں یہاں آیا ہوں مجھ سے کسی طرح کی بازپرس نہیں کی گئی۔ میری راہ میں رکاوٹیں بھی پیدا نہیں کی گئیں۔ لیکن یہ مَیں ضرور محسوس کرتا ہوں کہ نظر نہ آنے والی آنکھیں ہر وقت میری طرف لگی رہتی ہیں ہوٹل میں نہ جانے ہوئے اجنبی مجھ سے باتیں کرتے گئے تھے۔ حالانکہ میں اُن کے ہر ایک سوال کا جواب بڑی بے رخی سے دیا تھا۔ اُس کے بعد میں ہوٹل اٹینا لنٹک میں اُٹھ گیا۔ وہاں میری غیر حاضری میں کسی نے میرے سامان کی تلاشی لی۔ مَیں نے پھر ہوٹل بدلا۔ اپنی صورت بھی تبدیل کر لی لیکن سراسر بے سود اور بے نتیجہ! کوئی پوشیدہ طاقت ہر مقام پر مجھے رستہ روکے دکھائی دیتی تھی۔ جب کوئی چارہ کار باقی نہ رہا۔ تو میں نے آخر کار یہ تجویز سوچی کہ فاحشہ عورتوں اور آوارہ گرد لفنگوں کی اُس دُنیا میں پناہ لوں جس میں آج آپ نے مجھے دیکھا ہے۔ وقتی طور پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں تعاقب کرنے والوں سے پیچھا چھڑانے میں کامیاب ہو گیا ہوں لیکن یہ میری خوش فہمی تھی۔ ورنہ حقیقت حال یہ ہے کہ جس وقت مَیں نے جرمنی کی سرزمین میں قدم رکھا میرے

گرد ایک جال تن دیا گیا - جس کی وجہ سے میرے لئے اس ملک سے نکل کر واپس جانا غیر ممکن ہو گیا ہے "

باب - ۵

کلب فٹ کے بارہ میں

وہ تھوڑی دیر کیلئے چپ ہو گیا - بظاہر خیالات کے سمندر میں غوطے کھا رہا تھا - پھر سوچتے ہوئے کہنے لگا -

" آج پہلا دن ہے میں نے لنگڑے شیطان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا پیشتر گو میں نے اس کا نام اور شہرہ سنا تھا لیکن زیارت نصیب نہ ہوئی تھی لیکن اب آپ کی داستان سننے کے بعد میں بخوبی سمجھ سکتا ہوں وہ کونسی زبردست طاقت ہے جو ہر قدم پر میرا راستہ روکے کھڑی نظر آتی تھی - اس قیمتی دستاویز کی اہمیت"

یہ کہتے ہوئے اس نے اس جیب کو ہاتھ لگایا جس میں اس نے میرا دیا ہوا لفافہ تہ کر کے رکھا تھا " جس کے لئے غریب ڈوین ایبٹ کو اپنی جان عزیز قربان کرنی پڑی - مجھے رفتہ رفتہ اب معلوم ہونے لگی ہے یہی وجہ ہے کہ موذی کلب فٹ اس کی بازیابی کے لئے انتہا بے قرار ہے - درحقیقت یہ آدمی - - - "

وہ کہتے کہتے رک گیا اور اس کی تیز چمکیلی آنکھوں میں اضطراب کے آثار پیدا ہو گئے - عین اس موقعہ پر کسی دور کے مقام پر بھاری بوٹوں کی آواز سنائی دی - اور اب جو میں نے ذرا اٹھ کر دیکھا تو معلوم ہوا پولیس کا ایک سپاہی نوکدار ٹوپ سر پر لئے پیٹی میں تیغہ اور پستول سجائے مومی مورتوں کی دوہری قطار

کے بیچ ہو کر ہماری طرف چلا آتا ہے۔ اُسے دیکھتے ہی میرا ماتھا ٹھنکا اور سردی کی لہر میرے بدن کے ہر حصہ میں پھر گئی۔

میرا نوجوان ساتھی بُت کی طرح بے حرکت بیٹھا سپاہی کی طرف دیکھ رہا تھا اس موقعہ پہ اُس کا دایاں ہاتھ کوٹ کے اندر اس مقام سے کسی قدر اونچائی پر جہاں اُس نے لفافہ چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ پوشیدہ نظر آیا۔ میرا خیال ہے وہ ضرورت پیش آنے پر جھٹ پستول نکالنے کو آمادہ و تیار رکھتا۔

رفتہ رفتہ آنے والا ہماری میز کے بالکل قریب آ پہنچا۔ ڈروس کے ہاتھ نے صرف ایک بار خفیف سی حرکت کی اور مجھے اُس کی واسکٹ کے اندر چھپے ہوئے پستول کی ہلکی سی جھلک بھی نظر آئی لیکن خدا کا شکر ہے جو آفت سر پہ آ لی تھی ٹل گئی کیونکہ سپاہی نے ہماری طرف نظر بھر کر بھی نہ دیکھا۔ اور پاس سے ہو کر چپ چاپ آگے نکل گیا حتیٰ کہ دُور فاصلہ پر اُس کے بُوٹوں کی آہٹ سنائی دینی بند ہو گئی۔

اُس وقت ڈروس نے اپنا ہاتھ جیب سے باہر نکالا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

" خدا کا شکر ہے ایک بلا جو آئی تھی ٹل گئی "

مَیں نے خود بھی اطمینان کا گہرا سانس لیا اِس کے بعد کہا

" لیکن ذکر کلب فٹ کا تھا۔ آپ نے ایک موقع پر پیٹ آقائے نامدار کا ذکر کیا تھا کیا درحقیقت وہ ۔۔۔ ؟ "

" بے شک وہ قیصر کا معتمد خاص ہے " میرے نوجوان ساتھی نے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا " فی الحقیقت اِتنا رسوخ دربار شاہی میں اُس کو حاصل ہے کہ کلب فٹ کی آواز میں شہنشاہ کی اپنی آواز بھی سنائی دیتی ہے اِسی لئے وہ جب کسی بردار کرتا ہے تو اِس زور سے کرتا ہے گویا حکومت جرمنی کی

ساری طاقت سے کام لے رہا ہو۔ پھر بڑی بات یہ کہ قیصر کے سوا وہ کسی اور کے روبرو جواب دہ بھی نہیں۔ خود قیصر جیسا آپ کو معلوم ہوگا امن عالم کے لئے ایک خطرہ عظیم کی صورت رکھتا ہے۔ اسی خطرہ کی ایک چھوٹی سی تصویر اس آدمی کی ذات میں دیکھی جا سکتی ہے'

اُس کا لہجہ تلخ اور آواز کڑواہٹ کی جھلک سے لئے ہوئے تھی۔ دفعتاً اُس نے اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ٹوٹا سا سگریٹ نکالا اور اُس کو سلگاتے ہوئے کہنے لگا۔

" کلب فٹ کا دستور ہے ہمیشہ اندھیرے میں وار کرنا۔ اسی میں اُس کی طاقت پوشیدہ ہے۔ بیشتر اہل جرمنی اُس کے نام اور کام دونوں سے ناواقف ہیں۔ اُسے کوئی خاص سرکاری عہدہ بھی حاصل نہیں محض برائے نام ثانوی تعلیم کے مدرسوں کے انسپکٹر کا درجہ رکھتا ہے۔ لیکن باطن میں اُس کا تعلق جرمن پولیس کے ساتویں سیکشن سے ہے جسے پولیٹیکل سیکشن کہنا چاہیئے "

" تو کیا وہ پولیس سے تعلق رکھتا ہے ؟ "

" ہاں لیکن برائے نام۔ وہ جی برانچ کے کارکنوں میں سے ایک ہے۔ جن کے نام قیصر شاہی سے احکام صادر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قیصر کے سوا کوئی دوسرا اُس کے کاموں میں دخل انداز نہیں ہو سکتا "

" اسی لئے وہ شہزادہ جس کا میں ذکر کر چکی ہوں اُس کے سامنے تھر تھر کانپ رہا تھا۔"

" اور ایسا ہونا قدرتی سمجھا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر اڈولف گرنٹ کے برابر صاحب اختیار آدمی اس وقت جرمنی میں کوئی دوسرا نہیں۔ پھر بڑی بات یہ ہے کہ اُس کا واسطہ ہر طبقہ اور ہر حیثیت کے لوگوں سے پڑتا ہے۔ وزیر۔ درباری۔ جرنیل۔ انتہا یہ کہ ادنےٰ

نقب زن بھی جو اُس کو جانتے ہیں اُس کے نام سے لرزہ براندام نظر آتے ہیں۔ میں نے اُس کے بارہ میں کئی طرح کے افسانے سنے ہیں لیکن . . . کہاں تک بیان کیا جائے جو کچھ میں نے کہا۔ اُس سے آپ کچھ تھوڑا سا اندازہ اس آدمی کے متعلق قائم کر سکتی ہیں۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ اُس کی بڑی سے بڑی کوشش فی الحال یہ ہے کہ وہ کاغذ جو آپ نے لاکر مجھ کو دیا ہے کسی طرح جرمنی کی حدود سے باہر نکلنے نہ پائے گا

مجھ کو وہ وقت یاد آگیا جب کمانڈنٹین ہوس کے خانہ باغ میں میری پہلی ملاقات اس مرد پر اسرار سے ہوئی تھی اور سچ کہتی ہوں۔ اُن معلومات کی روشنی میں جو اب مجھے اس آدمی کے بارہ میں حاصل ہو چکی تھیں میں اس وقت کو یاد کر کے لرزہ براندام ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

" یہ رپورٹ "، میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ " کیا آپ کو اس کے متعلق کسی طرح کے حالات معلوم ہیں . . . یعنی اس کا مضمون کیا ہے ؟ "

" میں کسی طرح کی یقینی معلومات نہیں رکھتا " ڈروس نے جواب دیا " لیکن حالات کی بنا پر کچھ اندازہ قائم کر چکا ہوں " وہ تھوڑی دیر چپ چاپ میری طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔

" کیا کبھی آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ عنقریب یورپ میں ایک بھاری جنگ شروع ہونے والی ہے ؟ "

مجھے وہ باتیں یاد آئیں جو ڈاکیہ فرانز نے اُس یادگار طوفانی رات کو مجھ سے کہی تھیں۔ " اتنا یقینی نہیں۔ مجھ کو یاد ہے "، اس کے بعد میں نے جواب میں کہا " کہ آسٹریا اور سرویا میں کچھ باہمی ناچاقی ہے لیکن میری دانست میں جھگڑا اتنا خفیف ہے کہ اُسے آگے بڑھنے نہ دیا جائے گا۔ دوسری طاقتیں بیچ میں پڑ کر ضرور ان دونو کی صلح صفائی کرا دیں گی۔ "

وہ بے اختیاری کے انداز سے مسکرایا۔ پھر کہنے لگا۔

"وہ بے شک ایسا کبھی نہیں اگر انہیں کرنے کا موقع دیا جاتا لیکن اگر کوئی ملک آمادۂ پیکار ہو تو اسے کون روک سکتا ہے؟ جرمنی کی شہ پاکر آسٹریا نے سرویا کو اس طرح کی دھمکیاں دی ہیں کہ جن کے آگے تو وہ لوگ سرِ تسلیم خم کر سکتے ہیں اور نہ اُن میں مقابلہ کی طاقت ہے۔ معاملہ اگر آسٹریا اور سرویا تک محدود رہتا تو بات کسی نہ کسی طرح پھر بھی طے ہو جاتی لیکن روس ہرگز نہیں چاہتا کہ سرویا پر کسی طرح کی سختی کی جائے۔ اس سے جنگ چھڑنے کا اندیشہ ہے یعنی اگر روس نے سرویا کی مدد کی تو جرمنی جھٹ آسٹریا کا مددگار بن کر کھڑا ہو جائے گا۔ جس صورت میں۔۔"

باب - ۶

جنگ کی باتیں

آپ لوگ جو اس داستان کو محض اس کی دلچسپی کے لئے پڑھ رہے ہیں حالات کی اُس رفتار سے بے خبر نہیں ہو سکتے جو پہلی جنگ عالمگیر کے شعلے بھڑکانے کا موجب بنی تھی۔ لیکن جس وقت میرے ساتھی نے یہ الفاظ کہے تو میرے دل پر اُن کا کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ اس لئے کہ گو جنگ کی باتیں اکثر سننے میں آیا کرتی تھیں تاہم کسی کے دل میں بھولے سے بھی خیال نہ آسکتا تھا کہ ایک ایسی ہولناک جنگ عظیم کا آغاز ہونے والا ہے جو ملکوں، سلطنتوں اور قوموں کو تہ و بالا کر دے گی۔ اس کے علاوہ ذاتی ... دور کی باتوں سے کوئی دلچسپی نہ لیتے ہوئے صرف اس سوال پر غور کر رہی تھی کہ پیش آمدہ حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

اتنے میں ڈروس سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا "۵ جولائی کو یعنی سراجیوو میں آسٹریا کے شہزادہ اور اس کی بیوی کے قتل کے ٹھیک ایک ہفتہ بعد۔ آسٹریا اور ہنگری کے سفیر متعینہ برلن نے قیصر سے پوٹس ڈام میں دوپہر کے کھانے پر ملاقات کی اور اس موقعہ پر آسٹریا کے بڈھے شہنشاہ فرانسس جوزف کا دستخطی ایک خط قیصر کو پیش کیا۔ اسی دن سہ پہر کو شہنشاہ جرمنی نے خشکی اور تری کے بڑے بڑے کمان افسروں۔ وزیروں اور معتمد اہلکاروں کی ایک کونسل طلب کی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس موقعہ پر جنگ کے بارے میں مشورہ اور تبادلہ خیالات کیا گیا تھا یہ ۵ جولائی کا واقعہ ہے۔ اس سے اگلی صبح کو وین ایمبٹ اپنے افسر کا اشارہ پا کر برلن آپہنچا ... "

"میں سمجھ گئی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ رپورٹ اس جلسہ کی ہے جو شہنشاہ جرمنی نے اس موقع پر والئے آسٹریا کی چٹھی وصول ہونے کے بعد کیا تھا۔"

"ہاں یہی میرے کہنے کا مطلب ہے" اس نے جواب دیا۔ "درحقیقت جرمنی سوال کے کسی پہلو کو نظر انداز کرنا نہیں چاہتا اور چونکہ وہ دیکھ رہا ہے کہ آسٹریا یقینی طور پر سرویا کے برخلاف جنگ شروع کر دیگا۔ اس لئے وہ بھی اپنی فوجی تیاریوں سے غافل نہیں اس کے علاوہ جرمنوں کو ہمیشہ اس بات کی تعلیم دی جاتی رہی ہے کہ جنگ شروع ہونے پر کامیابی اسی فریق کو حاصل ہوتی ہے جو وقت پر تیاریاں مکمل کر کے سب سے پہلے میدان میں کود پڑے ... امید ہے اب آپ اس معاملہ کو بخوبی سمجھ گئی ہونگی؟"

بیشتر عورتوں کی طرح مجھ کو بھی سیاسی مضامین سے کوئی دلچسپی نہیں اور غیر ملکی معاملات سے تو بالکل ہی نہیں۔ پس میں نے بے پروائی کے لہجہ میں کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم انگلستان کے رہنے والوں کا ان جھگڑوں سے

کیا واسطہ ہو سکتا ہے؟ سرویا کے باشندوں نے بڑا ہولناک جُرم کیا تھا جس کی
سزا ضرور اُن کو ملنی چاہیئے۔ اور اگر آسٹریا ایسا کرنے پر آمادہ ہے تو پھر کسی کو اُس پر
اعتراض کیوں ہو؟ "

" افسوس آپ سمجھی نہیں" میرے ساتھی نے جواب دیا۔ " اگر یہ معاملہ بڑھنا شروع
ہو گیا تو رفتہ رفتہ سبھی ملک اس کی لپیٹ میں آجائیں گے یعنی اگر روس میدان میں
اُتر آیا تو جرمنی آسٹریا کے مددگار کی حیثیت میں ضرور شریک جنگ ہو گا۔ اس طرح
کے حالات میں فرانس کو اپنی سلامتی کی فکر پیدا ہو گی اور انگلستان کسی حال میں فرانس
کو جرمنی سے شکست کھاتے دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا ... "

میں ہنسے بغیر نہ رہ سکی۔ " یہ جو کچھ آپ کہتے ہیں درست ہو گا " اس کے بعد
میں نے کہا " لیکن ہمارے ملک کو جو سب سے الگ تھلگ واقع ہے کیا مصیبت
پڑی ہے کہ اس جلتی آگ میں کودے؟ خطرہ اگر ہو سکتا ہے تو یورپ کے باقی ملکوں کو
ہم جو ایک جزیرہ پر رہتے ہیں ہر طرح کے خطروں سے محفوظ ہیں۔ "

" لیکن شاید آپ کو معلوم نہیں کہ جرمنی کے پاس ایک زبردست بحری بیڑہ بھی
موجود ہے " ڈروس نے جواب دیا۔ " اگر اُس نے فوجی تیاری شروع کی تو خشکی اور
تری دونوں مقامات پر کرے گا۔ لیکن برطانیہ کسی حال میں اس کا موقعہ دینا نہیں چاہتا
کہ جرمنی اپنی تیاریاں مکمل کرے اور یہ بیٹھا منہ دیکھتا رہے۔ اس لئے ہمارے
ملک کے افسروں کو یہ معلوم کرنے کی خواہش تھی کہ پوٹس ڈم کے اُس جلسہ شاہی میں
کیا کیا باتیں ہوئیں۔ اِدھر کلب فٹ بھی چوکنا ہو گیا کیونکہ وہ ہرگز نہیں چاہتا
جرمنی کی اندرونی تیاریوں کی خبر برطانیہ کو ہو۔ بس یہی سارا جھگڑا ہے "

اِن اونچے درجہ کے سیاسی معاملات کو سن کر گو میرے دل پر گہرا اثر ہوا لیکن
واقعہ یہ ہے مجھے پھر بھی ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہ ہوئی۔ میں تو اتنا چاہتی تھی کہ اپنے

کئے ہوئے وعدے کے مطابق ہلگینبی کے مکان سے لفافہ نکال کرلانے کے بعد اب مجھے جلد از جلد اس ملک کی حدود سے نکل کر اپنے آبائی وطن کی سرزمین میں پہنچ جانا چاہیئے شاید آپ لوگ جو اس داستان کو پڑھ رہے ہیں میری اس خواہش کو خود غرضی پر محمول کریں لیکن دہشت ہر حال میں آدمی کو خود غرض بنا دیتی ہے اور میرے دل میں کلب فٹ کی طرف سے دہشت عظیم جاگزین تھی!

اپنے ان خیالات کو الفاظ کی صورت دیتے ہوئے میں نے کہا "یہ جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے بے شک صحیح ہوگا۔ لیکن میں نے جرمنی کی سکونت سے بھر پایا اور اب اگر کہیں سے روپے کا انتظام ہو جائے تو میں پہلی ٹرین پر سوار ہو کر لندن واپس چلا جانا چاہتی ہوں"۔

باب - ۷

فرار کی تجویز

میرے ساتھی نے مایوسانہ سر ہلایا۔ پھر کہا

" اگر سوال فقط روپے کا ہوتا تو میں بڑی آسانی سے آپ کے لئے اس کا انتظام کر سکتا تھا لیکن پیش آمدہ حالات میں آپ کا جرمنی کی حد سے باہر نکلنے میں کامیاب ہونا امر مشکوک ہے۔ اتنا ہو سکتا ہے کہ آپ گاڑی پر سوار ہو کر اس مقام تک پہنچ جائیں جہاں جرمنی کی ملکی حد ختم ہوتی ہے مگر اس حد کو پار کرنا جا بات ہے نہ آپ ریل پر سوار ہو کر اور نہ موٹر کار کے ذریعہ سے اس حد کو پار کر سکتی ہیں۔ جب تک کرنٹ کو اس بات کا پورا اطمینان نہ ہو جائے کہ آپ کا اس رپورٹ یا اس لفافہ سے کوئی

تعلق نہیں۔ وہ آپ کا پیچھا کسی حال میں چھوڑنا پسند نہ کرے گا۔ اس کی تیاریاں ہمہ ہیں۔ وہ اتنا جانتا ہے کہ مچھلی جال میں پھنس چکی ہے جال کے اندر وہ بے شک بیشک آپ کو آزاد سمجھ لے لیکن اس کے باہر کسی حال میں نہیں نکل سکتی!"

اس کے لفظوں نے گو وقتی طور پر میری امیدوں اور ارادوں پر ٹھنڈے پانی کا کام کیا لیکن اس پر بھی میں نے حوصلہ کر کے کہا۔

"میرے خیال میں آپ ضرورت سے زیادہ مبالغہ آرائی کر رہے ہیں۔ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی جو ملکی قانون کے برخلاف ہو اور اس کے بغیر کوئی مجھ پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ کریگا تو میں سیدھی اپنے ملکی سفیر کے پاس فریاد لے کر چلی جاؤنگی"

"مس ڈیزی آپ کسی بھاری بھول میں پڑی ہیں" میرے ساتھی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ہم لوگ سیکرٹ سروس سے متعلق رکھنے والے گو سرکاری تنخواہ دار ہیں۔ لیکن وقت آنے پر ہمیں اکیلے ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کوئی شخص خواہ وزیر ہو یا سفیر ہمارا مددگار نہیں بنتا۔ وہ ہمیں پہچاننا بھی کسر شان تصور کرتا ہے۔ چونکہ آپ کو تقدیر نے ہماری طرح سیکرٹ سروس کے دائرہ میں لا ڈالا ہے۔ اس لئے جو مشکلات ہم کو درپیش ہیں وہ آپ کو بھی جھیلنی پڑیں گی۔"

"لیکن یہ کیا کہتے ہیں آپ؟ میں نہ کبھی سیکرٹ سروس سے تعلق رکھتی تھی اور نہ اب رکھتی ہوں۔" میں نے کسی قدر غصہ اور جوش کی حالت میں کہا۔

"آپ کا فرمانا بجا اور درست ہے۔ لیکن کیپ ڈٹ کے خیالات کی اصلاح کون کرے؟ اس کو یقین کامل ہو چکا ہے کہ آپ برطانیہ کی سیکرٹ سروس کی زنانہ ایجنٹ ہیں۔"

"تو پھر مجھے کیا ترکیب کرنی چاہیئے؟ فی الحال میں بڑی مشکل میں پھنسی ہوئی ہوں نقدی میرے پاس نہیں اور جن لوگوں کے ہاں میں برلن میں قیام کرنا چاہتی تھی وہ

سویٹزرلینڈ چلے گئے ہیں۔ آپ بے شک روپیہ سے میری مدد کر دیں گے لیکن میں پھر بھی اس ملک کے اندر رہنا نہیں چاہتی۔ ابھی تک میں نے ہوٹل میں اپنا نام و پتہ بھی لکھ کر نہیں دیا۔ لیکن جونہی ایسا کیا پولیس فوراً میرا سراغ لگا لے گی۔"

" خیر ایک بات میں پوری طرح آپ کے ذہن نشین کر دینا چاہتا ہوں " میرے ساتھی نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔ " یعنی اب آپ کا برلن میں رہنا خطرہ سے خالی نہیں اس لئے جس طرح ممکن ہو یہاں سے کوچ کی تیاری کرنا ہی بہتر ہے۔ میں خود بھی اس جگہ سے رخصت ہو رہا ہوں۔ لیکن چونکہ سب تیاریاں پوشیدہ طور پر کرنی ہیں اس لئے اس کام میں ضرور کچھ وقت لگیگا یعنی ہم رات سے پہلے کسی حال میں رخصت نہیں ہو سکتے۔۔۔ لیکن یہ تو کہئے اگر میں آپ سے نہ ملتا تو پھر آپ کا پروگرام کیا ہوتا؟"

" بات دراصل یوں ہے شلز نے ایک نوجوان فوجی افسر نے جس سے وہاں میری اچھی جان پہچان تھی مجھے آج رات کے لئے اپنا مہمان بنایا تھا۔ وہ کسی کام سے برلن آ رہا ہے اور فیصلہ یہ تھا کہ وہ مجھے رات کے آٹھ بجے ہوٹل کہنی نہ ملتا ... پھر ہم کھانے سے فارغ ہو کر برلن کی شبانہ زندگی دیکھیں گے۔ لیکن بدلے ہوئے حالات میں اب اس کا موقع ہی نصیب نہ ہوگا "

" نہ گھبرایئے " ڈریس نے تسلی بخش لہجہ میں جواب دیا۔ " آپ کا دوست فوجی افسر پہلی رات آپ سے ملیگا۔ اور میری تیاریاں کافی رات گذرنے کے بعد مکمل ہونگی پھر بڑی بات یہ ہے کہ اس ملک میں اگر کوئی وردی پوش فوجی افسر کسی کے ساتھ ہو تو اس کی نسبت حتی الوسع بدگمانی نہیں کی جاتی۔ کم از کم اس وقت تک کہ آپ اس فوجی افسر کے ساتھ رہیں کوئی آپ سے باز پرس کرنے کی جرأت نہ کرے گا لیکن اس پر بھی میں یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ اس سیر و تفریح کو غیر ضروری طور پر طول نہ دیجئے۔

مگر۔ ۔ ایک بات اور یاد آگئی" اِتنا کہہ کر وہ مشکوک پیرایہ میں چپ ہوگیا پھر سوچتے ہوئے کہنے لگا۔" اس ملک کا دستور ہے کوئی فوجی افسر وردی پہنے ہوئے اِس طرح کے پبلک مقامات پر نہیں جا سکتا۔ اس لئے آپ کے فوجی دوست کو سادہ کپڑوں میں ملبوس ہونا پڑے گا۔ لیکن یہ تو کہیئے وہ کس رجمنٹ سے تعلق رکھتا ہے؟"

" فی الحال وہ ۵۶ نمبر کی پیادہ رجمنٹ میں کام کرتا ہے۔ لیکن درحقیقت اُس کا تعلق فرسٹ گارڈ فوج سے تھا۔"

ڈروس نے فرطِ مسرت سے دونوں ہاتھ ملنے شروع کئے۔ پھر بولا۔

" کیا کہا آپ نے! گارڈ فوج۔ ۔ ۔ پھر کوئی بات نہیں گارڈ فوج کے افسروں کو اس ملک میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے وہ بلا وردی ہوں تو بھی وردی پوش ہی سمجھے جاتے ہیں۔"

میں دل ہی دل میں رڈی کی سفید اور سادہ پوشاک کا نقشہ دیکھ کر ہنسے بغیر نہ رہ سکی۔ وہ اُس کی دراز قامت۔ عورتوں کی سی نازک کمر اور لمبے لمبے ڈگ بھر کر چلنے کی عادت۔ ۔ ۔

مجھے خاموش دیکھ کر میرے ساتھی نے کہا۔" اچھا تو فیصلہ یہ ہے۔ آپ اُس نوجوان افسر کے ساتھ مل کر رات کا کھانا تناول کریں مگر اُس کے بعد وہ لاکھ زور دے کہیں جانا آنا قبول نہ کریں۔ اس کے ساتھ اس کا بھی خیال رکھیئے کہ وہ آپ کو موٹر یا گاڑی پر سوار کر کے ہوٹل تک پہنچانے ساتھ نہ جائے۔ یہ سب باتیں از روئے احتیاط ضروری ہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ اُس کے اصرار کے آگے آپ دیر تک انکار نہ کر سکیں گی۔ لیکن بہتری اس میں ہے کہ آپ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اُس کو ہمیشہ کے لئے الوداع کہہ دیں۔ ۔ ۔ اور ہاں ایک بات میں اور آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔ یعنی کھانے سے فارغ ہو کر کمبر ہوٹل میں بہر صورت واپس نہ جانا۔ بلکہ اُس سے

پہلے ہی ہوٹل والوں سے کہہ دینا کہ میں شام کی گاڑی سے رخصت ہو رہی ہوں۔ کھانا کہیں باہر کھاؤں گی۔ آپ کا جس قدر بل بنتا ہے اس کا روپیہ مجھ سے لے لیں۔ رہ گئی سامان کی بات۔ تو غالباً آپ نے کہا تھا صرف ایک سوٹ کیس آپ کے پاس ہے اُسے ہوٹل کے نوکر کے ہاتھ فریڈرک سٹراس کے ریلوے سٹیشن پر بھجوا دینا اور کہنا میرا ٹکٹ بھی وہیں سے خرید لانا اور یہ بکس کلوک روم میں رکھوا دینا۔ ہم جب رخصت ہونے لگیں گے تو وہاں سے آپ کا سوٹ کیس ساتھ لے لیں گے۔"

"لیکن میں پوچھتی ہوں آپ کا ارادہ کس طریقہ پر سفر کرنے کا ہے؟"

"کار پر سوار ہو کر۔ جیسا میں نے پیشتر بتایا تھا ہمیں کافی رات گئے روانہ ہونا پڑے گا۔ کیونکہ مجھے کئی تیاریاں مکمل کرنی ہیں۔ کم از کم گیارہ یا ساڑھے گیارہ تو ضرور بج جائیں گے۔ اتنے میں آپ اپنے فوجی دوست سے مل کر کھانے سے فارغ ہو سکیں گی۔ اور کسی بہانہ سے اُسے رخصت بھی کر دیں گی۔ لیکن یہ بتائیے اُس کا ارادہ کس جگہ آپ کو رات کا کھانا کھلانے کا تھا؟"

باب - ۸

سب تیاریاں مکمل

میں نے صورت اِنکار سنا دیا۔ رڈی نے اِس بارہ میں کوئی بات مجھ کو نہ بتائی تھی۔ میرے ساتھی کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔ "اچھا نہ ہُوا اگر جگہ کا پتہ مل جاتا تو زیادہ بہتر تھا۔ کیا آپ اِس شہر کے مختلف حصّوں سے کچھ واقفیت رکھتی ہیں؟" اس نے پُوچھا۔

"بس اتنی ہی جو میں آج آج کے عرصہ میں حاصل کر چکی ہوں۔"

"میرے دل کو ڈر اس بات کا لگا ہے کہ آپ کہیں رستہ نہ بھول جائیں۔ اور ٹیکسی پر سوار ہو کر آنا جانا مجھ کو یوں ناپسند ہے کہ پولیس ایسی چیزوں کا بہ آسانی پتہ لگا لیتی ہے۔ کیا کوئی بات اشارتاً بھی آپ کے دوست نے اس بارہ میں نہ کہی تھی؟"

بس اتنا کہا تھا "کہ ہم ونٹر گارٹن میں کھانا کھانے چلیں گے۔"

"اگر وہیں اس کا ارادہ آپ کو لے جانے کا ہے تو بہت اچھی بات ہے کیونکہ یہ جگہ فریڈرک سٹراس کے سٹیشن سے بالکل قریب ہے۔ اس جگہ سے کیا آپ پیدل چلکر ہوٹل پہنچ جائیں گی؟"

"ہاں اس میں کیا بڑی مشکل ہے!"

"بس تو میں کیمر ہوٹل کے باہر ہی آپ سے ملوں گا۔ رات کے وقت مائیر سٹراس میں عموماً سناٹا چھا جاتا ہے۔ اس لئے کوئی آس پاس دیکھنے والا نہ ہوگا۔ بڑی ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ آپ کھانا ختم ہونے پر اُس فوجی افسر سے پیچھا چھڑا لیں۔ وہ آپ کے ساتھ نہ ہو۔ اگر یہ انتظام ممکن ہے تو کیونکہ میں رات کے ساڑھے گیارہ بجے کیمر ہوٹل کے باہر کار سے کر پہنچ جاؤں گا . . . لیکن یاد آگیا ابھی آپ کو ہوٹل کا بل ادا کرنا ہے جس کے لئے روپیہ درکار ہوگا۔ اچھا تو یہ لیجئے۔" اتنا کہہ کر اس نے سو مارک کا ایک نوٹ بٹوہ سے نکال کر میرے ہاتھ میں دے دیا اور اس کے بعد کہنے لگا۔ "ایک بات احتیاطاً اور کہتا ہوں۔ آپ نے اپنے دوست فوجی افسر سے ملنا ہے تو وقت مقررہ سے کچھ دیر پہلے کانٹی نینٹل ہوٹل پہنچ جانا۔ اس جگہ ایک علیحدہ کمرہ بنا ہے۔ جس میں بیٹھ کر آپ انتظار کر سکتی ہیں۔ مصلحت یہ ہے کہ اُس فوجی افسر کو وہاں آکر آپ کے بارہ میں ہوٹل والوں سے پوچھ تاچھ کرنے

کی ضرورت پیش نہ آئے۔ اس کے علاوہ احتیاطاً وہ نقاب بھی چہرے پر ڈالے رکھنا کم از کم اُس وقت تک کیلئے کہ کانٹی نینٹل ہوٹل سے دور پہنچ جاؤ۔" پھر تھوڑی دیر رُک کر اس نے کہا "اگر کوئی اور بات دریافت طلب باقی ہو تو وہ بھی پوچھ لیجئے تاکہ وقت پر دشواری پیش نہ آئے۔"

ایک بات واقعی دریافت طلب باقی تھی اور وہ میرے جی کو بہت پریشان بھی کر رہی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنے ساتھی کو بتایا۔

" ہوٹل والوں کا دستور ہے ہر ایک مسافر کا نام اور پتہ ضرور لکھوا لیتے ہیں۔ میں نے ابھی تک تو انہیں ٹالے رکھا ہے۔ لیکن جب سامان لیکر رخصت کی تیاری کروں گی تو ضرور وہ نام پتہ پوچھیں گے۔ اب میں سوچتی ہوں کہ اگر صحیح نام لکھوایا تو ممکن ہے دشمنوں کو وہ سراغ ہاتھ آ جائے جس کی اُن کو تلاش ہے . . "

میرا ساتھی پُرخیال انداز سے ناک کا سر کھجلانے لگا، پھر بولا۔

" میرے خیال میں صحیح نام تو بالکل نہ لکھوانا چاہیئے۔ اس میں شک نہیں کہ عام طور پر ہوٹلوں کے مالک اور منتظم اس قسم کے فارم دن میں صرف ایک بار یعنی ۹ بجے کو جمع کر کے دفتر پولیس میں بھیجا کرتے ہیں اور صبح ہونے تک آپ اس جگہ سے میلوں دُور پہنچ جائیں گی۔ لیکن اس پر بھی عین ممکن ہے کہ پولیس کے کارکن اپنے اسی پتہ دریافت کرتے ہوئے اس ہوٹل میں بھی پہنچ جائیں اور پوچھیں کون کون مسافر آج آ کر اس جگہ ٹھہرا ہے۔ اس صورت میں . . لیکن یہ بتائیے کیا آپ کے سوٹ کیس پر کوئی نام یا پتہ درج ہے؟ یا کیا اس میں رکھی ہوئی آپ کی چیزوں پر آپکے اسمی حروف لکھے ہوئے ہیں؟ "

" نہیں تو "

" بس تو پھر خوب ہے آپ جرمن زبان بڑی خوش اسلوبی سے بول سکتی

ہیں۔ اس لئے کیوں نہ آپ کوئی فرضی نام لکھ کر فارم پُر کر دیں کم از کم وہ کوئی انگریزی نام نہ ہونا چاہیئے۔ سوئیزر لینڈ میں کچھ جرمن آباد ہیں۔ آپ خود کو وہیں کا باشندہ ظاہر کر سکتی ہیں۔ اس سے آپ کے لب و لہجہ میں جو تھوڑا سا نقص پایا جاتا ہے اُس کی طرف بھی کسی کا خیال نہ جائے گا۔ ٹھہریئے میں سوچ لوں ۔ ۔ ۔ ہاں فارم پر لکھ دینا میرا ہوٹل میرا نام ہے اور میں زیورچ کی رہنے والی ہوں۔"

"جس طرح آپ کی مرضی" میں نے بے لبسی کے لہجہ میں کہا۔ کیونکہ امر واقعہ یہ ہے کہ میں فارم کی خانہ پری کرتے ہوئے بہت ڈرتی تھی۔

اُس نے میز کے نیچے سے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کسی قدر زور سے دبایا پھر حوصلہ افزا لہجہ میں کہنے لگا۔

ہمت نہ ہاریئے سب کام خوش اسلوبی کے ساتھ ہو جائے گا۔ میں اسے اپنی خوش نصیبی تصور کرتا ہوں کہ آپ سے ملنے کا اتفاق ہو گیا کیونکہ جہاں ایک کے بدلے دو آدمی مل کر کام کریں تو حوصلہ دوچند بڑھ جاتا ہے۔ آپ کے آنے سے پہلے میں اپنے آپ کو تنہا محسوس کر کے بے حد فکر مند رہتا تھا۔ جداگانہ طور پر شاید ہم کامیاب بھی نہ ہو سکتے۔ لیکن مل کر ہم یقینی طور پر اس بڈھے کاب فٹ کو کچھ کا ناچ نچا سکتے ہیں۔"

اُس کے ہاتھ کے مس سے مجھے اپنے اندر ایک نئی طاقت پیدا ہوتی معلوم ہوئی۔ میں ہر ممکن طریقہ پر اُس کی مدد کرنے کو تیار تھی۔ اب جو میں نے دیکھا تو اُس کی نیلگوں آنکھیں میری طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔ بظاہر وہ اس خیال سے بہت خوش تھا کہ ہم اپنی مشترکہ کوششوں سے ایک خطرناک دشمن کو جس سے دُنیا ڈرتی تھی بہ آسانی نیچا دکھا سکیں گے۔ میرے دل میں کچھ تھوڑا بہت اضطراب جو ابتک باقی تھا اُس کی خوش دلی کے زیر اثر وہ بھی زائل ہو گیا۔ میں اس شخص کی موجودگی

اپنے لئے سپر تصوّر کرنے لگی تھی میرے دل کو یقین کامل تھا کہ نیگل ڈرومس ایسا آدمی ہے جو ناممکن کو بھی ممکن کرکے دکھا سکتا ہے۔

"بس اب ہر طرح کا ہراس دل سے نکال دیجئے" اس نے آخری نصیحت کے طور پر کہا۔ "کیمپر ہوٹل اس جگہ سے بالکل قریب ہے اپنا سر فاخرانہ اٹھائے رکھیئے اور کسی طرح کا ملال دل میں نہ آنے دیجئے۔ آپ کی ظاہری بے فکری آپ کی سلامتی کا بہترین ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے۔"

اتنا کہہ کر اس نے کوئی سکہ جیب سے نکال کر اس کی مدد سے میز کو بجانا شروع کیا اور اس کے ساتھ ہی ریسٹوران کے ملازم کو آواز دی کہ اپنا بل لاکر حساب لے جاؤ۔

باب - ۹

برلن کا نظارہ رات کو

اس رات آٹھ بجنے میں دس منٹ باقی تھے کہ میں ایک کرایہ کی موٹر پر سوار ہو کر ہوٹل کانٹی نینٹل کے دروازہ پر جا اتری جو کشادہ بازار انٹرڈن لنڈن کے ایک جانب چھوٹی سی گلی کے سرے پر واقع تھا۔ اب میں اپنے آپ کو تازہ دم محسوس کرنے لگی تھی اور چونکہ سہ پہر کسی خاص واقعہ کے بغیر گذر چکی تھی اس لئے میں نے ہر طرح کے اندیشے دل سے نکال دیئے تھے۔

مومی مورتوں کے عجائب گھر سے نیگل ڈرومس مجھے ایک ٹیکسی پر سوار کر کے کیمپر ہوٹل لے گیا تھا۔ جہاں میں دن بھر کی تھکی ماندی آرام کرنے کیلئے

لیٹ گئی۔ میرا خیال ہے بے خبری میں آنکھ لگ گئی ہوگی کیونکہ جب اس کے بعد
میں نے دیوار میں لگی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا تو چھ بج چکے تھے۔
یہ تھوڑی سی نیند میرے حق میں بے حد مفید ثابت ہوئی۔ میں نے اٹھ
کر غسل کیا کپڑے بدلے پھر ایک چائے کا کپ منگوا کر نوش کیا۔ اتنے سے میرے
تن زار میں اس قدر توانائی آ گئی تھی کہ میں پھر ایک بار سارے واقعہ کو ایک پُر
رومان مہم سمجھنے لگی تھی۔ جس میں ڈر کی چاشنی گو موجود تھی لیکن حزم و احتیاط
سے کام لیتے ہوئے مجھے کوئی خطرہ پیش نہ آ سکتا تھا۔
اور جب آخر کار میں نے نیگل ڈروس کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے اپنا سوٹ
کیس ریلوے سٹیشن کے کلوک روم میں رکھوانے کیلئے بھیج دیا۔ اور ہوٹل کا بل ادا
کر چکی تو اتنا گہرا سکون و اطمینان میرے دل کو حاصل تھا کہ ہوٹل کے فارم میں
جعلی اندراج کرتے ہوئے مجھے ذرا سی جھجک بھی نہ ہوئی اور میں نے پہلے کے سوچے
ہوئے انتظام کے مطابق بے تکلفانہ اس پر لکھ دیا "میرا ہوٹل میرا نام ہے عمر ۲۳
سال۔ کنواری۔ شہر ریبورچ کی رہنے والی" جس عورت کے ذمہ اس طرح کے فارم
جمع کرنے کا کام تھا۔ اس نے صرف ایک بار سرسری نظر اس پر ڈالی پھر اسے باقی فارموں
کے ساتھ ایک علیحدہ ٹرے میں رکھ دیا۔ اس سے بھی میں اس نتیجہ پر پہنچی کہ ہوٹل کے
عملہ کو میرے برخلاف کسی طرح کی بدگمانی نہیں اور نہ غالباً میری غیر حاضری میں
کوئی شخص میری نسبت دریافت حال کی غرض سے اس جگہ آیا ہوگا۔
ان کاموں سے فارغ ہو کر میں لڑکی کی آمد کا انتظار کرنے لگی۔ وقت مقررہ
سے پہلے میں اپنے ہوٹل سے چل کر کانٹی نینٹل ہوٹل کی طرف روانہ ہوئی۔ اس مطلب
کے لیے میں نے ایک موٹر کرایہ کر لی جو مجھے شہر کے بازاروں سے گذر کر اس مقام کی
طرف لے گئی جو اس لڑکی سے میری ملاقات ہوتی تھی۔ باہر کی تمام ہو لی تھی۔

موسم خوشگوار طور پر گرم تھا اور ٹیئر گارٹن کے سبزہ زار کی پشت پر برینڈنبرگ
گیٹ کی اونچی محراب کے دوسری جانب مغربی آسمان پر دلفریب شفق پھولی ہوئی
تھی۔ کوئی اکا دکا تارہ بھی نظر آنے لگا تھا۔ سڑک کے دو رویہ لگے ہوئے لیموں
کے درخت اپنے کھلے ہوئے پھولوں سے ہوا میں خوشگوار مہک پیدا کر رہے تھے۔
میں نے رستے میں دیکھا ہو گا ہوں۔ قہوہ خانوں اور دوکانوں کے اوپر بجلی کی روشنی
کے سائن بورڈ نمایاں ہونے شروع ہو گئے تھے۔ سرخ سفید اور سبز رنگوں میں ان
میں سے بعض میں کچھ اس طرح کا انتظام کیا گیا تھا کہ بجلی کے آتشی حروف ایک پل کے
لئے ظاہر ہو کر نظروں سے غائب ہو جاتے اور اس کے بعد پھر نمودار ہونے لگتے تھے۔
دن بھر کی محنت مشقت کے بعد باشندگان برلن اب دو گھڑی دل بہلانے
کو سیر و تفریح کے لئے باہر نکلنے شروع ہو گئے تھے۔ قہوہ خانوں اور ریستورانوں میں
خلقت کا ہجوم تھا۔ بعض مقامات پر عمارت کے آگے بنے ہوئے پختہ چبوترہ پر
مہمانوں کے لئے کرسیاں سجا کر رکھ دی گئی تھیں۔ بعض ایسے بھی تھے جن میں کھلی
کھڑکیوں کی پشت پر لوگ بیٹھے نظر آتے تھے۔ اور ان سب مقامات کے وردی پوش
نوکر بڑی سرگرمی سے مہمانوں کی خاطر و مدارات میں مشغول۔ ادھر سے ادھر جاتے
اور واپس آتے دکھائی دیتے تھے۔ ہر طرف ہنسی قہقہہ کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔
بازاروں میں خصوصاً پیدل چلنے کی پٹڑیوں پر خلقت کا ہجوم تھا۔ اور راہ رووں
کی بات چیت کے مدھم شور سے ملی ہوئی اس طرح کی آوازیں جو ٹریموں کی
گھنٹیاں بجنے یا موٹروں کے ہارن بجائے جانے یا گھوڑا گاڑیوں کی آہنگ دار
آوازوں سے پیدا ہوتی تھیں ان سب کے میل جول سے ایک بڑا پر لطف سماں
بندھا ہوا تھا۔
دن کی روشنی غائب ہونے کے ساتھ ہی گویا اس شہر پر پریوں کا راج شروع

ہوگیا تھا۔ ہر طرف مسرت۔ رومان اور کیف کی دلکش فضا محیط تھی۔ اِس مسرّت انگیز کیفیت کو دیکھ کر کلب فٹ کی ناخوشگوار یادِ رفتہ رفتہ میرے دل سے ہٹنی شروع ہوگئی بلکہ بعض موقعوں پر تو ایسا معلوم ہونے لگتا تھا۔ گویا نیگل ڈروس نے موجی مورتوں کے عجائب خانہ میں جو حالات مجھ کو سنائے وہ بھی ایک طرح کی شاعرانہ مبالغہ آرائی سے پُر تھے۔

باب - ۱۰

شیکی!

میں نیگل ڈروس کے مشورہ پر عمل کر کے وقت مقررہ سے پہلے ہی ہوٹل کانٹی نینٹل میں پہنچ گئی اور ایک کمرہ خاص میں بیٹھ کر رڈی کا انتظار کرنے لگی تھی مجھے اِس حالت میں بیٹھے پانچ ہی منٹ گذرے ہوں گے کہ وہ آگیا۔ اور اُس کے آتے ہی ایسا معلوم ہونے لگا گویا میں شلانز کی پُر امن حدود سے باہر نکلی ہی نہیں اور جو کچھ اس دوران میں ہُوا محض کسی خوابِ پریشان کی ایک جھلک تھا

ایک بات کا البتہ مجھے بہت تعجّب ہُوا یعنی ڈروس نے مجھ کو بتایا تھا کہ فوجی افسر اِس قسم کے تفریحی مقامات پہ وردی پہن کر نہیں جا سکتے لیکن رڈی نے حسبِ معمول اپنا فوجی لباس پہن رکھا تھا۔ مجھ کو دیکھتے ہی وہ بے تابانہ آگے بڑھا اور سجدہ کرتے ہوئے میرے ہاتھ کو بوسہ دے کر کہنے لگا "میری حسین آلیویا آج کا دن کتنا مبارک و مسعود ہے کہ ہر نیا واقعہ طبیعت کو خرم و مسرور بنانے کا ذریعہ بن رہا ہے۔ لیکن پورے حالات میں آرام سے بیٹھ کر ہی تم کو سناؤں گا۔ سب سے پہلے ہمیں کچھ پینے

کی فکر کرنی چاہیئے۔ کیونکہ مجھے شدت کی پیاس لگی ہے کیوں نہ تمہاری آمد کے اعزاز میں انگریزی طریقہ پر وسکی اور سوڈا طلب کیا جائے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے چٹکی بجا کر ہوٹل کے ایک نوکر کی توجہ اپنی طرف حاصل کی اور اس کے بعد جرمن زبان میں حکم دیا " ذوی وسکی سوڈا " جس کے معنی تھے " دو آدمیوں کے لئے سوڈا ملی وسکی لاؤ۔"

لیکن میں نے ہاتھ کے اشارہ سے روکا۔

" خدا کے لئے مجھ کو مجبور نہ کرو " میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ " میں ایسی تیز شراب پینے کی عادی نہیں ہوں۔ اوّل تو مجھے کسی چیز کی حاجت ہی نہیں لیکن تم منگوانا چاہو تو چائے کا ایک کپ منگوا لو۔"

اس نے اس کے متعلق ویٹر کو ضروری ہدایات دیدیں اس کے بعد پیٹی میں لگی ہوئی تلوار کو سہارا دے کر میرے قریب ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر حیرت آمیز لہجہ میں کہنے لگا۔

" پیاری آلیویا میں کس منہ سے اس احسان کا شکریہ ادا کروں کہ تم نے میرے پاس خاطر سے ٹھہرنا منظور کر لیا۔ میرے خدا آج کی رات میرے لئے شب برات سے کم نہیں۔ میرا دل جو پہلے ہی مسرور تھا تمہیں دیکھ کر باغ باغ ہو گیا۔ اس وقت میں اپنے آپ کو خوشی کے انتہائی عروج پر پہنچا ہوا پاتا ہوں۔"

" اوہ! ارڈی " میں نے اس کے جواب میں کہا " وہ ایسی کونسی خوشخبری ہے جس سے تم آج پھولے نہیں سماتے ہو؟ "

" بات ابھی تک سرکاری طور پر ظاہر نہیں کی گئی۔ لیکن باطن میں سب فیصلہ مکمل ہو چکا ہے اور میں اب دوبارہ فرنٹ گارڈ فوج میں چلا جاؤں گا۔"

" اوہ کیا واقعی! — یہ تو بڑی ہی خوش کن خبر ہے! "

اس کی آنکھیں فرطِ مسرت سے چمک رہی تھیں کہنے لگا "میں اسے اپنی خوش نصیبی کی انتہا تصور کرتا ہوں - تم تو قصبہ شلانز کی شیدائی تھیں لیکن خدا شاہد ہے میں اس مقام پر رہ کر تنگ آ گیا تھا - شکر ہے اس قادرِ مطلق نے میری فریاد سنی -"

وہ بات کرتے کرتے خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا -

" لیکن یہ سب کیونکر ممکن ہوا ؟ " میں پوچھے بغیر نہ رہ سکی -

اس نے معنی خیز طریقہ پر اپنے سر کو حرکت دی پھر کہنے لگا -

" میرا کوئی راز تم سے پوشیدہ نہیں - اس لئے بتاتا ہوں کہ مجھے آج ہی کہیں سے یہ اڑتی سی خبر ملی تھی کہ میرا ایک دور کا رشتہ دار ذٹ گارڈ فوج میں کمان افسر بنا ہے پیشتر وہ سپنڈا کی ایک پلٹن کا افسر تھا - میں نے سوچا - ضرور اس سے ملنا چاہیئے چنانچہ چار بجے سے لیکر جب میں برلن پہنچا تھا میں اس کی تلاش میں سرگرداں رہا - آخر کار تھوڑی دیر گذری میں اس قابل ہوا کہ اسے فون پر مخاطب کر سکوں - اس نے مجھ کو تسلی دی ہے کہ سب کام خاطر خواہ ہو جائے گا بلکہ اس نے آج رات مجھ سے ملنے کا وعدہ بھی کیا ہے - اسی لئے میں اپنی سرکاری وردی پہنے ہوئے ہوں ورنہ ان ہوٹلوں اور ریسٹورانوں میں ہمیں سادہ لباس پہن کر ہی آنا پڑتا ہے - لیکن ایک بات کا میرے دل کو بیحد افسوس رہے گا یعنی میں حسب وعدہ تمہیں آج رات مختلف مقامات کی سیر کرانے اپنے ساتھ نہ لے جا سکوں گا -"

یہ بات سچ پوچھیئے تو اس نے میرے جی لگتی کہی تھی - کیونکہ بقول ناظرین کو معلوم ہے میں خود کسی نہ کسی طریقہ پر کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اس سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھی - اب کہ وہ خود ہی اس بات پر آمادہ تھا میرے لئے یہ کام

زیادہ سہل ہو گیا۔ چنانچہ میں نے اپنی بعض مصروفیتوں کا بہانہ کیا۔ جس سے اُس کے دل کو گونہ اطمینان بھی حاصل ہو گیا ورنہ وہ اس خیال سے بے حد پریشان خاطر تھا کہ اپنے کئے ہوئے وعدہ کے مطابق مجھے برلن کی شبانہ زندگی دکھانے کا موقعہ حاصل نہ کر سکے گا۔

" خیر کوئی بات نہیں "، اُس نے فلسفیانہ لہجہ میں کہا " پھر سہی۔۔۔ پھر سہی۔ ابھی تو آپ کچھ دیر برلن ہی میں ٹھہریں گی۔ لیکن اب ہمیں کھانے کا انتظام سوچنا چاہیئے۔ میرے خیال میں سٹیکی کے ہاں چلیں وہ جگہ سب سے اچھی رہے گی۔"

" میں ہر طرح تابع احکام ہوں " میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا "سٹیکی ہو یا کوئی اور جہاں چاہو گے چلی چلونگی۔ تاہم یہ جگہ کہاں پر واقع ہے ؟ "

" یہ ایک ریسٹوران کا نام ہے جو ہمارے فوجی سکول کے بالکل قریب واقع ہے " اُس نے بیان کیا " حد سے زیادہ فیشن ایبل تو نہیں لیکن ساری سہولتیں اور دلچسپیاں اُس کے اندر موجود ہیں۔ بینڈ ہر وقت حاضر رہتا ہے اور کئی اور دلچسپیوں کے سامان بھی کر دیئے جاتے ہیں بیشتر افسر لیڈیوں کو ساتھ لیکر وہیں جایا کرتے ہیں جگہ ہر طرح عزت دار ہے پھر بڑی بات یہ کہ کھانا عمدہ اور نفیس دیا جاتا ہے۔ جس فوجی افسر سے مجھ کو ملاقات کرنا ہے وہ بھی وہیں مل سکیگا۔ وجہ یہ کہ اُسے اپنی مصروفیتوں میں اور کوئی وقت نکالنے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔ "

اتنے میں نوکر سوڈا ملی وسکی کا ایک گلاس اُس کے لئے لیکر آ گیا تھا۔ رڈلی نے اُسکو منہ سے لگاکے ایک ہی سانس میں ختم کر دیا۔ پھر اپنی خوشنما چھوٹی مونچھوں کو رومال سے پونچھتے ہوئے کہنے لگا " اس چیز کو پی کر معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی قوم کی توانائی کا راز کیا ہے " اُس نے ایک سکہ جیب سے نکال کر میز پر ڈالدیا پھر میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

" اب آؤ میری جان چلیں۔ ایسا نہ ہو ہمارے دیر سے پہنچنے کی صورت میں دوسرے لوگ ساری شاپین ختم کر دیں! "

حصہ ہفتم ختم ہوا

حصہ ہشتم

گردش دوراں

عاشق سرگشتہ را از گردشِ دوراں چہ باک
موج از خود رفتہ را از بحرِ بے پایاں چہ باک؟
صائب

باب - ۱

واقعاتِ آیندہ کی ایک جھلک

مَیں نے ایک نظر دیکھتے ہی معلوم کر لیا کہ پشکی کی طعام گاہ اپنی قسم کی بہترین تھی۔ کم از کم برلن کی. باقی فیشن ایبل آماجگاہوں کے مقابلہ میں زیادہ محفوظ - مرفح اور عزت دار ڈیوڑھی میں ایک نوکر نے میرا سفری کوٹ لے کر ایک ریک کے ساتھ لٹکا دیا - وہیں میں نے بہت سی تلواریں اور نوکدار سپاہیانہ وضع کے ٹوپ بھی سجے ہوئے دیکھے - جس سے اس بات کا اندازہ کرنا مشکل نہ ہوُا کہ جیسا رڈی نے کہا تھا - بیچ بیچ بیشتر فوجی افسر اس طعام کی سرپرستی کیا کرتے تھے -

جس وقت رڈی ہمارے لئے میز تلاش کر رہا تھا - مَیں نے ایک کونے میں کھڑے ہو کر گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی - ایک لمبا وسیع کمرہ تھا - دیواروں پر سفیدی پھری ہوئی اور ہوا میں تمباکو کے دھوئیں اور اشیائے خوراک کی تیز بو شامل تھی - اول تو باتیں کرنے والوں کا پیدا کردہ شور ہی کافی تھا - لیکن اگر اس میں کوئی کسر باقی تھی - تو اُسے پورا کرنے کو ایک بینڈ موجود تھا - جس کا ساز مسلسل بجے چلا جاتا تھا - صرف ایک پل کے لئے رُکتا اور اُس کے بعد وہ چند شدت کے ساتھ پھر شروع ہو جاتا۔ کمرہ کے وسط میں ایک چوڑی میز پر خوراک کی چیزیں سجا کر رکھی ہوئی تھیں اور فواکہات کے انبار نظر آتے تھے -

جب ہم کمرہ میں داخل ہوئے تو ہر شخص کی نظریں بے اختیار ہماری طرف اُٹھنی شروع ہو گئیں - میزوں پر زیادہ تر فوجی افسر قسم کے لوگ بیٹھے تھے لیکن وہ اکثر سادہ پوشش تھے اور کم از بیش ہر ایک کے ساتھ کوئی نہ کوئی خاتون بھی تھی - مردوں نے

باریک کٹے ہوئے بالوں - ایک آنکھ کے چشمہ اور چہرہ کی عام برشتہ رنگت
کو دیکھ کر جو بھوؤں کے اُوپر اُس مقام تک پھیلی ہوئی تھی جو اکثر ٹوپ سے چھپا
رہتا تھا یہ معلوم کرنا کچھ بھی مشکل نہ ہوتا کہ اُن میں سے بیشتر نوآبادیوں میں
کام کرتے رہے ہیں -

ہم جب ان لوگوں کے پاس سے گذرے تو بہتوں نے رڈی کو اور اس
کے ساتھ ہی ساتھ مجھ کو بھی دوستانہ سلام کئے بلکہ کئی ایک نے اپنے گلاس ہاتھ
میں لیکر ہمیں دکھاتے ہوئے اُن کو بطور جام صحت پیا - میرے لئے یہ جاننا
بہت دشوار نہ تھا کہ شیکی ریسٹوران میں رڈی ایک خاص ہر دلعزیزی رکھتا ہے
قریباً ہر شخص سے اُس کی جان پہچان تھی - وائینا کے رہنے والے اُس بیرے سے
لیکر جس نے اُس کو ویسے ہی پیار کے لفظوں میں مخاطب کیا تھا - جیسے کوئی باپ
اپنے مدت کے بچھڑے ہوئے بیٹے کو کیا کرتا ہے - اُس نوجوان گارد فوج کے
سپاہی تک جو ہمیں پاس سے گذرتا دیکھ کر اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پُر زور آواز سے کہنے
لگا " دوستو رڈی واپس آ گیا - اب اگر اس کا آغاز ہونا ہے تو ہو " ہر چند میں
ان پُر اسرار لفظوں کا مطلب نہ سمجھ سکی لیکن رڈی کے دوستوں نے پُر زور آوازوں
سے اس کو داد تحسین دی -

جس طرح لوگ چھٹی کے دن خوشیاں منایا کرتے ہیں - کم و بیش وہی کیفیت
اس مقام کی نظر آتی تھی - بینڈ بجانے والے ایک پل کے لئے آرام نہ کرتے تھے - ہر
شخص ہر دوسرے سے باتیں کرتا دکھائی دیتا تھا - اور شامپین کے جام پر
جام پیئے جا رہے تھے - رڈی نے کھانے کے لئے بہت سی نادر و مکلف چیزیں
طلب کیں - تیار شدہ انڈے تازہ ترین تھے - نیلے رنگ کی دریائی مچھلی اس خوبی
سے تیار کی گئی تھی کہ اُسے خواہ مخواہ کھانے کو جی چاہتا تھا اور سالم چوزہ کی تیاری

میں ایسا اہتمام برتا گیا تھا۔ کہ لذیذ ہوتے ہوئے وہ بے حد نرم تھا۔ شکی ریسٹوران میں شامپین پینے کے گلاس بھی کافی بڑے بڑے تھے۔ جب چوجہ مرغ کی باری آئی تو ہم پہلی بوتل ختم کر چکے تھے اس کے بعد میرے نہ نہ کرتے رڈی نے پومری شراب کی دوسری یخ بستہ بوتل طلب کی۔

ایمان کی پوچھئے تو میری طرف سے جو کچھ بھی اعتراض یا حجت کی گئی محض نیم دلانہ تھی۔ دن بھر کی مسلسل کوفت کے بعد میں اس وقت اتنی خورم و مسرور تھی کہ اُس لمبے سفر کا خیال بھی دل سے نکل گیا جو مجھے آدھی رات کے وقت اپنے نو یافتہ ساتھی کی ہمراہی میں اختیار کرنا تھا۔ رڈی کی باتیں ختم ہونے میں نہ آتی تھیں۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد وہ اس طرح کی لطیفہ بازی شروع کر دیتا کہ میں جو دن بھر گہری پریشانیوں میں ڈوبی رہی تھی قہقہہ مار کر ہنسنے پر مجبور ہو جاتی اس اثنا میں کئی اور لوگ ریسٹوران میں چلے آرہے تھے۔ حتیٰ کہ اُس وسیع کمرہ میں اتنا کثیر ہجوم ہو گیا کہ ہمیں شانہ کے ساتھ شانہ اور کہنی کے ساتھ کہنی ملا کر بیٹھنا پڑا۔

بینڈ زیادہ تر اپنی طرز کے جرمن فوجی گیتوں کی طرزیں بجاتا تھا اور حاضرین بسا اوقات گانے میں شریک ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک موقعہ پر نہیں! نہیں! کی آوازیں بلند ہوئیں۔ پہلے کچھ شور مچا۔ پھر ہنسی قہقہہ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

میں ایک شفتالو سامنے رکھے اُسے کاٹنے کی فکر کر رہی تھی کہ اس شور کو سن کر پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

" کیوں کیا ہوا۔ یہ کیسا شور تھا؟ "

رڈی نے دبی آواز میں ہنستے ہوئے کہا " ایک بڑا عجیب واقعہ پیش آیا ہے۔ بینڈ بجانے والے وہ طرز شروع کر رہے تھے۔ جسے ریزرو فوج کے آدمی سال بھر کے

بعد چھٹی ملنے پر گایا کرتے ہیں مگر لوگوں نے اس کو پسند نہیں کیا ۔"

" کیوں کیا بات ہوئی ؟ "

رڈی ہاتھ میں شراب کا گلاس لئے بیٹھا تھا سوچتے ہوئے کہنے لگا ۔

" بات در اصل یہ ہے ان دنوں آغاز جنگ کے چرچے عام ہیں اور اگر واقعی جنگ شروع ہوگئی تو پھر ریزرو فوج کے نوجوانوں کو بھی میدان جنگ میں جانا پڑے گا۔ یہی وجہ تھی . . . "

" لیکن کیوں رڈی تمہارے خیال میں کیا سچ مچ جنگ کے آغاز کا امکان ہے؟ "

" اس صورت میں نہیں کہ روس دور اندیشی سے کام لے "

" اور اگر نہ لے تو ہے ؟ "

وہ خاموش رہا اور محض اپنے شانوں کو ہلا دینا کافی سمجھا ۔

باب - ۲
پلگریتی کی آمد

میں اس کا مطلب سمجھ گئی پھر سوچتے ہوئے کہنے لگی " اب یہ معمہ بھی میری سمجھ میں آگیا کہ اس فقرہ کا کیا مطلب تھا " اب اس کا آغاز ہو سکتا ہے "

" آپ بڈھے کرٹ کی باتوں پر نہ جائیں وہ تو اس طرح کی فضول بکواس کیا ہی کرتا ہے "

" لیکن بکواس کیسی - ان لوگوں کا ایک خاص طرز کے بجائے جانے پر اعتراض کرنا اس بات کا فیصلہ کن ثبوت ہے کہ . . . "

" سچ کہتی ہو" رڈی نے متین نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا " آلیو یا جرمنی نے جہاں تک ممکن تھا صبر و جبر سے کام لیا۔ لیکن آخر تحمل اور بردباری کی کوئی انتہا ہونی چاہیئے۔ قصور سارا فرانسیسیوں ہے جو روس کو خواہ مخواہ آگے دھکیل رہے ہیں۔ لیکن خواہ کچھ ہو۔ جرمنی کو ان دھمکیوں کی ذرا پروا نہیں۔ یہ سچ ہے کہ وہ اسوقت ہر طرف دشمنوں سے گھرا ہوا ہے " رڈی کی آواز اب رفتہ رفتہ زیادہ پُرجوش ہونے لگی تھی۔ " لیکن ہماری تلواریں اتنی تیز ہیں کہ ضرورت پیش آنے پر ہم ان فرانسیسیوں اور اگر انگریزوں نے اُن کی حمایت کا بیڑا اُٹھایا تو اُن کو بھی کاٹ کر آگے نکل جائیں گے۔ کم از کم یہ ایک ایسی بات ہے جسے فضول اور بے معنی قرار نہیں دیا جا سکتا۔"

میں حیران و ششدر اُس کے منہ کو تکنے لگی۔ یہ کیا وہی رڈی تھا۔ جو ہمیشہ اتنا خلیق ملنسار اور شیریں سخن ہوا کرتا تھا؟ حالات آدمی کے عادات میں کتنی عظیم تبدیلیاں کر دیتے ہیں۔

" رڈی میرے عزیز" میں نے اس کو سمجھاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ " کوئی ملک جرمنی سے جنگ کرنا نہیں چاہتا درحقیقت ۔ ۔ ۔ "

لیکن میں فقرہ ختم نہ کر سکی کیونکہ عین اس وقت کمرہ میں ہر طرف شور و غل مچ گیا لوگ اپنے اپنے مقامات پر اُٹھ کر کھڑے ہو گئے ہر ایک کے منہ سے کچھ اس طرح کے الفاظ نکلنے لگے تھے۔ جن کے معنی میری سمجھ میں نہ آ سکے۔ اتنے میں رڈی بھی اُٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور اپنا رومال زور زور سے ہلاتے ہوئے پُرجوش آواز میں کہنے لگا۔

" بے شک پرنس یوجین کا گیت شروع ہونا چاہیئے ۔ ۔ ۔ پرنس یوجین کا! "

جو لوگ بینڈ بجا رہے تھے اُن میں تھوڑی دیر خاموشی رہی اس کے بعد انہوں نے دفعتاً ایک پُرجوش قومی طرز بجانی شروع کر دی اور جتنے آدمی کمرہ کے اندر جمع تھے۔

انہوں نے گروہ وار مل کر اُس طرز کی لے پر گانا شروع کر دیا اتنا ہی نہیں بلکہ کچھ ایسا جوش حاضرین میں پیدا ہو گیا تھا کہ اُن میں سے بعض ہاتھوں کی مٹھیاں کس کر میزوں پر گت بجاتے بعض خالی بوتلیں ہاتھوں میں لے کر انہی سے تال دیتے لگے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ پُرشور آواز سے گاتے جا رہے تھے۔

پرنز یوجین ڈر ایڈل رٹر۔۔۔

بس اتنے سے لفظ مجھ کو یاد رہ گئے اِس کے آگے جو کچھ تھا اُسے میں اُن کی ملی جلی آوازوں کے شور اور شیشہ کے گلاسوں کی جھنکاریں جو میزوں کے بجانے سے پیدا ہو رہی تھی بالکل نہ سُن سکی۔

اس شور اور ہنگامہ میں رڈی کوئی بات مجھ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن غل اتنا شدید تھا کہ مجھے اُس کی آواز اس طرح سُنائی دیتی تھی جیسے کوئی فاصلہ پہ بول رہا ہو۔

" یہ شہزادہ یوجین کا گیت ہے "، وہ مجھ سے کہہ رہا تھا۔" یعنی آسٹریا کے اُس نامور جرنیل کا جس نے بلگریڈ ترکوں سے فتح کر کے دکھایا تھا میرے خیال میں آسٹریا والے پھر اس بات پر تُلے ہیں کہ اِن شوریدہ سر باشندگان سربیا کے ہوش ٹھکانے لانے کیلئے اُن کے صدر مقام بلگریڈ پر قبضہ کیا جائے۔"

آخر کار جب گیت ختم ہُوا تو لوگوں نے بڑے زور سے چیئرز دیئے اور سب آدمی جو اس وقت تک کھڑے تھے پھر سے اپنے اپنے مقامات پر بیٹھ گئے۔ صرف ایک وردی پوش افسر اب تک اپنی میز کے پاس کھڑا تھا۔ ایک پھلے ہوئے بدن کا آدمی جس کا چہرہ سرخ اور گلے کے قریب کوٹ کے بٹن کھلے تھے لیکن اس کی ٹانگوں کی لڑکھڑاہٹ ظاہر کرتی تھی کہ وہ ضرورت سے بہت زیادہ پی گیا ہے۔ وہ کثیف لہجہ کی بلند آواز میں کچھ اس طرح کے الفاظ کہہ رہا تھا۔

جیڈر شتوس این روس
جیڈرسٹوس این فرینکائے
جیڈرٹرٹ این برٹ . . .

جس کا مطلب انگریزی میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔ ایک روسی ہر ایک گولی سے۔ ایک فرانسیسی تلوار کے ہر وار کے ساتھ۔ اور ایک برطانوی پیر کی ہر ٹھوکر کی مدد سے۔

اُس کے مُنہ سے یہ عجیب گیت سُنکر جتنے آدمی ریسٹوران میں جمع تھے زور زور سے تالیاں بجانے اور ہنسنے لگے۔ آخر کار کسی نے اُس افسر کا کوٹ کھینچ کر اُسے کرسی پر بیٹھنے کے لئے مجبور کیا اور بینڈ نے اُس زمانہ کا ہر دلعزیز گیت بجانا شروع کر دیا۔ رڈی جو مارے خوشی کے ہنس رہا تھا افسر مذکور کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔ "میرے خیال میں پیادہ فوج کا کوئی آدمی ہے۔ ان لوگوں کی حالت میں سب سے زیادہ افسوسناک بات یہی دیکھنے میں آتی ہے کہ شراب ہضم نہیں کر سکتے۔ لیکن اتنا میں ضرور کہوں گا کہ گو وہ اس وقت بسیار نوشی کی وجہ سے اپنے آپ میں نہیں لیکن پھر بھی جو کہتا ہے سچ کہتا ہے۔ "لیو یا ہم اہل جرمنی بے شک ایک حد تک اپنے آپ پر جبر کر سکتے ہیں لیکن . . ."

مگر میرے کان اُس کی طرف لگے ہوئے نہ تھے میں تو اُس دروازہ کی طرف حیرت آمیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جس کی راہ سے فلوریا وان پلگینی بصد عشوہ و ناز داخل ہونے لگی تھی . .

باب - ۳
فکر و تشویش

بلگرینی کی ایک خصوصیت مجھ کو ہمیشہ یاد رہے گی - ہر چند اُس رسٹوران میں ہر ایک عورت کے ساتھ کوئی نہ کوئی مرد ضرور تھا لیکن وہ اکیلی ہی آئی - دروازہ میں قدم رکھنے کے بعد وہ تھوڑی دیر حاضرین کی طرف دیکھتی رہی۔ اُس کی رنگت اچھری چمپئی اور حسن جانفزا بدرجہ غائیت سرور انگیز تھا۔ میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ اُس کے جمال تابندہ کے بدر کامل کے سامنے باقی سب عورتوں کی خوبصورتی تاروں کی طرح ماند پڑ گئی ۔اُس نے سفید ساٹن کا فراک پہن رکھا تھا جس میں اُس کے شاندار دلارے شانے برہنہ نظر آتے تھے۔ خوشنما چمکیلے بال ڈھیلے جوڑے کی صورت میں گردن کی پشت پر بندھے ہوئے اور اُس کے چھوٹے خوشنما کان جن میں صرف ایک ایک زمردی دُر تھا - صاف دکھائی دیتے تھے اپنی موجودہ سادگی میں اُس نے اور کوئی زیور پہننے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔

اس کے کمرہ کے اندر آتے ہی سب لوگ حیرت انگیز تیزی سے اِدھر اُدھر آنے جانے لگے - گویا اُن سب میں اس کی موجودگی نے ایک نئی جان ڈال دی تھی - ہوٹل کے منیجر ہیکرٹ کو میں نے دیکھا - جھک جھک کر سلام کرتا نہ تھکتا تھا - لیکن خود بلگرینی کی یہ حالت کہ اپنے حسن پُر غرور کی تمکنت سے وہ ہر شخص کو قابلِ نظر اندازی تصوّر کرتی تھی کسی دیوتا کی شان سے وہ گویا بلندی پر کھڑی ہوئی سب کو دیکھتی لیکن اپنے آپ کو سب سے بالاتر تصوّر کرتی تھی - بہر حال ایک بات میں نے ضرور دیکھی یعنی اُس کے آتے ہی ہر ایک میز پر اسی کے چرچے شروع ہو گئے -

اُس کی خوشنما زمردی آنکھیں اپنے اندر عجب طرح کی دلفریب چمک لئے تھیں اُس بے بس چڑیا کی مانند جو سانپ کو دیکھ کر اپنے مقام پر مسحور ہو کر رہ جاتی ہے۔ مَیں اُس کی نگاہ کو کمرہ کے اطراف میں گھومتے ہوئے دیکھتی اور اپنے مقام پر بے حرکت تھی۔ ایک موقعہ پر اُس کی نظر ہماری طرف بھی اٹھی۔ لیکن اس نے ایسی کوئی حرکت نہ کی۔ جس سے معلوم ہوتا کہ اُس نے مجھے پہچانا ہے۔ میرے مقابلہ میں وہ لڑکی کی طرف زیادہ عرصہ تک دیکھتی رہی جو خود ایک آنکھ کا چشمہ لگائے ناقابل بیان تعریفی نظروں سے اُس کی طرف گھور گھور کر تک رہا تھا لیکن ایک رڑکی پر کیا موقوف ہے حاضرین میں بڈھا یا جوان کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو پر حسرت نظروں سے اُس کی طرف نہ دیکھتا ہو۔

اُس وقت میرے خیالات کی رَو دوبن ایبٹ کی طرف گئی۔ یہی وہ عورت تھی جس نے اُس بدنصیب سے بے وفائی کی۔ لیکن ایک ایسی عورت سے جو صریحاً عشرت پسند اور رعب۔ تمکنت۔ ملاحت اور کشش کے اجزائے ترکیبی سے بنی ہوئی تھی اور کس چیز کی توقع ہوسکتی ہے؟ اس کے باوجود جب مَیں نے بغور اُس کی طرف دیکھا تو اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہ رہ سکی کہ وہ ایسی عورت نہیں جو روپے کی خاطر اپنے چاہنے والے کو خطرہ میں مبتلا کرنا منظور کرے۔ نفس پرستی کی جھلک اُس کے خوشنما چہرہ میں بے شک نظر آتی تھی لیکن خود غرضی کی بالکل نہیں۔ فی الحقیقت اپنے چمکیلے سفید فراک میں وہ کسی باعصمت کنواری دوشیزہ سے مشابہ نظر آتی تھی۔ اُس کے چہرہ کی رنگت دلفریب۔ ناک موزوں گو اس کے نتھنے کسی قدر چوڑے تھے قامت لائق تعریف حد تک درازی لئے ہوئے بہ حیثیت مجموعی وہ ایک ہستی دلفریب جاں پرور تھی یعنی ایسی عورت کہ کوئی مرد یا درسا بھی جس کے حسن و جمال کی تاب مقابلہ نہ لا سکتا تھا۔

انجام کار ہوٹل کا منیجر اُس کو شاہانہ انداز سے کمرہ کے دُور افتادہ حصّہ میں ایک علیحدہ رکھی ہوئی میز کے پاس لے گیا۔ اس اثنا میں رڈی حالت جوش میں اُس کی تعریفیں کرتا نہ تھکتا تھا۔ ایسی خوش پوش عورت جرمنی بھر میں اور کہیں نظر نہ آسکے گی۔ سوار پلٹن کا افسر وان ڈیگین اسی کی خاطر اپنے آپ کو گولی مار کر مرا تھا۔ اور اب یہ عورت بیسیوں کو تباہ و برباد کرنے کے بعد شہزادہ کارل البرٹ کو اپنا گرویدہ بنائے ہوئے تھی۔

لیکن میرے کان اُس کی باتیں نہ سنتے تھے۔ میں دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ اس عورت کی ناگہانی آمد نے میرے لئے کس طرح کے پیچیدہ حالات پیدا کر دیئے ہیں۔ کبھی خیال آتا کہ اُس نے اپنے مکان پر صرف ذرا سی دیر کے لئے میری صورت دیکھی تھی اس لئے ممکن ہے وہ مجھے پہچان نہ سکے۔ لیکن سب سے زیادہ خطرہ میرے دل کو خود شہزادہ کی طرف سے لگا تھا ممکن ہے اُس کے شیدائی کی حیثیت میں اس کے پیچھے پیچھے اس جگہ آپہنچے۔ اگر سچ مچ وہ آگیا اور اُس نے مجھے بیٹھے دیکھ لیا تو پھر وہ یقینی طور پر مجھ کو پہچان لے گا اور خدا کو ہی بہتر معلوم تھا کہ اُس کے بعد حالات کیا سے کیا صورت اختیار کرنے لگیں گے۔

میں انہی خیالات کی اُلجھن میں پھنسی بیٹھی تھی کہ ناگاہ میری نظر ایک دراز قد وردی پوش افسر کی طرف گئی جو ہماری میز کے پاس کھڑا جھک جھک کر مجھ کو سلام کر رہا تھا وہ اتنا لاغر آدمی تھا کہ اس کا ثانی ۔۔۔ نہ کبھی پہلے اور نہ بعد میرے دیکھنے میں آیا ہے۔ اُس کے گلے میں شوخ نیلے رنگ کا کوٹ تھا۔ بدرجہ غائت چست اور کمر کے پاس اتنا تنگ کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ جونہی رڈی نے اُسے دیکھا فوراً سرو قد تعظیم کیلئے کھڑا ہوگیا اور اُس نے بیرن وان ... خدا معلوم کیا نام لے کر اُس کو مخاطب کیا۔

ادھر بیرن میری طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ دیکھ کر مسکرانے لگا تھا۔ دفعتاً وہ بولا۔" قابل عزت فرالین کی خدمت اقدس میں میرا التماس ہے کہ تھوڑی سی دیر کے لئے ہمارے مجمع ناچیز کو بھی اپنی شرکت سے منور و ممنون فرمائیے کرنل صاحب بیٹھے آپ کو یاد کرتے ہیں۔ اُمید ہے رڈی کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ بدقسمتی سے مَیں آج ضرورت سے بہت زیادہ شامپین پی گیا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے وہ اس طرح لڑکھڑایا گویا اُس کے لئے سیدھا کھڑا رہنا غیر ممکن تھا اور اُس کے بعد بلا تکلف ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہنے لگا۔" ورنہ میں ایک خوبصورت خاتون سے ضرور انگریزی میں گفتگو کرتا۔ اگرچہ اس وقت صرف ایک ہی لفظ کی یاد میرے دل میں باقی ہے اور اس کے علاوہ انگریزی کا اور کوئی لفظ یاد نہیں آتا یعنی میک ڈیکلنز (چچچ کا مربّہ)"

رڈی اُس کی بات سن کر قہقہہ مار کے ہنسنے لگا۔ پھر اس کے بعد شانہ پر تھپکی دے کر بولا" بیل مسٹھو آپ ناحق تکلف کرتے ہیں۔ مس ڈیبز جرمن زبان بڑی روانی سے بول سکتی ہیں" پھر میری طرف مُڑ کر اُس نے کہا۔" مَیں ذرا سی دیر کیلئے معافی کا خواستگار ہوں۔ کرنل صاحب نے مجھ کو یاد کیا ہے اور مَیں جلد از جلد واپس آنے کی کوشش کروں گا۔ میری غیر حاضری میں ہیل مسٹھو آپ کا جی بہلانے کی کوشش کرتا رہے گا ۔۔۔"

لیکن اس وقت میری تمام تر توجہ بیگرینی پر لگی ہوئی تھی۔ اس کی ناگہانی آمد نے کئی ایسے واقعات کی یاد میرے دل میں تازہ کر دی۔ جنہیں میں وقتی طور پر نظر انداز کر چکی تھی۔ خاص طور پر اس لنگڑے شیطان کی جس کی بھیانک صورت اب بھی مجھے ریسٹوران کی چمکیلی فضا۔ ان خوشنما وردیوں۔ خوبصورت عورتوں موسیقی اور ہنسی قہقہہ کی آواز ول کی پُشت پر مہیب و عریاں کھڑی

نظر آتی تھی!

باب - ۴
مشکلات

بلگریبنی کی آمد کے ساتھ ہی کمرہ میں غیر معمولی چہل پہل شروع ہوگئی تھی۔ اس طرح کے حالات میں مجھ کو یہی بہتر معلوم ہُوا کہ چپکے سے رخصت ہو جاؤں۔ میں نے دیوار پر لگی ہوئی کلاک میں وقت دیکھا پونے گیارہ بجے تھے اس کے معنی یہ ہوئے کہ مجھے پَون گھنٹہ کیمبر ہوٹل کے پاس میڈیکل ڈروس کی آمد کا انتظار کرنا پڑے گا۔ حیران ہو کر سوچتی تھی کہ یہ وقت کس طرح گذاروں گی۔ لیکن دوسری جانب اس جگہ ٹھہرنا بھی خطرہ سے خالی نہ تھا۔

" رڈی " میں نے اپنی کرسی سے اُٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ میں تم سے مل کر اور یہ تھوڑا سا وقت تمہاری صحبت میں بسر کر کے بہت خوش ہوئی ہوں۔ لیکن اب اجازت دو وقت کافی گذر چکا ہے اس لئے میں جانا چاہتی ہوں۔"

وہ یا تو اپنے افسر سے ملنے جا رہا تھا یا میرے الفاظ سُن کر جھٹ رُک گیا اور پیچھے مُڑ کر حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

" ابھی نہیں آلیویا۔ میں تمہیں اس قدر جلد نہ جانے دونگا! "

" لیکن مجھے دو چار مصروفیتیں اور در پیش ہیں" میں نے عذر خواہی کرتے ہوئے کہا۔ "اس کے علاوہ میرے سر میں درد ہونے لگا ہے اور میں آرام کیا چاہتی

ہوں۔ اِس لئے خدارا مجھے نہ روکو۔ تمہارے لئے میرے ساتھ جانے کی بھی حاجت نہیں۔ مَیں بڑی آسانی سے اپنے ہوٹل تک پہنچ جاؤں گی۔"

"لیکن مَیں یہ کسی حال میں منظور نہیں کر سکتا۔" رڈی نے پُرزور لہجہ میں کہا۔ "کم از کم اتنی دیر ٹھہر جاؤ کہ مَیں اس کام سے فارغ ہو کر واپس آسکوں۔ مَیں پانچ منٹ سے بھی کم عرصہ میں واپس آجاؤں گا۔ اگر تم سچ مچ رخصت ہونے پر تلی ہو تو مَیں خود تمہارے ہوٹل تک چھوڑ آؤں گا۔"

"مگر اس کی حاجت کیا ہے؟ مَیں خود بڑی آسانی سے اس جگہ پہنچ جاؤنگی"

"نہیں۔ مَیں یہ طریقہ پسند نہیں کرتا اور اگر تم اتنے پر بھی نہ مانو گی۔ تو مَیں ویسٹ فریڈ سے ملنا ملتوی کر دوں گا لیکن ۔ ۔ ۔"

"خدا کے لئے یوں اصرار نہ کرو۔" مَیں نے اُس کو جواب دیا۔ "تمہارے افسر نے تم کو بلایا ہے اور تمہیں ضرور اس سے ملنا چاہیئے۔ ۔ ۔"

مگر وہ اپنے خوشنما چہرہ پر ضد کے آثار لیئے دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا اور فیصلہ کُن لہجہ میں کہنے لگا۔ "بلا سے کچھ ہو مَیں بل ادا کر کے اسی وقت تمہارے ساتھ چلتا ہوں"

"مگر یہ طریقہ مجھ کو پسند نہیں۔" مَیں نے زور دے کر کہا۔ "تمہارا فرض ہے اپنے افسر سے ملاقات کرنا ۔ ۔ ۔"

"ہاں مگر اُس صورت میں کہ تم میری واپسی تک انتظار کر سکو ۔ ۔ ۔"

اس موقع پر اُس سکڑے سمٹے بدن کے بیرن نے کراہنے کی سی آواز پیدا کی۔ پھر متین نظروں سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میری بدقسمتی کہ آج مَیں ضرورت سے بہت زیادہ پی گیا۔ اِسی لئے انگریز مس میری صحبت سے ڈرتی ہے۔" پھر مایوسانہ سر ہلاتے ہوئے اس نے کہا

"لیکن ایک مجھ پر کیا موقوف ہے یہاں جتنے آدمی جمع ہیں سب میری طرح نشہ میں غین ہیں - ایجوٹنٹ مجھ سے بھی ایک بوتل زیادہ پی گیا ہے ..."

اس آدمی کی عجیب وغریب صورت دیکھ کر اور اس کی عجیب تر باتیں سن کر میرے لئے ہنسی ضبط کرنا غیر ممکن ہو گیا تھا - بہرحال میں نے اس سے کہا - "آپ ناحق فکرمند ہوتے ہیں - معاملہ آپ کی ذات سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتا - میں صرف اس لئے جلد جانا چاہتی ہوں کہ بہت تھکی ماندی ہوں اور کل ایک لمبا سفر مجھ کو درپیش ہے -"

" آلیویا میں صرف پانچ منٹ کی مہلت مانگتا ہوں"۔ رڈی نے التجائی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "ہماری ملاقات کا یہ آخری موقعہ ہے اس کے بعد خدا معلوم پھر کب ملنا ہو -"

ان الفاظ کو سن کر بیرن سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور جرمن مصنف شلر کے لکھے ہوئے ناٹک ' جنگ نرا وان آرلینز ' کا ایک فقرہ سناتے ہوئے بولا "دوشیزہ جون رخصت ہو رہی ہے اور پھر کبھی واپس نہ آئے گی" لیکن میں عرض کرتا ہوں خوبصورت خاتون تھوڑی سی دیر کے لئے اور ہمیں اپنی صحبت سے مسرور کیجئے ہم رڈی کے خرچ پر ایک بوتل اور منگوا لیتے ہیں"

اتنے میں ایک موٹا تازہ افسر گیند کی طرح گول ہماری میز کے پاس آیا اور گھبرائے ہوئے لہجہ میں رڈی سے کہنے لگا -

" بندہ خدا تمہارے حواس ٹھکانے ہیں یا نہیں ؟ اتنی دیر تمہارے افسر کو انتظار کرتے ہوگئی - اب وہ رخصت کے لئے تیار بیٹھے ہیں - ملنا ہے تو فوراً جاؤ ورنہ ضرور وہ چلے جائیں گے"

میں اپنی کرسی سے اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس لئے کہ رڈی اور لاغر اندام بیرن کی التجاؤں کے باوجود میں رخصت پر تلی ہوئی تھی لیکن رستہ تنگ تھا ہر طرف میزوں کی گنجانی تھی۔ اُن میں سے ہو کر نکلنا سہل کام نہ تھا۔

" آئیو یا صرف ایک منٹ ٹھہرو" رڈی نے پھر ایک بار التجائی لہجہ میں کہا۔ " میں یقینی طور پر ایک منٹ کے اندر اندر واپس آجاؤں گا۔"

" مگر آپ ناحق گھبرائے جاتے ہیں" بیرن نے رڈی سے مخاطب ہو کر کہا۔ " جائیے جو کام کرنا ہے کیجئے ہم آپ کی غیر حاضری میں اس خوبصورت خاتون کا جی بہلاتے رہیں گے۔"

پھر ایک مرتبہ رڈی نے منت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا اور میں تذبذب کی حالت میں رہ گئی۔ اتنے میں بیرن اپنی جگہ سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اُس نے خم کھا کر اپنے فربہ اندام دوست سے میرا تعارف کرانا شروع کیا لیکن میں نے پھر یہ بات کہی "آپ لوگ اجازت دیں میں ضرور چلا جانا چاہتی ہوں۔"

اس پر وہ دونوں میرا رستہ روک کر کھڑے ہو گئے اور مجھے اپنی کرسی پر بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

" نیک سیرت فرالین" موٹے آدمی نے کہنا شروع کیا " آپ رڈی کو اس طرح چھوڑ کر نہ جائیں اور وہ بھی ایک ایسی مبارک رات کو جبکہ وہ اپنی اصل آسامی پر واپس جا رہا ہے۔ خدا کیلئے تھوڑے تحمل سے کام لیجئے وہ ابھی آیا جاتا ہے چونکہ کرنل دوسٹ فریڈ کو ٹرین کے وقت پر پہنچنا ضروری ہے صرف اسلئے ..."

کرنل دوسٹ فریڈ! مجھ کو یہ نام سُنا ہوا معلوم ہوتا تھا مگر کہاں اور کس سلسلہ میں ... یہ بات یاد نہ آتی تھی۔

اتنے میں بیرن نے سچ مچ شامپین کی ایک بوتل اور منگوالی اور اُس

سے تین گلاس پُر کرنے شروع کئے۔ بسیار نوشی کی وجہ سے اُس کے ہاتھ تھر تھر کانپ رہے تھے اس لئے بہت سی شراب میز پر گر گئی۔ بہرحال جب وہ تینوں گلاس پُر کر چکا تو ایک خود اُٹھا کر اور دوسرا مجھ کو زبردستی پیش کرتے ہوئے اپنے گلاس کا سِرا میرے گلاس سے بجایا اور یہ کہتے ہوئے اُس کو مُنہ سے لگا لیا " قدیم انگلستان کی خوبصورت لیڈیوں کے اعزاز میں . . . کیا نام مجھ کو یاد آیا تھا . . . ہاں میکسڈ پیکلز ! "

کوئی اور وقت ہوتا تو شاید اس سکڑے سمٹے شرابی کی عجیب و غریب باتیں سن کر اور اُس کی عجیب ترحرکات دیکھ کر مارے ہنسی کے میرے پیٹ میں بل پڑ جاتے لیکن بلگرینی کی آمد نے میرے دل پر ایک بوجھ سا ڈال رکھا تھا میں جلد از جلد اُس جگہ سے رخصت ہو جانا چاہتی تھی۔ میں نے بیرن کا دیا ہوا گلاس ذرا سا ہونٹوں کو لگا کر دوبارہ میز پر رکھ دیا اور کھڑی ہو گئی۔ بیرن اور اُس کا چھوٹے ہوئے بدن کا ساتھی حیرت آمیز نظروں سے میری طرف گھور کر دیکھنے لگے۔ اُس وقت میں نے پہلی مرتبہ یہ بات دیکھی کہ ریسٹوران کے دُور افتادہ سرے پر بہت سے وردی پوش افسر جو سب کے سب نشہ کی حالت میں شور و غل مچا رہے تھے میزوں کے بیچ ہو کر ایک لمبی قطار کی صورت میں اندر چلے آ رہے ہیں

جدھر دیکھو نیلی وردیاں نظر آتی تھیں دفعتاً میرے دو ساتھی اپنی کرسیوں سے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور اٹینشن کی سی پوزیشن اختیار کر لی رفتہ رفتہ یہ ہجوم اِدھر اُدھر ہٹنے لگا اور اب جو میں نے دیکھا تو فلوریا وان بلگرینی کا گہرا دوست شہزادہ میرے عین بالمقابل کھڑا تھا۔ تب ابتداً دفعتاً مجھ کو یاد آیا کہ میں نے کونسل ولیسٹ فریڈ کا نام کس موقعہ پر سنا تھا۔ درحقیقت یہ

شخص کرنیل ولیسٹ فریڈ شہزادہ کارل کا کمان افسر تھا جس کا ذکر گرنٹ نے بلگرینی کے مکان پر حقارت آمیز پیرایہ میں کیا تھا۔

باب - ۵
شہزادہ کا عشق

اس وقت شہزادہ ایک موٹا سگار منہ میں لئے اُس کے لمبے لمبے کش لگاتا اور پُر شور آواز سے قہقہے مار کر ہنس رہا تھا اُس کا چربیلا چہرہ لبسیار نوشی کی وجہ سے پہلے سے بھی زیادہ بے رنگ نظر آتا تھا اور اُس کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے چمک رہے تھے۔ اوروں کی طرح اُس نے بھی وردی پہن رکھی تھی۔ فیتہ سے لگا ہوا کراس کا ایک نشان اُس کی گردن سے لٹک رہا تھا اور اُس چست نیلے کوٹ پر جس میں اُس کا پھولا ہوا بدن اس مضبوطی سے بند تھا جس طرح ساسیج جھلی میں بند ہوتی ہے۔ کئی چمکیلے تمغے آویزاں تھے۔ ایک نازک بدن سوار افسر نے جو قرمزی اور طلائی رنگ کی وردی میں ملبوس تھا اُس کا بازو پکڑ رکھا تھا اور وہ شہزادہ سے کوئی حکایت بیان کر رہا تھا۔ لیکن لبظاہر شہزادہ کی توجہ اور اور باتوں کی طرف لگی ہوئی تھی۔ کیونکہ میں نے دیکھا اُس کی سور کی ایسی تنگ چھوٹی آنکھیں مختلف میزوں پر بیٹھے ہوئے آدمیوں کی طرف جاتیں۔ کبھی کسی افسر کو شناخت کر کے وہ اُس کے سلام کا جواب دیتا اور کبھی کسی حسین عورت کو تکتے ہوئے نیم گرسنہ حریص نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگتا۔

میری اپنی جان اس وقت بڑے عذاب میں تھی۔ کثرت ہجوم میں گھری ہوئی

میں ارادہ رکھنے کے باوجود کہیں ہل کر نہ جا سکتی تھی۔ پیشتر جن افسروں کی لمبی قطار ریسٹوران کے دروازہ سے اندر آتی نظر آئی تھی وہ اب شہزادہ کی تعظیم میں اِدھر اُدھر ہٹ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ جس سے ایک تنگ سی گلی تیار ہو گئی جو دروازہ سے لیکر اُس مقام تک بنی ہوئی تھی جہاں میں بیرن اور اُس کے فربہ اندام دوست کے نرغہ میں گھری ہوئی کھڑی تھی۔ ریسٹوران کے باقی حصّہ میں سب کام بدستور جاری تھا۔ شیکی ریسٹوران میں چونکہ زیادہ تر فوجی افسروں کی آمدورفت رہتی تھی۔ اس لئے کسی ایک آدھ شہزادہ کی آمد ریسٹوران کے مالکوں کی نظروں میں کوئی خاص اہمیّت نہ رکھتی تھی۔ تاہم جیسا میں نے پیشتر بیان کیا ہے۔ میں خود کثرت ہجوم کی وجہ سے ایسی بُری طرح پھنسی کہ باہر نکلنے کا کوئی رستہ نظر نہ آتا تھا۔ کبھی جی میں آتی زمین پھٹ جائے اور میں اس کے اندر سما جاؤں یا کوئی ایسی سحری طاقت حاصل ہو کہ میں پرواز لگا کر ریسٹوران کے اُس دُور افتادہ حصّہ تک پہنچ جاؤں جہاں میزوں کے پاس بیٹھے ہوئے آدمی آپس کی چھیڑ چھاڑ اور ہنسی قہقہہ کی آوازوں میں کسی کی آمدورفت پر بالکل توجہ نہ دیتے تھے لیکن یہ زمانہ ایسے معجزوں کا نہیں ہے نہ میں زمین کے اندر سما سکی نہ کہیں اُڑ کر جانے کے قابل ہی ہوئی۔ جس مقام پر کھڑی تھی وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔

اور آخرکار وہی بات ہوئی جس کا میرے دل کو پہلے سے اندیشہ لگا ہوا تھا یعنی شہزادہ نے مجھ کو پہچان لیا میری طرف دیکھتے ہوئے اُس کی بھویں اونچی اُٹھ گئیں اور ایک ہاتھ آنکھ پر لگانے کے چشمہ کی طرف گیا۔ بڑے غور سے میری طرف دیکھنے کے بعد اُس نے ہاتھ کے اشارہ سے اُس آدمی کو چپ کرایا جس کی طویل کہانی ختم ہونے میں نہ آتی تھی اور سیدھا اُس مقام کی طرف تنے لگا جہاں

مَیں کھڑی تھی۔

اپنی اس وقت کی حالت مَیں نہیں جانتی کن لفظوں میں بیان کروں؟ سچ سچ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا میرے بدن کا خون آن واحد میں خشک ہو گیا۔ یا پانی بن گیا ہے۔ میرے خدا اب کیا ہوگا! میں نے پریشانی کے عالم میں اُس مقام کی طرف نظر ڈالی۔ جہاں پلگرینی ایک علیحدہ میز کے پاس بیٹھی تھی لیکن ہجوم کی وہ کثرت کہ مَیں انتہائی کوشش کے باوجود اُس کو نہ دیکھ سکی۔

اپنے آنکھ کے شیشے کو ٹھیک کر کے شہزادہ کھلکھلا کر ہنسنے لگا پھر بولا۔

" خدا قسم یہ تو وہی خوبصورت انگریز خاتون ہے۔۔۔! "

وہ کہتے کہتے رُک گیا اور باری باری اُن دو افسروں کی طرف دیکھنے لگا جو مجھے نرغہ میں لئے ہوئے تھے۔

مَیں نے دیکھا کہ بیرن نے ایک دو بار مجھے اپنے ہاتھ سے کچوکے دیئے اور اس کے ساتھ ہی دبی آواز سے کہا "نکس میشن"، اور اس کے بعد پھر زیادہ زوردار لیکن گلوگرفتہ آواز میں وہی جملہ دہرایا " نکس میشن " بعد ازاں اس پر کفایت نہ کر کے اپنے لفظوں کا مطلب واضح کرنے کے خیال سے اُس نے خود جھکتے ہوئے سلام کرنے کی نمائش کی۔ مَیں مجبور ہو گئی۔ کسی دلی خواہش کی وجہ سے نہیں بلکہ اُس لاغر اندام بیرن کے بار بار زور دینے پر مَیں نے سلام کی رسم پوری کی۔ اس پر شہزادہ زور سے قہقہہ مار کر ہنسنے لگا پھر بولا۔ "خوب بیرن تمہیں تو کسی ناچ گھر یا ناٹک میں داخل کرانا پڑے گا۔ میرے خیال میں کسر اتنی ہی باقی ہے کہ تمہیں ایک لہنگا پہنا دیا جائے پھر تم اُسی طرح تھرکتے نظر آؤ گے جس طرح ڈان ہلس کیا کرتا تھا"

یہ دراصل ایک لطیفہ تھا جس کی اہمیت گو اُس وقت میری سمجھ میں نہ آ

سکی لیکن لبعد ازاں معلوم ہوا کہ ہلسن سے اُس کا اشارہ فیلڈ مارشل کونٹ ہلسن ہیسلر کی طرف تھا جو چند سال پہلے شہزادہ فرسٹن برگ کی ہوس پارٹی میں شریک ہوا جس میں قیصر جرمنی بھی شامل تھا یار لوگوں کو مذاق کی سوجھی تو اُس کی صورت نانہ بنا کے کسی ناچنے والی کی مانند لہنگا پہنا دیا اور اُس سے رقص کی فرمائش کی ۔ اُسے شہنشاہ معظم کے پاس خاطر سے مجبور ہونا پڑا ۔ لیکن اس نے شراب بے حد پی رکھی تھی ۔ ناچتے ناچتے وہیں کمرہ کے فرش پر گرا اور مر گیا ۔ اس بھیانک واقعہ کو ان لوگوں نے مذاق کا مضمون بنا رکھا تھا چنانچہ اب جو شہزادہ نے اُس کا ذکر کیا تو ہر شخص زور زور سے قہقہے مار کر ہنسنے لگا اور داد تحسین کے طور پر اس طرح کے جرمن لفظ استعمال کرنے شروع کئے ۔ " آس جی زی شنٹ " " این داز و گلیچہ وز " علیٰ ہذالقیاس

اِس اثنا میں شہزادہ نے اپنے مرطوب ، پُرمونٹ ہلا لئے اور وہ گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھنے لگا تھا اس کے لبعد اُسی لاغر اندام بیرن سے مخاطب ہو کر اُس نے کہا ۔

" کیوں حفت آپ چپ چاپ بیٹھے کیا مُنہ دیکھ رہے کیوں نہیں اِس خاتون سے میرا تعارف کرانے ؟ "

بیرن نے اپنی جگہ سے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن کثرت مے نوشی کی وجہ سے بُری طرح جھومنے لگا ۔ بڑی مشکل سے میز کا کنارہ پکڑ کر اُس نے اپنے آپ کو سنبھالا پھر رُکتے رُکتے کہنے لگا ۔ " ہیر ۔ ۔ ۔ " وہ تھوڑی دیر کچھ نہ کہہ سکا " ہیر ہائی نس پرنس کارل ایلبرٹ آف ٹرابین زوبیگا " آخر کار اس نے کہا ۔ پھر میری طرف اشارہ کرکے بولا " آپ ہیں میس میکسل پیکلز ! "

یہ الفاظ کہہ کر اُس نے مسکرانے کی کوشش کی اور دوبارہ کرسی پر گر پڑا ۔ شہزادہ بڑے زور سے ہنسنے لگا ۔ ہنستے ہنستے اُس کے پیٹ میں بل پڑتے جاتے

نجھے" بیرن تم اس وقت اپنے آپ میں نہیں ہو۔ تم نے بے حد شراب پی رکھی ہے۔" اس نے کہا۔" ہو! ہو! ہو! ہی! ہی! ہی!"

" نہیں ہو ہیٹ میں نے شراب تو زیادہ نہیں پی" بیرن نے پُروقار لہجہ اختیار کرتے ہوئے جواب دیا" لیکن میرا حافظہ کچھ کمزور ہونے لگا ہے۔ ہیروان لنز نے جس کے ہمراہ فرالین آئی تھی۔ مجھے آپکا نام ضرور تبایا تھا لیکن میرے دماغ سے انگریزی کے باقی سب لفظوں کی طرح فی الحال وہ نام بھی نکل گیا۔۔۔"

" اس صورت میں ہمیں اپنے آپ اِس خاتون کا نام معلوم کرنا پڑے گا" شہزادہ نے چاروں طرف نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

اس پر وہ سوار افسر جو پیشتر شہزادہ سے باتیں کر رہا تھا مودبانہ پیچھے ہٹ گیا اُس کی تقلید میں کچھ اور لوگ بھی جو مجھے نرغہ میں لئے ہوئے کھڑے تھے اِدھر اُدھر ہٹنے شروع ہو گئے۔ بیرن اور اُس کا موٹا دوست بھی ایک طرف ہٹ گئے۔ میدان خالی پاکر شہزادہ کارل نے مجھ کو دوبارہ کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پیش آمدہ حالات میں مَیں اس کی تعمیل پر مجبور ہو گئی۔

اِتنے میں اُس نے اپنا پھولا ہوا نرم چپچپا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھا اور رازدارانہ لہجہ اختیار کر کے کہنے لگا۔

" اب معلوم ہوا کہ معاملہ درحقیقت کیا ہے۔ خوبصورت انگریز خاتون رڈی کے شناساؤں میں سے ایک ہے! اِس لئے مجھ سے اتنی بے رخی کا سلوک روا رکھتی ہے۔ دن بھر میں اس سوال پر غور کرتا رہا تھا لیکن اصل حقیقت اب معلوم ہوئی ہے۔"

شہزادہ کے ان لفظوں نے گویا میرے تن مردہ میں نئی جان ڈال

دی۔ کیونکہ اُن سے پایا جاتا تھا کہ کلب ڈٹ کا معاملہ اُس کو بالکل ہی معلوم نہیں
اِس رسمی چھیڑ چھاڑ سے میں کسی نہ کسی طریقہ پہ پہنچنے کی صورت پیدا کر لوں گی۔ ابھی گیارہ
بجکر چند منٹ ہوئے تھے اگر رڈی کی واپسی سے پہلے میں کسی طرح شہزادہ
سے جان چھڑا سکوں تو پھر سب کام سہل ہو جائے گا۔

اتنے میں شہزادہ نے جیب سے ایک چھوٹا سا رومال نکال کے جو کسی
عورت کے رومال کی مانند نازک اور مہین تھا اور جس پر تاج ریاست کا نشان
بنا تھا اس سے پیشانی کا پسینہ پونچھا۔ "میری دلنواز حسینہ" اس کے بعد اُس نے
کہنا شروع کیا۔ "کیا میں تمہاری دلفریب موٹی آنکھوں اور خوشنما سیاہ بالوں کو دیکھ کر
صبح ہی نقد دل نہ ہار بیٹھا تھا تم کو کیا معلوم کہ اس وقت سے لیکر جب میں نے تمہیں
دیکھا میرے خیالات ایک پل کے لئے کسی اور معاملہ پر نہیں لگ سکے۔ آہ! میری
ننھی دلکش حسینہ ۔ ۔ ۔ !"

اور یہ الفاظ کہتے ہوئے اُس نے اپنی تھوتھنی کو میری طرف بڑھایا۔
اُس وقت اُس کی باتیں سُن کر جی تو ہنسنے کو چاہتا تھا مگر حالات فکر انگیز
تھے وہ مجھے "ننھی دلنواز حسینہ" کے نام سے موسوم کرتا تھا حالانکہ میری قامت
پانچ فٹ آٹھ انچ لمبی اور وزن ۱۴۰ پونڈ سے کسی حال میں کم نہیں۔ لیکن جس وقت
اُس نے آگے جُھک کر میرے ہاتھ کو اپنے ناپاک مُنہ کی طرف لے جانے کی کوشش
کی تو میری ساری خوشیاں آن واحد میں کافور ہو گئیں۔ میں کسی حال میں اُس کے
ناپاک ہونٹوں کا بوسہ قبول نہ کر سکتی تھی۔ میں نے زور سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا!

"میرے خدا! کتنی شرم و حیا اور اس کے ساتھ ہی کتنا جوش عظیم" وہ
بڑبڑاتے ہوئے کہنے لگا "لیکن جان راحت میں تجھ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ
تیرا وصل حاصل کئے بغیر میرے دلِ بے قرار کو ہرگز چین نہ آئے گا۔ میں ضرور کسی

دوسرے مقام پر دوبارہ تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ صبح تم نے جس رد کھے پن کا برتاؤ
مجھ سے کیا تھا میں اس کو نظر انداز کر چکا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں تم اس بات سے
ناواقف تھیں کہ مجھے کیا مرتبہ حاصل ہے مگر اب فیصلہ اس پر ہے کہ کل رات
یا زیادہ سے زیادہ پرسوں رات کے کھانے پر مجھ سے ضرور ملنا جگہ کا فیصلہ تم
اپنے آپ کر سکتی ہو۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے طلائی خول کی ایک پنسل ہاتھ میں لے لی اور اپنے
کوٹ کی آستین اوپر کی طرف کھینچتے ہوئے سفید قمیص کے کف پر لکھنے کو آمادہ
نظر آیا "ہاں اب کہو تمہارا نام اور ٹیلیفون نمبر کیا ہے؟ میں علی الصبح تمہیں فون
کر کے اس کی خبر دونگا کہ ہمیں کس مقام پر ملنا چاہیئے۔"

اس دوران میں میں سارے حالات پر جلد جلد غور کر رہی تھی وقت
تنگ تھا اور اس بات کا ہر لحظہ ڈر لگا تھا کہ اگر روڈی واپس آگیا تو میرے لئے
اس سے پیچھا چھڑانا اور بھی مشکل ہو جائے گا۔ اس وقت یکایک ایک بات
میرے ذہن میں ایسی آئی جس سے مدد لے کر میں اس سفید ریچھ سے اپنی گلو
خلاصی کر سکتی تھی چنانچہ ہلکی آواز میں میں نے اس سے کہا۔

"شاید یور ہائی نس کو معلوم نہیں کہ فراوان پلگرینی اس جگہ آئی ہوئی اور
تھوڑے فاصلہ پر بیٹھی ہیں"

گولی کھائے ہوئے خرگوش کی مانند وہ بڑے زور سے پیچھے مڑا اور گھٹے
ہوئے لہجہ میں کہنے لگا۔

"میرے خدا . . . میرے خدا کس جگہ!"

ہجوم کی کثرت میں پلگرینی گو نظر نہ آتی تھی تاہم میں نے انگلی سے اس
مقام کی طرف اشارہ کیا جہاں وہ میز کے پاس بیٹھی تھی۔ شہزادہ یا تو ہوا کے

گھوڑے پر سوار [illegible] بالکل [illegible] سخت پریشانی کے لہجے میں کہنے لگا۔

" افسوس میں بالکل بھول گیا تھا کہ مجھے اس جگہ اسی سے ملاقات کرنی ہے اگر اس نے ہم دونو کو پھر سے پاس پاس دیکھا تو سخت ناراض ہوگی اس لئے دیکھو میری بات سنو میں چند دن کے لئے ہوٹل ایٹلانٹک میں ٹھہرا ہوں وہیں میرے نام ٹیلی فون پر پیغام بھیجنا ہم آپس میں کوئی وقت مقرر کر لیں گے اور اب اجازت دو کہ میں جلد از جلد اس سے جا کر ملوں۔"

جس وقت وہ اٹھ کر بلگرینی کی سمت میں روانہ ہوا تو اس کا چہرہ شدت ہراس سے بے رنگ سفید تھا اس کے چلے جانے پر میں بھی جلدی سے اٹھ کر کھڑی ہوگئی اور دروازہ کی طرف قدم بڑھایا اتنے میں ہجوم اپنے ٹھکانے سے بیٹھ چکا تھا اس لئے مجھے دروازہ کی طرف جانے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ دائیں بائیں کسی طرف دیکھے بغیر میں سیدھی ڈیوڑھی کی طرف گئی اور وہ ٹکٹ جو اس وقت مجھ کو دیا گیا تھا جب میں نے اپنا سفری کوٹ ڈیوڑھی میں لٹکانے کے لئے دیا واپس کر کے کوٹ کی طلبگار ہوئی۔ اس وقت گیارہ بجکر بیس منٹ ہو چکے تھے۔ اب میرے پاس ضائع کرنے کو ایک لمحہ بھی زائد نہ تھا۔

جو عورت اس جگہ کی انچارج تھی اس نے ٹکٹ لے کر میرا کوٹ مجھے لا دیا اور میں ایک مارک کا سکہ اس کے ہاتھ میں دے کر باہر نکلا ہی چاہتی تھی کہ ڈیوڑھی کے ایک جانب بنا ہوا دروازہ جس کے اندر ٹیلیفون لگی تھی لیکا یک کھلا اور بلگرینی نمودار ہوئی۔

باب - ۶

اسیرِ بلا

جگہ تنگ تھی اور میری طرح کئی آدمی اپنی اپنی ہیٹ اور کوٹ لینے کے لئے آئے ہوئے کھڑے تھے صدر دروازہ تک پہنچنے کے لئے مجھے اس عورت کے پاس ہو کر گذرنا پڑتا تھا۔ پھر بھی میں نے حوصلہ کر کے چہرہ پہ نقاب ڈال لی اور اُس کے پاس سے نکلی جا رہی تھی کہ اُس نے مشتعل آنکھوں سے قہر آلود طریقہ پہ میری طرف دیکھا اور میرا راستہ روک کے کھڑی ہو گئی۔

"ٹھہرو میں دو باتیں تم سے کیا چاہتی ہوں"۔ گو یہ الفاظ اُس نے دلیرانہ کہے تھے لیکن میں نے دیکھا دبے ہوئے جوش کے باعث اُس کی آواز میں لرزش پیدا تھی۔ میں نے اپنے آپ کو جہاں تک ممکن تھا ٹھنڈا اور پُر سکون بنائے رکھنے کی کوشش کی اور اُس کے پاس سے آگے قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"محترمہ آپ کو شاید کچھ غلط فہمی ہوئی ہے میں آپ سے واقف نہیں ہوں۔۔۔"

اُس نے اپنی خوشنما نرگسی آنکھوں سے پھر ایک بار میری طرف دیکھا اُس کے انداز سے کچھ اس طرح کی سختی ظاہر تھی کہ میں اپنے سینہ میں ایک ناقابل بیان دہشت محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی۔

"فرالین ڈیبز" اُس نے میرے نام پر زور دے کر دبی آواز سے کہا "غلط فہمی نہیں ہوئی۔ تاہم جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں اُسے دھیان دے کر سنو ورنہ یاد رکھو نتیجہ کی ذمہ دار تم خود ہوگی" اب اُس کی تیز چمکیلی آنکھوں میں رعب

کی جھلک پائی جاتی تھی۔ "ادھر آؤ میرے ساتھ" یہ کہتے ہوئے اس نے ایک چھوٹے سے کمرہ کی طرف جو ایک جانب بنا تھا اشارہ کیا۔ "یہاں کوئی ہماری گفتگو میں مزاحم نہ ہوگا۔"

اِس پر بھی میں نے ایک آخری کوشش اور اُس سے نجات حاصل کرنے کے لئے کی اور کہا۔

" معلوم ہوتا ہے آپ کسی اور پر بھولتی ہیں اوّل تو میں آپ کو پہچانتی نہیں ہوں دوسرے وقت اتنا تنگ ہے کہ میں کسی لمبی گفتار کے ذریعہ سے اُس کو ضائع کرنا پسند نہیں کرسکتی اِس لئے . . . "

" بے وقوف لڑکی ! " اُس نے قہر آلود نظروں سے میری طرف دیکھ کر تند لہجہ میں کہا۔ "تم نہیں جانتی ہو ذرا سی دیر پہلے کس نے مجھ کو فون پر پیغام بھیجا تھا . . . گرنٹ نے . . . کیا تمہیں جانتی ہو اُس کو ؟ "

اُس نے میرے چہرہ پر اِس نام کے پیدا کردہ آثار ہراس ضرور دیکھے ہوں گے کیونکہ وہ چبھتے ہوئے لہجہ میں کہنے لگی۔

" اب کیا میری بات سنو گی یا اسی سے گفتگو کرنے کا ارادہ ہے ؟ "

لنگڑے شیطان کا نام سننے کے بعد میں بیچ بچ جو اس باختہ ہوگئی تھی میرا ضبط و سکون بالکل جواب دے گیا اور وہ جس جگہ مجھ کو اپنے ساتھ ساتھ لے کر جانا چاہتی تھی میں بلا حیل و حجت دہیں اُس کے ساتھ ہولی۔ اندر ایک میز چند کرسیاں کچھ نائبلیں اور ایک کیلنڈر رکھا تھا۔ وہ میز کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی اور مجھ کو دروازہ بند کرنے کا اشارہ کیا مگر میں نے دیکھا کچھ اس طرح کا گہرا اضطراب اُسے لاحق تھا کہ اُس کی لمبی سفید انگلیاں رہ رہ کر حرکت کرتی دکھائی دیتی تھیں :

" سنو میں ایک فائدہ کی بات تم سے کہتی ہوں " اس نے آخر کار کہنا شروع کیا " یعنی جس قدر جلد ممکن ہو اپنے ملک کو واپس چلی جاؤ . . . کیا سمجھ گئی ہو؟ اسی میں تمہاری سلامتی ہے ! "

میں اب رفتہ رفتہ اپنی بدحواسی پر غالب آنے کے قابل ہو گئی تھی۔ گو میرا دل بڑے زور سے دھڑک رہا تھا تو بھی میں نے اطمینان کی نمائش کرتے ہوئے کہا

" آہ ! اب بے شک میں آپ کو پہچان گئی بات دراصل یہ ہے اس وقت چونکہ آپ نے ہیٹ اتار رکھی ہے اس لئے میں شروع میں آپ کو پہچاننے سے قاصر رہی تھی غالباً فراوان بلگریبی آپ کا نام ہے میں صبح ایک شال آپ کو دکھانے گئی تھی۔ جسے میں فروخت کرنا چاہتی تھی لیکن اس کے بعد جو ناخوشگوار واقعہ اس نوجوان کی وجہ سے پیش آیا جو آپ کے مکان پر ٹھہرا تھا اس میں میرا کچھ بھی قصور نہیں۔ اس نے زبردستی میرا منہ چومنے کی کوشش کی۔ میں اس کی اجازت نہ دیتی تھی بس یہی وجہ ہوئی کہ آپ کو . . . "

اس نے ایک زوردار اشارہ سے میرے بیان کو قطع کرتے ہوئے غضبناک لہجہ میں کہا۔

" اس کا جواب دو تم میرے مکان پر کیا کرنے گئی تھیں ؟ "

میڈیم ! رگوں میں ہائی لینڈر قوم کا تیز پرجوش خون بہتا ہے۔ اس عورت کے گستاخانہ سوال سے میرا غصہ بھڑک اٹھا چنانچہ میں نے جواب دیا۔

" اس لئے نہیں کہ آپ کے دوست میرے ساتھ اس قسم کا شرمناک سلوک کریں ! "

اس نے غصہ کی حالت میں ایک بیرفرش زمین پر مارا پھر کہنے لگی۔

" میری بات ٹالنے کی کوشش نہ کرو اور سیدھی طرح جواب دو۔ تم کس لئے میرے مکان پر گئی تھیں! "

میں نے اس کا جواب پہلے ہی سوچ رکھا تھا سہمی لہجہ میں کہا۔

" ایک شال آپ کو دکھانے کیونکہ میں اس کو فروخت کرنا چاہتی تھی "

اُس نے حقارت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا پھر سر سے پاؤں تک نظر ڈالتے ہوئے بولی۔

" تو کیا تم اتنی ہی غریب ہو کہ . . . ؟ "

" افسوس آپ میرے بیان پر شک کرتی ہیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ میرا پرس جس میں میری ساری نقدی اور لندن تک کا ٹکٹ رکھا تھا کہیں کھو گیا۔ اس لئے میں . . . "

اُس نے پُرشوق نظروں سے میری طرف دیکھا بظاہر یہ بات اُس کو بھی تسلی معلوم ہوئی تھی۔

" کیا یہ سچ ہے؟ " اُس نے پوچھا لیکن اس کے فوراً ہی بعد پھر اُس کے خوشنما چہرہ پر شک کے بادل چھا گئے اور وہ کہنے لگی۔ " کس نے میرا پتہ تم کو بتایا تھا؟ " یہ کہتے ہوئے وہ کسی قدر آگے جھکی اور میں نے دیکھا اُس کی خوشنما زمردی آنکھوں کی گہرائی میں دہشت کی جھلک پیدا تھی " کیا ایبٹ نے؟ "

میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس نازک وقت میں اوسان نہ ہاروں گی۔ خطرہ کا مقابلہ کرتے ہوئے بے خوفی سے کہا۔

" ایبٹ کون؟ . . میں نہیں جانتی آپ کس کا ذکر کرتی ہیں "

" دیکھو جب ایک انگریز قیدی قلعہ شالا سے فرار ہوا تو تم وہیں قلعہ کے پاس والے مکان میں رہتی تھیں " یہ الفاظ کہتے ہوئے اُس کے ہونٹ کانپتے نظر

آنے لگے۔" کیا اُس نے تم کو میرے مکان پہ آنے کا مشورہ نہ دیا تھا؟" وہ اپنے لفظوں کو بے آواز بنانا چاہتی تھی لیکن اس کوشش میں بمشکل کامیاب ہو سکی۔ "کیا وہ ایبٹ ہی نہ تھا جس نے تم کو میرے مکان کا پتہ دیا۔؟ بولو جواب دو" یہ کہتے ہوئے اُس نے زور سے میری کلائی پکڑ لی۔

مگر میں نے فوراً جھٹکا دے کر اپنا ہاتھ اُس کی گرفت سے چھڑایا اور کہا۔

"میں بے شک اُس زمانہ میں وہیں تھی جب سُننے میں آیا تھا کہ کوئی قیدی قلعہ سے فرار ہُوا ہے۔ لیکن وہ انگریز تھا یا جرمن۔ مجھے اس کا حال بالکل معلوم نہیں بہرحال نہ میں نے اُس کی صورت دیکھی نہ اُس سے میری گفتگو ہوئی..."

وہ غور بین نظروں سے میرے منہ کو تک رہی تھی "کیا سچ کہتی ہو؟" اُس نے زور دے کر پُوچھا اور مجھے اُس کی آواز میں اطمینان کی جھلک پیدا ہوتی معلوم ہوئی۔

"جی ہاں یہ بالکل درست ہے" میں نے جھوٹ پر جھوٹ بولتے جواب دیا

"تو پھر میرا نام کس نے تم کو بتایا تھا؟"

میں اس کے لئے بھی پہلے سے تیار تھی چنانچہ میں نے بے رُخی سے جواب دیا

"میں جس ہوٹل میں آکر ٹھہری اُس کی نوکرانی نے آپ کا ذکر مجھ سے کیا تھا کہنے لگی ایک نامور اور ذی اثر ایکٹرس ہیں یقیناً وہ تمہارا اتشال خریدنے پر آمادہ ہو جائیں گی۔"

"اچھا... یہ بات تھی!" یہ الفاظ اُس نے اطمینان کے لہجہ میں کہے۔ اس کے بعد اپنا خوشنما پرس جو سبز سنہرے رنگ اور پلاٹینم کی چین کا بنا تھا کھول کر نوٹوں کا ایک بنڈل نکالا اور زبردستی میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہنے لگی۔" اب میری بات سنو تمہاری بہتری اور سلامتی اسی میں ہے۔ جس قدر جلد ممکن ہو اس

شہر سے رخصت ہو جاؤ اور پھر کبھی اس جگہ آنے کا نام نہ لو۔ اگر تمہیں سلامتی کی کچھ قدر معلوم ہے تو ایک منٹ کی بھی دیر نہ کرکے آج رات ... اس جگہ سے چل دو۔ اس کے ساتھ ہی میں تم کو نصیحت کرتی ہوں نہ قلعہ شلاز کے واقعہ اور نہ مجھ سے ملنے کا حال کسی سے بیان کرنا" پھر یہ دیکھ کر کہ میں نے اُس کے دیئے ہوئے نوٹ ایک جانب میز پر رکھ دیئے وہ پُر اصرار لہجہ میں کہنے لگی۔" لے لو نا کس لئے انکار کرتی ہو؟ میرے پاس ضرورت سے زیادہ روپیہ موجود ہے اور میں بڑی آسانی سے دے سکتی ہوں۔ لیکن کیا ایسا تو نہیں کہ جو روپیہ میں دیتی ہوں وہ تمہارے نزدیک ناکافی ہے ...؟"

وہ تھوڑی دیر میرے جواب کا انتظار کرتی رہی۔ اس کے بعد میری بے رُخی دیکھ کر اُس نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور نوٹوں کا بنڈل دوبارہ اپنے پرس میں رکھ لیا۔ ساتھ ہی کہنے لگی۔

" تم جاؤ مگر اتنا یاد رکھو میں یہ باتیں تمہارے بھلے کے لئے کہتی ہوں در حقیقت گرینٹ کو تمہارے برخلاف شبہات پیدا ہو چکے ہیں اور جو بلد نصیب کلب فنٹ کی نظروں میں ایک بار شکی ہو جائے ..."

وہ کہتے کہتے رُک گئی اور اُس کی آنکھوں میں دہشت عظیم کے آثار پیدا ہو گئے اس کے بعد کراہتے ہوئے کہنے لگی۔" میرے خدا میں اس آدمی سے بہت ڈرتی ہوں۔ فرالین تم کوئی نیک باطن شریف عورت نظر آتی ہو۔ میں نہیں چاہتی تمہیں کسی قسم کی مشکلات کا سامنا ہو۔ اس لئے وعدہ کرو کہ فوراً چلی جاؤ گی اور کسی سے کسی بات کا ذکر نہ کرو گی۔"

" اطمینان رکھیئے اسی طرح ہو گا " میں نے سرد لہجہ میں کہا کیونکہ میں اس تلخ حقیقت کو بھولی نہ تھی کہ وہ اسی مسکین عورت کی شرارت تھی جو آخر کار

بدنصیب ایبٹ کی جان لیوا ہوئی۔ بہر حال میں اب اس گفتگو کو زیادہ لمبا کرنا نہ چاہتی تھی۔ پس میں اُس کو وہیں چھوڑ کر دروازہ کی طرف بڑھی لیکن جب، میں نے باہر قدم رکھا۔ تو کیا دیکھتی ہوں وہی گول مول شہزادہ بلگرینی کا شیدائی پاگلوں کی طرح ریسٹوران کے دروازہ کے پاس گھومتا پھر رہا ہے۔ مگر میں نے اُس کی طرف نظر بھر کر بھی نہ دیکھا اور نہ اُس نے اپنی موجودہ حالت میں مجھے روکنے کی کوشش کی۔

اتنے میں گیارہ پینتیس ہو چکے تھے۔ میں نے ریسٹوران کو پیچھے چھوڑ کر تھوڑی دور پیدل چلی۔ اس کے بعد ایک ٹیکسی خالی دیکھ کر کرایہ کر لی۔

آدھی رات کے عمل میں ہیماٹریڈ اس خالی اور ویران پڑا تھا اور اس کی اسفالٹ لگی ہوئی سطح سڑک کے کنارے لگے ہوئے لیمپوں کی روشنی میں اس طرح نظر آتی تھی جیسے تاروں کی چھاؤں میں کسی دریا کا گدلا سیاہ پانی بہتا ہو جس وقت ہم اُس مقام کے قریب پہنچے جہاں کمبر ہوٹل واقع تھا تو مجھے پیدل چلنے کی پٹڑی کے قریب بجلی کا سرخ لیمپ چمکتا نظر آیا۔ جس کی تیز روشنی فرش پر اس طرح پھیلی ہوئی تھی گویا خون کا دریا بہتا ہو۔ معلوم ہوا وہ کسی بند کار کے پشتی لیمپ کی روشنی تھی۔ میں نے اپنی کیب ہوٹل کے دروازہ سے تھوڑے فاصلہ پر رکوالی۔ ڈرائیور کو کرایہ ادا کر کے رخصت کر دیا اور یہ دل خوش کُن اُمید سینہ میں لئے کہ نیگل ڈروس موٹر لئے میرا انتظار کر رہا ہے اُس مقام کی طرف بڑھی جہاں بند کار کھڑی تھی قریب پہنچی تو دیکھا کوئی آدمی بالکل بے حرکت ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھا ہے۔ میں نے دبی آواز میں اُس سے کہا۔

"ہیلو میں آگئی۔۔۔!"

وہ آدمی جو اگلی سیٹ پر بیٹھا تھا وہ تو جوں کا توں بے حرکت رہا البتہ

ایک اندھیری صورت ہوٹل کی دیوار کے سایہ سے نکل کر آگے بڑھی پھر جب وہ شخص میرے قریب آیا تو میں نے دیکھا چوڑے شانوں کا پستہ قد آدمی ہے جس کی پلی ہوئی بھاری مونچھیں تھیں۔ سلام کے طور پر ایک اُنگلی اپنی ہیٹ کو لگاتے ہوئے اُس نے پُراخلاق لہجہ اور جرمن زبان میں پوچھا

" فرالین ڈربن آپ ہی کا نام ہے؟ "

اُس کے رسمی لہجہ اور اُس کی عام شکل و شباہت کو دیکھ کر میں نادان اس نتیجہ پر پہنچی کہ ڈربن کا بھیجا ہوا کوئی قاصد ہوگا۔

" ہاں " میں نے جواب دیا

لیکن آپ لوگ جو اس داستان کو پڑھ رہے ہیں میری اس وقت کی حیرت پریشانی اور سراسیمگی کا اندازہ کر سکتے ہیں میں جب اس کے ساتھ ہی دو اور آدمی بالکل بے آواز چلتے کہیں سے نکل کر میرے دونو طرف آکے کھڑے ہوگئے

" ہم پولیس کے آدمی ہیں " اسی پہلے ٹھگنے شخص نے کہا " آپ کو ہمارے ساتھ صدر کوتوالی چلنا ہوگا۔ "

میں کھڑک کر دو قدم پیچھے ہٹی اور میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

" پولیس! ... لیکن میرا پولیس سے کیا واسطہ؟ میں نے کون سا جرم کیا ہے کہ آپ لوگ مجھے کوتوالی لے جانا چاہتے ہیں؟ "

" آپ پر ہوٹل کے فارم میں غلط نام لکھنے کا جرم عائد ہوتا ہے " شخص مذکور نے میرے سوار ہونے کے لئے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا پھر اپنے دونو ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

" تم بھی اس کے ساتھ اندر بیٹھ جاؤ۔ مگر پوری طرح محتاط اور خبردار رہنا۔ میں ڈرائیور کے پاس آگے بیٹھتا ہوں "

پولیس کے دو باوردی جوانوں نے میرے دونو بازو پکڑ کر مجھے کسی قدر سختی سے کار میں بٹھا دیا اور کھڑکی پُرشور آواز کے ساتھ بند کر دی گئی!

اسفالٹ کی بنی ہوئی چمکیلی سڑک پر کار پوری تیز رفتار سے ایک طرف کو چلنے لگی . . .

حِصّہ ہشتم ختم ہُوا

انجام

اس دُنیا میں ہر فرد واحد کی زندگی ایک کہانی ہے کسی کو اہل عالم بھول جاتے ہیں اور کوئی بھلائی نہیں جا سکتی - ایسی ہی ایک کہانی وہ ہے جسے میں لکھنے بیٹھی ہوں میرا خیال تھا بیان کو تاہ کر کے اس دردناک آپ بیتی کو جسے آپ اس حد تک پڑھ چکے ہیں - ایک ہی سانس میں ختم کر سکوں گی - لیکن قدرت نے میرا واسطہ ایک ایسے مرد سیاہ قلب اور ایک اس طرح کے جیتے جاگتے شیطان سے ڈالا کہ سعیٔ عظیم کے باوجود میں اپنی حکایت کا صرف ایک پہلو پیش کرنے کے قابل ہوئی ہوں چونکہ غیر معمولی ہستیاں غیر معمولی تفصیل کی طالب ہوتی ہیں - اس لیئے بہت سی باتیں ایسی باقی رہی جاتی ہیں جن کا حال مستقبل اور انجام معلوم کرنیکی ہر ایک ناظر کو دلی خواہش ہوگی - ان سب کو میں اس سلسلہ کی دوسری کتاب میں پیش کرنے کی امید کرتی ہوں - جو اس کے فوراً بعد آپ لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچ جائے گی -

کوئی صاحب اس کا مطلب ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ میں ان کا یا اپنا وقت ضائع کرنے کیلئے داستان کو بے ضرورت لمبا کر رہی ہوں۔ اس کے برعکس میں نے ہر ممکن موقعہ پر اختصار سے کام لیا ہے۔ لیکن کلب فٹ کی شیطانی ہستی ایسی نہیں جس کے حالات کے دریا کو کوزہ میں بند کیا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ میں ان واقعات کو جو میری گرفتاری کے بعد پیش آئے اس سلسلہ کی اگلی جلد پر ملتوی کرنے کے لئے مجبور ہوں جو بہت جلد حاضر خدمت کی جائے گی۔

پڑھنے والوں کے دلوں میں بہت سے سوالات اس بارہ میں پیدا ہو رہے ہوں گے۔ کہ کیا بگل ڈروس نے واقعہ میں مجھ سے دغا کی؟ نیز عاشق تن شہزادہ اور پری چہرہ پلگریبنی کے عشق حرام کا انجام کیا ہوا اور مجھ پر پولیس کی گرفت میں آنے اور اس کے کارکنوں کی وساطت سے کلب فٹ کے چنگل کے بعد کیا بیتی؟ خوش قد اور شکیل رڈی وان لنز مجھ سے جدا ہونے کے بعد کدھر گیا اور اس پر کیا گذری۔ اسی طرح بیسیوں کردار اور ہیں۔ جن کے حالات زندگی تشنہ تکمیل رہے جاتے ہیں۔ میرے محسن اعظم جج صاحب اور ان کی نیک خصلت بیگم۔ پلگریبنی کی خادمہ ہیڈونگ۔ کافی لڈ تلاک کی حریف مالکن اور اس کی پروردہ لڑکیوں اور اسی طرح ان لاتعداد کام کرنے والوں کی زندگیاں جن کا ذکر کسی نہ کسی موقعہ پر اس آپ بیتی کے دوران میں آیا ہے کن حالات سے گذریں۔ ان سب باتوں کو اختصار کی کند چھری سے ذبح کرنے کی بجائے میں اس کتاب پر ملتوی کرتی ہوں جو "تلافی گناہ" کے نام سے عنقریب آپ کے ہاتھوں تک پہنچے گی۔ اس وقت تک میری الوداع قبول ہو۔

ختم ہوا

منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری

منشی تیرتھ رام صاحب ہندوستان و پاکستان کے سب سے مقبول اور بہترین مترجم مانے گئے ہیں۔ آپ کی تمامتر زندگی یورپ کے بہترین اور چیدہ ناولوں کو اُردو کے لباس میں پیش کرنے اور ذخیرۂ ادب میں ایک قابلِ قدر اضافہ کرنے میں گذری ہے۔ آپ اس سلسلہ میں پوری طرح کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ جس کا اعتراف متحدہ ہندوستان کے بڑے بڑے اُردو دان اصحاب و رسائل کر چکے ہیں۔ آج تک آپ نے ڈیڑھ سو سے زیادہ ناولوں کا ترجمہ کیا جن کو ہر طبقہ نے سراہا اور خراجِ تحسین ادا کیا۔ ان کے تراجم کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے کیجئے کہ ان کا پیش کردہ کوئی ایسا ناول نہیں جس کے کئی کئی ایڈیشن نہ شائع ہو چکے ہوں۔ خوبی یہ کہ ان کے تراجم کافی ضخیم ہوتے ہیں اور قیمت بھی۔ ایک ایک ناول کی قیمت اکیس۲۱ اکیس۲۱ روپے تک ہے۔ اس کے باوجود شائقین ہر وقت ان کے نئے ناول شائع ہونے کے انتظار میں رہتے ہیں کہ کب نیا ناول شائع ہو اور وہ اُسے حاصل کریں۔ منشی صاحب کے ناولوں کے سلسلہ میں ہمارے بے شمار مستقل خریدار ہیں جن کی ہدایت کے مطابق ہر نیا ناول شائع ہوتے ہی اُن کی خدمت میں ڈاک سے روانہ کر دیا جاتا ہے۔ اگر حساب لگایا جائے تو آپ کے تمام ناولوں کی مجموعی قیمت تین سو روپے سے بھی زیادہ ہو گی۔ اس وقت منشی صاحب کے تمامتر ناول حاصل کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ جو ناول دستیاب ہو سکتے ہیں وہ ذیل میں درج ہیں۔ یہ دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ جو صاحب منشی صاحب کا ترجمہ کردہ ایک ناول پڑھ لیں گے وہ اُن کی تمام کتب پڑھنے پر مجبور ہوں گے۔

دُنیا کیا کہتی ہے

سلسلہ جدید کی مقبولیت پر چند رائیں

جناب ڈاکٹر شاہ محمد رشید الدین صاحب صوبہ بہار: سناول بڑا بھائی پہنچا انتظار شدید کے بعد اس ناول کے مطالعہ نے دیر آید درست آید کی ضرب المثل کی تصدیق کردی خوب ناول تھا جس میں مختلف کرداروں کی خصوصیتیں اور ان کے جذبات ہو بہو اصلی رنگ میں پیش کئے گئے ہیں۔ یہ سب آپ کے تجربہ اور کہنہ مشقی کا نتیجہ ہے۔ بعض ناولوں کا ترجمہ تو آپ نے ایسا کیا ہے کہ ان کو دُنیا کے بہترین افسانوں میں جگہ دی جائے گی۔ اس حالت میں کہ اُردُو قریب قریب ہر صوبہ سے مٹ رہی ہے۔ آپ ادب اُردُو کی بیش بہا خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

جناب اوبکار ناتھ میڈیکل کالج امرتسر: (ترجمہ انگریزی خط) اُردُو زبان کے محاورات سیکھنے کے لیے میں آپ کے تراجم اور اصل انگریزی ناولوں کا ساتھ ہی ساتھ مطالعہ کر رہا ہوں۔

جناب ہردیال سنگھ نکئی جاگیردار۔ زیرہ: آپ کی ترجمہ کردہ کتابوں کے پڑھنے سے بڑا آنند آتا ہے میں کسی اور کا ترجمہ پسند نہیں کرتا۔

جناب عبدالرزاق لائل پور: ایک مدّت سے آپ کے ناولوں کا مطالعہ کر رہا ہوں اور یہ دیکھ کر خوش ہوں کہ آپ نے اس کثرت سے ترجمے کئے ہیں کہ ہر ناول کے مطالعہ سے نیا ہی لطف حاصل ہوتا ہے۔ یوں تو مجھ کو آپ کے سبھی ناول پسند ہیں مگر آپ کا ناول سرفروش پڑھ کر جو لطف حاصل ہُوا اس کا حال تحریر سے باہر ہے۔ سائمن ٹمپلر کا کردار سنت کے روپ میں عجیب و غریب ہے۔ ضرور اس مصنف کے چند

اور ناول ترجمہ کرنے کی زحمت گوارا کریں۔

جناب فیض احمد دہلی میں آپ کے بیسیوں ناول پڑھ چکا ہوں۔ اور ہر نئے ناول کا بصد شوق منتظر رہتا ہوں آپ کی ترجمہ کردہ کتاب جب ایک بار ہاتھ میں آجائے۔ تو اسے ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔

جناب مان سنگھ لانبہ کلکتہ۔ میں نے آپ کے ترجمہ کردہ قریب قریب سبھی ناول پڑھے ہیں اور وہ سب ایک لائبریری کی صورت میں میرے پاس جمع ہیں۔ آپ کے لکھے ہوئے ناولوں کو میں ایک متاعِ عزیز تصوّر کرتا ہوں۔

جناب سیّد سجاد ظہیر ریلوے روڈ لاہور:- آپ نے بروس گراہم، بیپر اور راگا تھا کرسٹی کے جن ناولوں کے ترجمے کئے خوب ہیں۔ میں نے ان سب کو گہری دلچسپی کے ساتھ پڑھا۔ کون کہتا ہے اس طرح کے ناول مخربِ اخلاق ہیں؟

جناب آر سی مدان شانتی سدن بمبئی ۲۳ (ترجمہ خط انگریزی) میں سالہا سال سے آپ کے تراجم پڑھتا رہا ہوں اور خوشی کی بات کہتا ہوں کہ آپ کی کتابوں کے مطالعہ سے ہمیشہ جی کو راحت اور سکون حاصل ہوا ہے میں بلا خوف تردید دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مترجمین اردو میں قدرت نے یہ وصف آپ ہی کی ذات میں پیدا کیا ہے کہ آپ مصنّف کے خیالات اور اس کے استعمال کردہ محاوروں کو ان کے صحیح روپ میں پیش کر کے دکھا دیتے ہیں۔ بد قسمتی سے اس وقت تک ہمارے مصنفوں نے جاسوسی طرز کے ناول لکھنے پر بہت ہی کم توجہ دی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ اردو میں اوریجنل لکھے ہوئے جاسوسی ناولوں کا فقدان ہے۔ اس پہلو سے دیکھا جائے تو آپ اپنے ترجمہ کردہ ناولوں کے ذریعے ادبِ اردو کی ایک بہت بڑی کمی پورا کر رہے ہیں۔ آپ کو یہ کام کرتے اتنی مدت ہو گئی ہے کہ میں خیال کرتا ہوں آپ نے جاسوسی ناولوں میں سے کوئی اچھی چیز قابلِ ترجمہ باقی نہیں چھوڑی۔ سب سے زیادہ حیرت مجھے یہ دیکھ کر ہوتی ہے کہ آپ نے [illegible] کے ناول کو ترجمہ [illegible] کرتے ہوئے اس خوبی سے کام لیا ہے کہ اصل زبان کی ساری لطافتیں قائم و برقرار پائی جاتی ہیں۔ ذاتی طور پر مجھے آپ کا نیاز حاصل نہیں لیکن [illegible] آپ کا مداح اور ثناگو رہا ہوں۔

منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری کے ترجمہ کردہ جاسوسی ناول
جو سلسلہ جدید میں شائع ہوئے ہیں!

● **انجام ہوس** - حریص شاعر جینی سن ایک رات اپنے بالا خانہ کی کھڑکی کے پاس بیٹھا دماغ سوزی کر رہا تھا کہ ایک نوجوان سڑک کی ایک طرف سے آکر نمودار ہوا - جس نے گھبرائے ہوئے اپنے گریبان کو پکڑا - اور اس کے بعد بڑے زور سے لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا - جینی سن اس کے پاس پہنچا تو نوجوان بے جان مٹی کا ڈھیر تھا - اس پُر اسرار موت کے سراغ کے سلسلہ میں جینی سن نے ایک خوبصورت خاتون کو بلیک میلی کرنا شروع کر دیا - اور اس سے بے شمار دولت ہتھیا لی - نوجوان کی موت کا راز اور شاعر کا انجام جاننے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ کیجئے -

مصنف :- جے - ایس فلیچر　　　قیمت چار روپے آٹھ آنے -

● **بڑا بھائی** - عشق میں ناکام گئی مارکن مور سات سال کے عرصہ کے بعد اس وقت گھر واپس آیا جب اس کا باپ قریب المرگ پڑا تھا - وہ وہاں صرف چند منٹ ٹھہرا اپنے سوتیلے بھائی اور بہن کو ملا - اور اپنے باپ سے ملے بغیر واپس چلا گیا - اس نے ان کو بتایا کہ وہ اپنے باپ کی جائیداد میں سے کسی قسم کا حصّہ لینا نہیں چاہتا - اور اس کی طرف سے اجازت ہے کہ وہ تمام جائداد کے مالک بنیں - اسی رات ایک ویرانے میں گئی مارکن مور کی لاش پڑی ہوئی ملی اس کی موت کا راز کیا تھا ؟ اس کا قاتل کون تھا ؟ شک کئی آدمیوں کی طرف جاتا ہے مگر قاتل وہ ہے جس کا گمان بھی نہیں ہو سکتا -

مصنف :- جے - ایس فلیچر　　　قیمت پانچ روپے چار آنے

● **دیوتا کی آنکھ** - ایک تاریخی ہیرا جو کسی زمانہ میں ایک دیوتا کی مورتی میں آنکھ کا کام دیتا تھا انقلابات روزگار سے انگلستان کے ایک آسودہ حال خاندان کے قبضہ میں آتا ہے - مگر یہ منحوس ہیرا اپنی روایات کے مطابق جس کسی کے پاس جاتا ہے - اسی کی موت ہو

جاتی ہے اور یہ سلسلہ نہایت پیچیدہ اور پُر اسرار حالات پیدا کرتا ہے۔ پورے حالات جاننے کے لئے اس دلچسپ ناول کا مطالعہ کریں۔

مصنف :- ولکی کالنز　　　　قیمت چار روپے آٹھ آنے

● **خونی شیطان** - مردِ جرار ڈاکٹر فومانچو کے ہولناک کارناموں کا ایک بالکل نیا ناول۔ جو اس کے سابقہ افسانوں سے بالکل غیر متعلق اور اپنے آپ میں مکمل ہے۔ آج ہی ایک جلد طلب فرما کر ڈاکٹر فومانچو کے سیاہ کارناموں کے بارے میں مزید حالات سے متعارف ہو جائیے۔ مصنف :- سیکس رومر　　　　قیمت چار روپے آٹھ آنے

● **دستِ قضا** - ناول کی ہیروئن فرانسس سیلبن اپنے باپ کی وصیت کے مطابق لاکھوں روپوں کی دولت سے محروم رہ جاتی ہے۔ اگر وہ ۲۵ سال کی عمر سے پہلے شادی کرتی ہے۔ مگر عشق کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ ۲۵ سال کی عمر سے پہلے ہی خفیہ طور پر شادی کر لیتی ہے۔ ایک رات اس دولت کا ٹرسٹی پُر اسرار حالات میں مقتول پایا جاتا ہے نتیجہ کے طور پر شک اسی لڑکی اور اس کے شوہر پر کیا جاتا ہے۔ دراصل قاتل کوئی اور تھا مگر کون؟ بنا تمام ناول پڑھے آپ یہ راز نہیں جان سکیں گے۔ آج ہی طلب فرمائیے۔

مصنف :- ارل سٹانلے گارڈنر　　　　قیمت تین روپے آٹھ آنے

● **سرفروش** :- اس ناول کا ہیرو سائمن ٹمپلر عرف سنت ایک بے خوف اور نڈر آدمی ہے۔ جو ان گنہگاروں کو سزا دینا اپنا فرض اولین سمجھتا ہے جو اپنی عیاری، سرمایہ اور حکومت کے عہدہ داروں سے تعلقات کا ناجائز فائدہ اٹھا کر انصاف کی مقررہ سزا سے بچ جاتے ہیں۔ وہ دشمنوں کے حق میں ملک الموت ثابت ہوتا ہے۔ امریکی حکومت تک اس کے کارناموں سے تھرا جاتی ہے۔ ہر مشکل پر قابو پا کر وہ اپنے منتہائے مقصود حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ کیسے؟

مصنف :- لیسلی چارٹرس　　　　قیمت چار روپے

● **سرائے والی** - داستان کے ہیرو راجر فرلین کو حالات کی مجبوری سے لندن کے ایک ارزاں بورڈنگ ہوس میں سکونت پذیر ہونا پڑتا ہے - سرائے کے عین پاس قتل اور چوری کی دو وارداتیں ہوتی ہیں - کوشش کے باوجود کوئی قابل یقین راز ان وارداتوں کے بارے میں نہیں ملتا - مگر آخر میں جن واقعات کا انکشاف ہوتا ہے، حیرت انگیز ہیں -

مصنف :- ای - نلیس ہ اپنہم　　　　قیمت تین روپے آٹھ آنے

● **فرشتہ انتقام** - نامی مجرم بلیک منرٹ کا بیٹا اس ناول کا ہیرو ہے جو خود فارغ البال ہے اور ٹھاٹ کی زندگی بسر کرتا ہے - مگر مہمی واقعات کا شوق چونکہ اسے اپنے باپ سے ورثہ میں ملا تھا اس لئے مظلموں کی حمایت اور جفا کاروں کی سرکوبی کا فرض اپنے ذمہ لیتا ہے گوناگوں مشکلات کے باوجود انجام کار وہ جس طرح منزل کامرانی تک پہنچتا ہے قابل دید ہے -

مصنف :- برٹس گرائم　　　　قیمت تین روپے آٹھ آنے

● **خوفناک جزیرہ** - سرزمین برطانیہ کے قریب ایک جزیرہ میں بلائے گئے چند مہمانوں کی پر اسرار ہلاکت کی عجیب اور حیرت انگیز داستان - پہلی رات ایک مرد دوسری رات ایک عورت مردہ پائی جاتی ہے اور بعد ازاں اموات کا یہ پُر اسرار سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے حتیٰ کہ ایک آدمی بھی زندہ نہیں رہتا - آخر ایسا کیوں ہوا - ان کو مارنے والا کون تھا ؟ جاننے کے لئے کتاب طلب فرمایئے !

مصنف :- اگاتھا کرسٹی　　　　قیمت تین روپے آٹھ آنے

● **زہر ہلاہل** - جاسوسی ناولوں میں ایک ناقابل فراموش ناول کا اضافہ جس کا ایک ایک واقعہ آپ کے رونگٹے کھڑے کردے گا - آج ہی اس بے نظیر ناول کا مطالعہ کیجئے

مصنف :- جے - ایس فلیچر　　　　قیمت چار روپے

منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے ترجمہ کردہ نایاب ناول

جو دوبارہ شائع ہوئے ہیں

● **شاہی خزانہ** - فرانس کے نامی چور آرسین لوپن کا ہوشربا کارنامہ کس طرح وہ شاہان فرانس کے بے انداز دفینہ کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ فرانس کے نامور جاسوس گینماڈ اور انگلستان کے شہرہ آفاق سراغ رساں شرلک ہومز سے اس کی ٹکر اور زبردست مقابلہ۔ آرسین لوپن کا عشق اور اس کا حسرتناک انجام۔ سارا ناول شروع سے آخر تک بے حد دلچسپ اور پر اسرار ہے - جسے ایک بار شروع کر کے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ مصنف :- ماریس لیبلانک قیمت تین روپے آٹھ آنے

● **نقلی نواب** - آرسین لوپن کا سب سے پہلا اور حیرت انگیز کارنامہ۔ ڈیوک آف چارم لیس جب سے اپنے ہونے والے خسر کے محل میں بطور مہمان آکر رہتا ہے۔ عجیب اور پر اسرار وارداتوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ باوجود لاکھ احتیاط کے بھی آرسین لوپن ہمیشہ اپنا کام کر جاتا ہے اور دیکھنے والے حیران اور ششدر رہ جاتے ہیں

قیمت تین روپے آٹھ آنے

● **مقدس جوتا** - جوتا اور مقدس - خیر آپ کو حیران ہونے کی ضرورت نہیں کتاب منگائیے - آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ایک جوتا بھی مقدس ہو سکتا ہے۔ اس مقدس جوتے کی خاطر کس قدر قتل کی وارداتیں ہوئیں - یہ جان کر آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔

مصنف :- سیکس روہمر قیمت تین روپے

● **کرنی کا پھل** - لندن کے ایک نامی رئیس کا پر اسرار حالات میں قتل ہونا اور اس کے ساتھ ہی شہر کے ایک دور افتادہ حصہ میں کسی بدنصیب گمنام عورت کا ہلاک

کیا جاتا۔ بظاہر یہ دونوں واقعات ایک دوسرے سے غیر متعلق ہیں۔ مگر اُن کی تہہ میں ایک خاص راز کام کرتا ہے۔ جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے

مصنف:۔ ای فلپس آپنہم قیمت چار روپے

● **لعل شب چراغ** ۔ یورپ کے تین بدمعاش برما کے ایک مسمار شہر میں لعلوں کی تلاش میں جاتے ہیں۔ ایک ان لعلوں کو لے کر بھاگ آتا ہے۔ باقی دو آدمی چینیوں کے ہاتھ آجاتے ہیں۔ جو انہیں اندھا اور گونگا بنا دیتے ہیں۔

مصنف:۔ گئی بوتھبی قیمت تین روپے

● **نازک کٹار** ۔ روس کے عہد شاہی کا حیرت انگیز افسانہ جس میں ایک نازک اور کمزور عورت ایک ماہر فن کرنیل کو بیوقوف بنا کر اس کی آڑ میں روس کی پلیس کے افسر اعلیٰ کا مقابلہ کرتی ہے۔ صد ہا رکاوٹوں کے باوجود کس طرح اس نے زار کے دربار تک رسائی حاصل کی۔ اور کیونکر اس کا ہاتھ روس کے شہنشاہ کے سینہ میں خنجر گھونپتے ہوئے رہ گیا۔ اس کا حال بڑا دلکش ہے۔

مصنف:۔ مترجمہ ہنری سیٹن قیمت چار روپے۔

● **ڈاکٹر نکولا** ۔ دنیا کا سب سے مشہور جادوگر ڈاکٹر نکولا ایک خاص مطلب کے لئے وہ پُر اسرار چھڑی جو ایک خستہ حال چینی نے مرتے وقت آسٹریلیا کے وزیر نوآبادیات کو دی تھی۔ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کو پانے کے لئے اتنی ہولناک سازش عمل میں لائی جاتی ہے کہ جس کے نتائج و عواقب دیکھ کر روح کانپ جاتی ہے۔

مصنف:۔ گئی بوتھبی قیمت چار روپے